UNIVERSAL
LIBRARY
OU_232815
UNIVERSAL
LIBRARY

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

بتوفیق خداوند انام حسب اجازت مترجم علام

L.L.
۲۶-۱-۱۹۶۴

جلد سوم و چہارم ترجمۂ اردوی شرح وقایہ

مطبع انتظامی واقع کانپور میں رجسٹری ہو کر چھپی

سنہ ۱۲۹۳ ہجری نبوی

ما شاء الله لا قوة الا بالله

از احسن تالیفات یگانهٔ دوران و یکتای جهان مولانا حاجی و حیدالزمان دامت افاضاته للانام جلد سوم

منتخب تفاسیر

ترجمهٔ اردو

نور الهدایه

باهتمام رئیس عفران محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد یوسف جان سفوزی در بهوپال تا نهصد بمحمد برادر معظم محمد مصطفی خان رسید

در مطبع نظامی واقع بکانپور مطبوع گردید

۱۳۱۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیع

بیع کہتے ہیں مال کا مال سے بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے جب دونوں ماضی کے صیغے سے ہوں ف جاننا چاہیے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا اور روایت کی امام احمد نے مسند میں اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے کہ پوچھا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کھانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور ہر بیع فروخت جو بھلی ہو صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور ترمذی کی ابوداود و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید اور فروخت میں لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملا دو اس کو تم صدقے سے یعنی بیع میں اکثر بیکار باتیں اور جھوٹی قسمیں صادر ہو جاتی ہیں تو اس گناہ کے اٹھانے کے لیے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اوس پر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہو کیونکہ آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لیے کھیت کا جوتنا پھر اوسمیں بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اوسکی ذات سے متعلق ہو تو اوس سے ہرگز نہ ہو سکے گا اور اسیطرح کپڑے میں بُنائی کے درست بونا اور اوسمیں سے رُوئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اوس سے بذات خاص ممکن نہیں اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لیے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہ ہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی سے چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کر کے بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہوتی کذا فی الفتح اور دونوں طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد یا مٹی تو اوسکی بیع جائز نہیں اور ایجاب کہتے ہیں اوس بات کو جو پہلے کہی جائے اور قبول جو اوسکے جواب میں دوسرے کے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد اوسکے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا میں نے خریدا بعد اوسکے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں

لفظ ماضی کے صیغے ہون یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کرین تو اگر مشتری نے صیغۂ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھہ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہو گی جب تک پھر مشتری نہ کہے خرید ا **فتح ص** اور رضامندی کی قید بیع مین اسواسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی بھی جس پر زبردستی کیجاوے مال بیچنے پر منعقد ہو **ف** اور اسکا بیان کتاب الاکراہ مین آویگا **ص** اور بھی بیع جائز ہو جاتی ہے اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اوٹھا کر دیدے اور مشتری دام اوسکے حوالہ کرے اور زبان سے کچھہ نکہین اور اسکو بیع تعاطی کہتے ہین اور جائز ہو یہ عمدہ نفیس چیزون مین اور ذلیل چیزون مین بھی اور کرخی رح کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزون مین جائز ہو اور عمدہ نفیس چیزون مین جائز نہین **ف** ذلیل چیزین ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھاس وغیرہ اور نفیس جو بھاری چیزین جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ **ص** اور بیع تعاطی مین شرط ہو کہ دونون جانب سے ہووے اور بعضون کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہو جیسے گیہون کا نرخ کیا اور ناپ کر لے لیے اور اوسکے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اوسمین گیہون رکھکر لیجاوے بعد اوسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہون لیگیا **ف** تو اسمین تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی **ص** پوچھا کہ گیہون کیونکر بیچا ہی تو اوس نے کہا ایک صاع کو اور وہ پانچ پیمانے پیو اکرلے گیا تو بیع ہو گی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے **ف** تو اسمین تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی مین بہر حال شرط ہو کہ کسی جانب سے ناضامندی ظاہر نہووے مثلاً اگر مشتری نے روپے دیدیے اور خربوزے اوٹھائے لیتا ہی اور بائع کہتا ہی کہ مین اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہو گی **د مختار ص** پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اوسکو اوسی مجلس مین **ف** یعنی مجلس ایجاب مین اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہو گی یہان تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی خاص چیز کا کلام کریگا تو ایجاب باطل ہو گا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہی کہ مجلس سے وہ مراد ہی جسمین وہ قول اور فعل پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کر دیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے **ص** یعنی کل مبیع کو ساتھہ کل قیمت کے چھوڑ دیوے مگر جب کئی چیزین ہون اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا ہی تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اوس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جاویگا **ف** اسواسطے کہ کھڑے ہو جانا دلیل رد نہ لینے کی **ص** اور جب ایجاب قبول دونون پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسیکو اختیار نہین مگر خیار عیب یا خیار رویت **ف** یعنی جب ایجاب و قبول اتنے شرائط کے ساتھہ حاصل ہوا تو بیع لازم ہو گئی اب لینے کا اختیار مشتری کو نہین رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار رہا سوای اختیار عیب یا رویت کے کہ اون دونون کا بیان آگے آویگا اور امام شافعی کے نزدیک بعد ایجاب و قبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہی جب تک مجلس نہ بدلے دلیل شافعی کی وہ حدیث ہی جسکو بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو شخص بیع و شرا کرین تو ہر ایک کو اختیار رہتا ہی جب تک کہ جدا نہون اور تاویل کی اسکی ابراہیم نخعی نے ساتھہ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ** اے ایمان والو پورا کرو عقدون کو اور بیع عقد ہی قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالیٰ کا **وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ** یعنی گواہ کر لو جب باہم بیع کرو تو اس آیت مین حکم ہوا ضبط بیع کا ساتھہ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہی بعد ایجاب اور قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہو تو ان آیتون کا ابطال ہوتا ہی **فتح** دوسری دلیل امام صاحب

کی یہ ہے کہ جابر نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے کہونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مدام ثابت نہیں ہوتا **ص** اور دوم اگر سامنے ہون کہ مشتری اوسکی طرف اشارہ کردیوے تو ضرورت بیان ثمار اور وصف کی نہین اور اگر اشارہ نہ کرے تو اونکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہئے **ف** یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہو اور مشتری اشارہ کردے کہ مین ان دام سے عوض یہ چیز لیتا ہون تو ضرورت بیان اونکے تعداد اور اوصاف کی نہین اور اگر اشارہ نکرے تو اونکی تعداد کہ دس روپے اور اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری بیان کرنا ضرور ہے **ص** اور درست ہے نقد دامون بیچنا اور اودھار بیچنا بشرطیکہ اودھار کی مدت معلوم ہووے **ف** مثلاً کہدیوے کہ ایک مہینہ اسکے روپے دونگا اسواسطے کہ مدت اگر معلوم نہوگی تو مشتری اور بائع مین جھگڑا ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر مین دیگا اور دلیل اسکے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا **وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** مطلق ہے اوسمین یہ قید نہین کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری مسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گروکردی اوسکے پاس زرہ اپنی **ص** اور اگر بیع مین دام کے اوصاف ذکر نہ کیجیے **ف** مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہے یا دمشقی **ص** تو اگر اوس دام کی سب قسمین قیمت مین برابر ہین تو جونسی قسم چاہے دیدے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہے تو جس کا رواج زیادہ ہووہ دینا پڑیگا اور اگر رواج مین بھی برابر ہون تو بیع فاسد ہوجاویگی **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی بائع اوس قسم کا درہم مانگیگا جو قیمت مین زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت دیگا **ص** اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزونکی جیسے گیہون وغیرہ پیمانے مین ناپ کر **ف** اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہون بدلے گیہون کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر اس ہاتھ دے اوس ہاتھ لے **ص** اور دھیر لگاکر اگر غیر جنس سے ہو **ف** مثلاً غلہ عوض مین روپے یا اشرفی یا پیسون کے بیچے یا گیہون بدلے چنے یا جو کے یا اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہون بدلے مین گیہون کے تو دھیر لگاکر بیچنا درست نہین اسواسطے کہ اسمین احتمال ہے زیادتی کا اور زیادتی اسمین حرام ہے اور مثلاً جنس مین اسکا احتمال نہین کیونکہ اوسی عین عبادہ مین ہے کہ جب قسمین مختلف ہون تو جس طرح چاہو بیچو مگر دست بدست **ص** اور ایک برتن خاص یا معین بانٹ سے ناپ تو لکر بیچنا درست ہے اگرچہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے اور اگر اناج کا ڈھیر صاع بیچے ایک درہم ٹھہراکر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جب جتنے صاع ہین سب کا ذکر کردیوے مثلاً یون کہے کہ یہ ڈھیر اناج کا دس صاع ہے ہر صاع بدلے مین ایک درہم کے **ف** اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین کل ڈھیر مین بیع جائز ہوجاویگی اور صاع ایک پیمانہ کا نام ہے جسمین قریب پونے چار سیر اناج سماتا ہے اسّی روپے کے سیر سے **ص** اور اگر بکریونکا گلہ یا کپڑے کا تھان ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھہراکر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی **ف** یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ یہان افراد بکری کے مختلف ہین کیونکہ مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ وہان سب اناج برابر ہین اور صاحبین کے نزدیک اسمین بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اوس کپڑے مین ہے جسمین ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہو اور جو ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی **ص** اور یہی حکم ہر معدود و متفاوت مین **ف** یعنی جو چیزین شمار کرکے بیچی جاتی ہین اور افراد اونکے بڑائی چھوٹائی مین مختلف ہین جیسے خربوزہ انار وغیرہ **ص** اور

اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہکر کہ سو صاع ہین سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکر لے یا راضی نہو تو واپس کر دے اور جو سو سے زیادہ نکلین تو وہ بائع کا ہی اسواسطے کہ اوسنے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے کے تھان کو اسطرح بیچا **ف** یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہی دس روپی کا **ص** اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان دس روپی کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہی اور بائع کو اختیار نہین کہ چاہے دے اور چاہے نہ دے **ف** اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ نو کو لیوے اور دلیل اسکی اصل کتاب مین مذکور ہی **ص** اور اگر تھان کی قیمت مین ملتے یون کہدیا کہ یہ دس گز ہی دس روپی کو فی گز ایک روپی کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہی کہ حصے رسد ہون سے لیلے یا واپس کر دیوے اور ایسا ہی ہی اگر زیادہ نکلا **ف** مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپی کو لے سکتا ہی اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لیسکتا ہی اور دونون صورتون مین مشتری کو اختیار ہی فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اوسکا حکم آگے آتا ہی **ص** اور اگر ایک گھر سو گز کا ہی اوسمین سے دس گز زمین بیچی جسکی جگہہ معلوم نہو تو بیع فاسد ہی اور اگر مکان کے سو حصے ہون اوسمین سے دس حصے بیچے تو جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین درست ہی **ف** اور دلیل سب کی ہدایہ مین مسطور ہی **ص** اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچے کہ اوسمین دس تھان ہین اور اوسمین کم زیادہ نکلے تو دونو صورتون مین بیع فاسد ہی اور اسی صورت مین اگر ہر ہر تھان کے دام کہدے تو جب دس سے کم نکلین بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہی چاہے حصہ رسد دام دیکر لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلین تو بیع فاسد ہوگی اسلیے کہ اس صورت مین معلوم نہین کہ دس تھان جو بکے ہین کونسی ہین اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہی ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لیلیوے بغیر اختیار کے **ف** یعنی اوسکو پھیرنے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اس یاد تی مین مشتری کا نفع ہی کچھہ نقصان نہین **ص** اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپی کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین گیارہ روپی کو لیوے اور دوسری صورت مین دس کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین ساڑھے دس روپی کو اور دوسری صورت مین ساڑھے نو کو لے لیوے **ف** در مختار مین لکھا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن بہت سے علما نے بلحاظ عرف کے قول امام محمد کا اختیار کیا ہی اسواسطے قاضی کو اختیار ہی جس روایت پر فتوی دے ہو سکتا ہی **ص** اور صحیح ہی پہنچا گیہون کا بالی مین **ف** اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول مین ناجائز ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے گیہون کے بالی مین یہان تک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا اسکو جماعت نے سوای بخاری کے **ص** اور اسیطرح باقلے کا اور چانول کا اور تل کا چھلکون مین اور اسیطرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین اور دوسرے چھلکون مین یعنی اندر کے پوست مین بالاتفاق جائز ہی اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہوا ہو درست ہی اور مشتری پر اوسیوقت اوسکا توڑ لینا واجب ہی **ف** اور دلیل اسکی فتح القدیر مین مذکور ہی **ص** اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ مین ان پھلون کو درخت پر رہنے دونگا تو بیع فاسد ہو گی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھہ رطل اوسمین سے نکال لیے **ف** مثلاً یہ کہا کہ مین پھل اس درخت کے بیچتا ہون مگر چار سیر انمین سے لونگا اونکو نہ بیچون گا تو یہ بیع ناجائز ہی اور ہدایہ اور در مختار مین ہی

کہ با عتبار ظاہر روایت کے جائز ہو اور یہی صحیح ہو اسواسطے کہ حدیث جابرؓ مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مین کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہووے یعنی معین کردے کہ اسمین سے اسقدر منمین بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ص** اور بیع مین مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہو اور مزدوری قیمت تولنے والا اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہو **ف** اور ایک روایت مین روپیہ پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہو لیکن صحیح اول ہو **خلاصہ ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپیہ اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اوسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے مین اسباب کے یا روپیہ اشرفی کو بدلے مین روپیہ اشرفی کے خریدا تو دونون کو حکم ہوگا کہ معاً ایک دوسرے کو دیوین ✣

باب الخیار

ف یعنی جاکر بیچنے کے بیان مین خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونونکو **ص** بائع اور مشتری دونون کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہو اور اس سے زیادہ کا درست نہین **ف** اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی ایک مدت معلومہ تک اگر چہ کثیر دن کا ہووے خواہ ایک مہینے کا یا ایک سال کا اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہین دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت مین تو فرمایا واسطے اونکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب داگرے تو تو کہہ نہین فریب ہی اور مجھے اختیار ہی تین دن تک اور روایت کی عبد الرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے اونھونے انس سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک دنبہ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہی لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہو گمر دصالح ہی اور روایت کی دارقطنی نے نافع سے انھونے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہی اور اسکی اسناد مین احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہی اور صاحبین کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہو کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث مین نشان نہین ملتا **ص** اور اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفر کے نزدیک بیع فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی پھر اگر تین دن کے اندر انھونے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کردیا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہوگی **ف** اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہو **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن تک اسکو نہ دونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور چار دن کی اگر قید لگا دیگا تو درست نہوگی نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کردیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی

مسئلہ بائع کا اختیار شئی مبیع کو ملک بائع سے نہین نکالتا بلکہ وہ شئی مدت خیار تک بائع کی ملک مین رہتی ہو تو اگر بائع کے اختیار کی صورت مین وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اوس شئی کی لازم آویگی نہ ثمن **ف** ثمن اوسکو کہتے ہین جو بائع اور مشتری کے درمیان ٹھہری ہو اور قیمت ہو اوسکا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپیہ کو خریدا تو چار روپیہ ثمن ہوئے اب بازار مین اوسکی قیمت تین حال سے خالی نہین یا چار روپیہ ہین یا کم و بیش اول صورت مین ثمن اور قیمت مقدار مین مساوی ہین اور دوسری صورت مین ثمن زیادہ اور قیمت کم ہو اور تیسری صورت مین ثمن کم اور قیمت زیادہ ہو تو اس مسئلے کی مثال یہ ہو کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار

ابان بن ابی عیاش
احمد بن میسرہ

رکھا کہ اس عرصے میں چاہوں تو کپڑا پھیر دوں یا اوسکی ثمن لے لوں اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اوسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپے ثمن کے لازم نہ آوینگے بلکہ جو کچھ اوس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار ہووے وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اوسی کی ملک میں رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہیں اور مشتری اوسکو قبضہ حسن یدآری لیگیا ہی اور اوسمیں قیمت لازم آتی ہی **ص** اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شئی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہی لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک میں نہیں آتی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں آجاتی ہی اس صورت میں اگر وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی **ف** تو حاصل کلام یہ ہی کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اور وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تو اوسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور وہ شئی اوسکے پاس تلف یا عیب دار ہوجاوے تو ثمن دینی پڑے گی **ص** اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اوسکے مالک سے خرید البشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہیں فاسد ہوگا مدت خیار میں اسواسطے کہ اونکے نزدیک جب مشتری کو خیار ہووے تو وہ شئی ملک میں مشتری کے نہیں آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ اوس لونڈی کا مالک ہوگیا تو اگر بعد خریدنے کے مدت خیار میں خاوند نے اوسسے وطی کی اور وہ عورت ثیبہ ہو تب بھی پھیر سکتا ہی اور اگر بکر ہو تو نہیں پھیر سکتا ہی نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت میں نہیں پھیر سکتا **ف** اور وجہ اوسکی ظاہر ہی اور آگے اور آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہین وہ سب مبنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری میں امام صاحب کے نزدیک وہ شئی ملک مشتری میں نہیں آتی اور صاحبین کے نزدیک ملک میں مشتری کے آجاتی ہی **ص** اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اوسکا قریب نکلا **ف** یعنی ذو رحم محرم جسکا بیان عتق الاعتاق میں ہوچکا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک تو خیار میں وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا اور اگر کسی نے قسم کی کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحب کے نزدیک آزاد نہوگا مدت خیار میں اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا **ف** اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاویگا سب کے نزدیک **هدایہ ص** اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو اوسکو حیض آویگا وہ استبرا میں شمار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اوسکو بائع پر رد کردیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اوسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار میں وہ جنی تو امام صاحب کے نزدیک ام ولد نہوگی تو اوسکو بھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہوجاویگی تو اب نہیں بھیر سکتا ہی اور اگر مشتری نے ایک شئی کو بشرط خیار خریدا اور اوسپر قبضہ کیا بعد قبضے کے پھر وہی شئی بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع پاس تلف ہوگئی مدت خیار میں تو امام صاحب کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا اور مشتری پر اوسکی ثمن لازم نہ آویگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اوسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون نے **ف** یعنی جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہووے **ص** ایک شئی بشرط خیار خریدی بعد اوسکے بائع نے ثمن اوسکو معاف کردیا تو امام صاحب کے نزدیک خیار اوسکا باقی ہی یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دیوے اور صاحبین کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب جسمیں شرط خیار پر بعد اوسکے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اوسکا باطل ہوگیا

یعنی اب اوسکو پھیر نہین سکتا اور امام صاحب کے نزدیک اختیار باقی ہی یعنی اوسکو پھیر سکتا ہی **ف** اور ان آٹھون مسألون مین وجہ اختلاف وہی ہی جو اوپر بیان ہو چکی **ص** اور جس شخص کو اختیار ہی وہ اجازت دے سکتا ہی معاملے کی اگرچہ طرف ثانی اوسوقت حاضر نہو **ف** اور فسخ نہین کر سکتا جبتک طرف ثانی حاضر نہو اور امام ابی یوسف رح اور شافعی رح کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہی بے اوسکے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اوسنے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار مین طرف ثانی کو خبر فسخ کی پونہچی تو معاملہ فسخ ہو جاویگا اور اگر مدت خیار مین اوسکو خبر فسخ کی نہین پونہچی تو معاملہ تمام ہو جاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مر جاوے تو اوسکے وارث کو بھی خیار رہیگا اور اگر اوسکو خیار الشرط یا خیار الرویۃ تھا اور وہ مر گیا تو اوسکے وارث کو نہو گا **ف** خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرویۃ اسے کہتے ہین کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت مین مشتری کو اختیار ہی پھیر دینے کا اور خیار العیب یہ ہی کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع مین کوئی عیب نکلا تو اس مین بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہی اور خیار التعیین یہ کہ مثلاً دو غلامون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مر گیا تو اوسکے وارث کو بھی اختیار معین کر کے لے لینے کا باقی رہیگا **ص** اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے **ف** مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کر لیگا تو بیع منعقد ہو گی ورنہ نہو گی **ص** تو درست ہی اور اس صورت مین جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا درست ہو گا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہو گی اور اگر دونو کی باتین معا ہوین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور اگر دو غلامون کو بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میرے مجھے اختیار ہی تو اگر ہر ایک کی قیمت جداگانہ بیان کر دی ہی اور جس غلام مین اختیار ہی اوسکو معین کر دیا تو بیع جائز ہی ورنہ فاسد ہی **ف** مثلاً قیمت جداگانہ نہ بیان کی اور نہ محل خیار معین کیا یا قیمت جداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نکیا یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جداگانہ بیان نہین کی **ص** اور اگر دو یا تین کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جسکو چاہیگا معین کر لیگا تین دن کے عرصہ مین صحیح ہی اور چار کپڑون مین جائز نہین **ف** یعنی اگر چار کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین دن مین ایک معین کر کر کے لونگا تو جائز نہین کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحساناً جائز ہوئی ہی بنظر حاجت کے طرف دفع غبن کے اور تین کپڑون سے حاجت مندفع ہو جاتی ہی اسواسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہو گا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہین **ھدایہ** **ص** اور اگر ایک گھر خریدا اس شرط خیار پر بعد اوسکے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اوس گھر کے بکا اور اوس نے شفعہ کی راہ سے اوسکو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کیجاوے گی پہلے گھر کی خرید مین **ف** اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نکرین تو دوسرے گھر مین شفعے کا دعوی کب ہو سکتا ہی **ص** اور اگر دو شخصون نے ملکر ایک چیز مول لی اس شرط خیار اور ایک اونمین سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہین کر سکتا یعنی اوسکا بھی اختیار جاتا رہا اور اسیطرح خیار العیب و خیار الرویۃ مین **ف** یعنی دو شخصون نے ملکر خریدا بعد اوسکے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہی پھیر نہین سکتا یا بن دیکھے دونونے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہی نہین پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین جو ناراض ہی رد بیع کر سکتا ہی **ص** اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ یہ نان پز ہی یا نویسندہ ہو اور اوسکے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن کو لے لیوے یا پھیر دیوے اسلیے کہ یہ امور اوصاف ہین انکے عوض مین ثمن مین نقصان نہو گا

بیان خیار التعیین

فصل خیار رویت کے بیان مین

یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان مین **ص** جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اوسکا خرید لینا درست ہی اور جب اوسکو دیکھے تو اختیار ہی جاے اوسی داموں کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا ہو اور اسکی کوئی مدت مقرر نہین **ف** تو جائز ہی واسطے اوسکے فسخ بیع تمام عمر تک جب تک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نکرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر اور بعضون کے نزدیک تو وقت ہی بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھنے کے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نکرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہی لیکن صحیح اول ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ خیار صحیح نہین ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اوسکو تو واسطے اوسکے اختیار ہی جب دیکھے اور اسناد مین اسکے عمر بن ابراہیم کردی ہی نسبت کیا گیا ہی طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا اوسکو امام ابو حنیفہؒ نے ہیثم سے انھون نے محمد بن سیرین سے انھون نے ابو ہریرہؓ سے مثل اوسکے اور بھی مؤید ہی اسکے وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے مکحول سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہی اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہی امام مالک و احمد کا **ص** اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہو جاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز نہو گی اور جس شخص نے بیچا اپنی شئی کو بغیر دیکھے ہوے تو اوسکو اختیار نہین ہی **ف** اور پہلے امام صاحب کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اوس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاوی نے بسند بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہؓ نے کچھ مال خریدا حضرت عثمانؓ سے تو کہا گیا اونسے کہ نقصان پایا تم نے اسمین کہا حضرت عثمانؓ نے کہ مجکو اختیار ہوا اسواسطے کہ مین نے بیچا ایسی چیز کو جسکو نہین دیکھا تو حکم بنایا اون دونون نے جبیر بن مطعم کو تو فیصلہ کیا انھون نے اس بات پر کہ اختیار طلحہ کو ہی اور نہین اختیار ہی حضرت عثمانؓ کو **ص** اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط وہ تو باطل ہو جاتی ہین جب شئی مبیع مین مشتری کے پاس آنکر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اوس شئی مین ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہو جیسے غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اوس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اوسکو بیچ ڈالے یا گرو رکھدے یا کرایہ مین دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہون یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہی اور اسیطرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اوسکو بیچے **ف** کیونکہ بیع بشرط خیار مین وہ شئی ملک بائع سے نہین نکلتی **ص** یا بازار مین اوسکا نرخ کرا دے یا کسی کو ہبہ کرے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تب خیار باطل نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہو جاویگا اور غلے کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے منہ اور پٹھے کو اور رتہ کیے ہوے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اوسمین نقش و نگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہو جاویگا اور اگر کپڑے مین نقش و نگار ہی تو جس جگہہ نقش ہی اوسکا بھی دیکھنا ضرور ہی بغیر اوسکے دیکھے خیار ساقط نہوگا **ف** اور مختار یہ ہی کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھول کر ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی **ص** مشتری نے اگر کسیکو بیع پر قبضہ کرنے کے لیے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے **ف** یعنی اگر مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پونہچا دے قبضہ کرنیکا بائع سے اور اوس نے پیام پونہچا یا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اوسکا خیار کو ساقط نکریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شئی کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اوسکے دیکھنے سے خیار ساقط

ہوجاویگا اور ہدایے مین ہی کہ اسپر اجماع ہی امام صاحب اور صاحبین کا الیتہ وکیل بالقبض مین اختلاف ہی اور غایۃ الاوطار مین جو اختلاف وکیل خرید مین اور اتفاق وکیل بالقبض مین لکھا ہی بالکل سہو ہی **ص** اور اس زمانے مین اہل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا اندسے ضرور ہی کیونکہ زمانہ سابق مین جب دیوارین گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا سو اسلئے کہ گھر اور باغ اونکے ایکسان تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا **ف** اور امام زفر کے نزدیک فقط صحن دیکھنا کافی نہین بلکہ اوسکے والان کوٹھریان کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اس زمانے مین اور اسیطرح حکم ہی باغ کا **دُرمختار ص** اور اسی طرح اگر بیچے یا خریدے تو درست ہی اور جسنے دیکھا ہی تو اوسکو اختیار رہیگا اور اگر اوسکو مثول لیگا یا سونگھیگا یا چکھیگا تو خیار ساقط ہوگا اون چیزون مین جو ٹٹولے یا سونگھے یا چکھے سے اونکا حال معلوم ہوجاتا ہی **ف** جیسے بکری غطر حلوا **ص** اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اوسکا خیار ساقط نہوگا جبتک کہ اوسکے اوصاف بیان نہ کیے جاوین اور امام ابی یوسف سے مروی ہی کہ اگر ایسی جگہ مین کھڑا ہوجاوے کہ درصورت بینائی اوسکو دیکھ لیتا تو خیار اوسکا ساقط ہوگا **ف** جب بھی کہدے کہ مین راضی ہوگیا اور کہا حسن بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہی قول امام صاحب کے کیونکہ اونکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہی **ھدایہ ص** اگر دو کپڑون مین سے ایک کو دیکھکے دونون کو لیلیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونون کو پھیر سکتا ہی نہ ایک کو جس کو نہین دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پھر اگرا اوسکا حال بدل گیا ہی تو اوسکو اختیار رہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہی اور بائع کہے کہ نہین بدلا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی قسم سے اور اگر دیکھنے مین اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تونے دیکھکے خریدا ہی اور مشتری کہی کہ مین نے بن دیکھے خریدا ہی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہی اور اگر ایک گٹھری تھانون کی مول لی اور اون مین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسیکو ہبہ کرکے اوسکے حوالے کردیا تو خیار الرویۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اوسمین عیب نکلے تو جو باقی رہا ہی اوسکو پھیر سکتا ہی **ف** ہدایے مین در اصل کتاب مین اسکی وجہ یہی لکھی ہی کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہین تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض بیع پھیرنے مین تفریق صفقہ ہوتی ہی اور تفریق صفقہ جائز ہی بعد تمام عقد کے نہ قبل اوسکے اور یہی ہدایے مین لکھا ہی کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہوکر یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرویۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ بعد سقوط کے پھر عود نکریگا مثل خیار الشرط کے اور اوسی پر اعتماد کیا قدوری نے اور درمختار مین ہی کہ صحیح کہا اوسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہین طلب کرسکتا ہی اور اگر عاقدین نے یا ہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کی مساوی کتاب کے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہوا اور عوض ملکا جو اوسکو حاصل ہوگا **درمختار** وغیرہ

فصل خیار عیب کے بیان مین

یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہی اوسکے بیان مین **ص** مشتری اگر مبیع مین ایسا عیب پاوے جس سے اوسکی قیمت تاجرون کے نزدیک کم ہوجاتی ہی تو اوسکو اختیار ہی چاہے پورے داموں سے لیوے **ف** اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہی جو روایت کی بخاری نے تعلیقا عداد ابن خالد سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہین عیب ہی اوسمین اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن شاہین مین ہی **بیع المسلم بالمسلم ماکان سلیما** بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہی جو سالم ہو عیب سے اور سنن ابی داود مین ہی حضرت عائشہ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور رہا اوسکے پاس کچھ زمانہ پھر اوسمین عیب پایا تو پھیر دیا اسکو حضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو بائع پر **ص** اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اوسکا نقصان ہوا ہو بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہو سو آوز بچھونے مین موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی مین چھوٹے پن مین جب عقل رکھتے ہون عیب ہو اور بڑے پن مین دوسرا عیب ہو **ف** حاصل اسکا یہ ہو کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہو وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اوسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اوس صورت مین خیار نہین مثلاً **ص** بائع کے پاس چھوٹے پن مین چور لایا اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن مین تو ایک ہی عیب گنا جاویگا **ف** اسواسطے کہ سبب جو چوری کا دونون جگہہ ایک ہو وہ بے پروائی جو عہد طفولیت مین ہوتی ہو **ص** اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن مین کی دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت مین مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا **ف** اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب اور رہا اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہو **ص** اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نرکھتا ہووے تو اوسکی چوری عیب نہین ہو **ف** اور اسیطرح بھاگنا اوسکا شمار مین نہین بلکہ وہ گمراہ ہو **ھدایہ** **ص** اور زنون خواہ چھوٹے پن مین ہووے یا بڑے پن مین ہر طرح ایک عیب ہو تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹے پن مین مجنون ہوا یا بڑے پن مین ہر صورت مین اوسکو اختیار واپسی کا ہو اور سُنہ اور بغل کی بدبوئی اور زنا کاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی مین عیب ہو غلام مین نہین **ف** اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور مطلب وارلہ کبھی منظور ہوگا اور یہ باتین اوسمین مخل ہین برخلاف غلام کے کہ خدمت مین یہ باتین قادح نہین الا درصورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت مین خدمت مین حرج ہوگا **ھدایہ** **ص** اور کافر ہونا دونون مین عیب ہو **ف** اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہی کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اوسکی آزادی کفارۂ قتل مین صحیح نہین ہو تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر نہی اور مسلمان نکلا تو رد نکریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک رد کر سکتا ہو **ھدایہ** **ص** اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہو **ف** سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ نہایت مدت حیض بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہ کے عورت مین اور ان دونون کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دیجاویگی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہووے یا بعد قبض کے **ھدایہ** **ص** اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہین **ف** کیونکہ ابھی احتمال ہی بالغہ ہونیکا **ص** اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہو گیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اوسکے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو رد نہین کر سکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر اور جس نے ایک کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کیا بعد اوسکے اوسمین عیب معلوم ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہوا ہو اوسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہین پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہو جاوے اوس قطع کیے ہوے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اوس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہین لے سکتا اور اگر قطع کرکے اوسکو سیلیا یا سرخ رنگا **ف** اسواسطے کہ اگر سیاہ رنگے گا تو بائع اگر راضی ہو جاویگا تو پھیر سکتا ہی **ص** اسکو خریدے اوسکو گھی مین ملا یا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو رد نہین کر سکتا **ف** اگرچہ بائع راضی ہو جاوے پھیر لینے پر کیونکہ اوسمین زیادتی ہوگئی ہو اور وہ جدا نہین ہو سکتی **ص** اور اگر بعد عیب معلوم ہونے کے ان چیزون کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہو **ھدایہ** یہ ہو کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کرکے اپنے

نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہین پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہی **ص** اگر ایک غلام خریدا اور اوسکو آزاد کردیا مفت یا مدبر کردیا یا لونڈی خریدی اوسکو اُم ولد بنایا یا مر گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہی اور اگر مال کے عوض مین اوسکو آزاد کیا یا اوسکو قتل کر ڈالا یا کھا خریدا اور کُل یا بعض اوسمین سے کھالیا یا کپڑا خریدکے اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہین سکتا **ص** اور اگر انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کارآمد نہ ہوے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کارآمد ہی تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے **ف** اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاوے گی جیسے سوا اخروٹون مین ایک یا دو سڑے نکلے **ھدایہ** **ص** اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمین عیب کا یا انھونے دیکھا تھا اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس یہ عیب نہ تھا اور اوسنے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اوس شئی کو پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شئی پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہین پھیر سکتا **ف** اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی **ص** اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوسمین عیب کا دعوی کیا تو قاضی مشتری کے واسطے ادای قیمت کے جبر نکریگا یہان تک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع پاس عیب دار تھی **ف** اسواسطے کہ اول صورت مین قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیویگا اور دوسری صورت مین وہ شی بائع کو پھروا دیگا تو جب تک ان دونون امرون مین سے کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہین دلا سکتا کیونکہ احتمال ہی کہ بائع قسم سے نکول کرے اور مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کر دے تو اب قضای قاضی باطل ہو جاویگی **ص** اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو ثمن بائع کے حوالہ کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے عیب نہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاویگا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھروا دیجاویگی **ف** تو اگر بائع نے عیب نہونے پر قسم کھالی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت مین ثمن مشتری سے دلا دیجاویگی اب اگر پھر اوسکے گواہ آگئے اور انھونے گواہی دی اوس شئی کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلا دی جاویگی اور مبیع بائع کو **کفایہ** **ص** تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعوی کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہی تو بائع سے قسم نہ لیجاویگی جب تک مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہی اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اوسنے اوس غلام کو اور سپرد کیا اوسکو مشتری کے اور جبتک کبھی نہ بھاگا تھا یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو دعوی اوسکے کا نہین پہونچتا اور تیرے جس طور سے وہ دعوی کرتا ہی یا اسطرح سے کہ کبھی نہ بھاگا تھا تیرے پاس **ف** کیونکہ ان تینون صورتون مین بائع کو گنجایش تاویل اور بات بنانے کی نہین ہی کہ اوسطور پر قسم سے سمجھے **ص** اور اسطرح سے قسم نہ لیوے کہ جسوقت اوسنے بیچا تھا اوسوقت غلام مین یہ عیب تھا یا جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اوسوقت یہ عیب نہ تھا **ف** اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات بنانے کی ہی کیونکہ اول صورت مین ممکن ہی کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہو گیا ہو اس صورت مین اوسکا کلام سچا ہو سکتا ہی اور دوسری صورت مین

ہو سکتا ہی کہ مراد اوس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا
ص اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہون وین بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک اول قاضی بائع سے
قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ مین نہین جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی تو اگر اوسنے قسم کھالی تو عزمی مشتری
کا لغو ہو گیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہون کے پیش ہونے کے دیجاتی ہی ف یعنی اوسی
طرح سے ص اور امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہون تو بائع کو قسم بالکل نہ دیجاویگی ف اسواسطے
کہ قسم مرتب ہوتی ہی دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہین ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نہ کرے بھاگنے
مین گواہ ہونے سے اور اگر دعوی بائع غلام کے بھاگنے مین ہووے تو قاضی بائع کو اسطور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہین بھاگا یہ
پاس جب سے یہ مردون مین شریک ہوا ہی یعنی بالغ ہوا ہی واسطے کہ چھوٹے پن مین بھاگنا سبب نہین دکا بعد بلوغ کے هدایه ص اور ایک
قول مین قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبین کے ف اور یہی مختار ہو ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی
پر قبضہ کیا اور بائع نے اوسکے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے
کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسی داموں مین دو لونڈیان بیچین تھین ایک عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی ایکلی اس
داموں مین بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچین
تھین لیکن مشتری یہ کہتا ہو کہ یہ میرے قبضے مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہو کہ تو دونون لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا
قسم سے معتبر ہوگا اور اگر دو غلامون کو ایک ہی مرتبے مین خریدا اور اونمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے
دونون کو رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے ف اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دیوے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقہ بیع
تمام نہین ہوا ہی بسبب عدم قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفریق صفقہ لازم آتی ہی قبل تمام کے اور وہ
جائز نہین هدایه ص اور اگر دونون پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہی ف اسواسطے کہ یہان صفقہ بسبب قبض
کے تمام ہو گیا ہی تو تفریق مین چھ قباحت نہین ص جو چیز ناپ تول کے بکتی ہی ف جیسے غلہ وغیرہ ص اگر اوسمین سے کسی قدر مبیع عیب
پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے ف مثلاً من بھر گیہون خریدے اور سیر بھر مین اوسمین سے کچھ عیب معلوم
ہوا تو چاہے کل کو واپس کرے چاہے کل کو رکھے اور یہ نہین ہو سکتا کہ جتنا عیب دار ہو اوسکو واپس کرے اور باقی کو رکھ لیوے
ص اور یہ جب ہی کہ وہ سارے چیز ایک ہی ظرف مین ہو اور جو دو ظرفون مین علیحدہ علیحدہ ہووے ف جیسے دو بورے
گیہون کے ہووین من من بھر کے ص تو جسمین عیب نکلے اوسی ظرف کو پھیر سکتا ہی اور اگر مبیع مین کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے
اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہو تو اوسکو یہ اختیار نہین کہ جسقدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے
استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہی ہان مبیع اگر کپڑا ہووے اور اوسمین تھوڑا پھٹا دوسرے کا نکلے تو مشتری
کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے ف اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہین ہی بلکہ اناج وغیرہ ہو تو اوسمین تھوڑا نکل جانا
مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اوسکے دام بائع سے پھیر لیگا اور کپڑا مین بعضے اوقات اگر تھوڑا سا نکلجاوے تو ضرر کرتا ہی
اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کے لیے لیا تھا وہ اب نہین بن سکے گی ص اگر ایک گھوڑا خرید کر اوسمین عیب پایا یا دیکھر

اوسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اوسپر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاویگا اور اگر سوار ہوا اوسکے پھیرنے کے لیے یا پانی پلانے کے لیے یا چارہ خریدنے کے لیے جب بغیر چڑھے چارہ خریدنا اور پانی پلانا ممکن نہو ف مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوے نہ چلے یا مشتری چال سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہو ویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آکر اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض مین گردن ماراگیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونون صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکی قیمت دونون حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اوسی غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہو اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہی لگا کر اول جو بڑھے پر بڑھے اوسقدر بائع سے پھیر لیوے اور اسیطرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کے ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آکر بسبب چوٹ کے مرگئی ف تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی قیمت جتنی بڑھے اوسقدر پھیر لیوے ھدایہ ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ مین بیع کے سب عیبون سے بری ہون اور مشتری نے اوسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی وجہ سے پھیر نیکے گا اگرچہ بائع نے ہر ہر عیب کا نام نہ لیا ہو ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہین تو بائع سب عیبون سے بری ہیگا خواہ وہ عیب وقت بیع ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسف رح کے اور امام محمد رح کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوا ہو اوس سے بائع بری نہوگا ف اور یہی قول ہے زفر کا اور مختار قول امام ابو یوسفؒ کا ہے

باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح بدیع مین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہی بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب قبول مبیع مین خلل پڑے لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہووے اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہو نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی اور اصل کتاب مین ہو کہ مال وہ چیز ہی جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اوسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور خون اور جو جانور آپسے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہو لیکن وہ جانور جو گالگھونٹا جاوے یا اور کسی جگہہ زخمی کرکے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہی اور ذبیحہ مجوسی کے مال ہین لیکن شرع مین یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب اور سور اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہی یعنی بے قیمت اوسکی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہمکو حکم ہوا ہی لیکن وہ اگر دینون مین مال متقوم ہو تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپسے جانور مرا ہوا تو اوسمین بیع بالکل باطل ہی برابر ہو کہ اوسکو مبیع بناوین یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہی ہماری شرع مین جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ مجوسی تو اوسکو اگر بدلے مین روپیہ اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہی اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو ان چیزون کے بدلے مین بیچین تو اسباب مین بیع فاسد ہی اور ان چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہی کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہون اور فاسد وہ ہی جسکی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھ

فرق نہین ہی اور تحقیق اسکی اصول فقہ مین ہی انتہی اور ہمارے مین ہی کہ بیع باطل مین وہ شئی مشتری کے ملک مین کسی طرح نہین آتی تو اگر وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اوسکا تاوان مشتری پر نہوگا اور بیع فاسد مین جب مشتری اوس شئی پر قبضہ کرلیوے تو اوسکا مالک ہو جاتا ہی اور اوس شئی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہی اسکی مثال یہ ہو کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے تین سو درمے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آنکر ہلاک ہوگیا تو اوسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہی اور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے تین سو درمے یا شراب یا سؤر کے خریدا تو زید پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اوسپر قبضہ کریگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک مین آجاویگا اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہی اس قاعدہ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہی کہ اس باب مین سب مسائل مذکورہ مین کام آویگا **ص** باطل ہی بیع اوس چیز کی جو مال نہین ہی جیسے خون یا مردہ **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین مال نہین ہین دوسرے یہ حرام کیا انکو اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ یعنی حرام ہی تمپر مردہ جانور اور خون اور گوشت سؤر کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوای خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہی کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہی اوسپر قیمت اوسکی روایت کیا اسکو ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپکے مین تھے کہ اللہ اور رسول نے اوسکے حرام کی بیع شراب اور مردہ اور سؤر اور بتونکی سو کسی نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے چربی کو مردے کی کہ روغن کرتے ہین اوس سے ناؤن کو اور چرب کیجاتی ہین اوس سے کھالین اور روشنی کرتے ہین اوس سے لوگ سو فرمایا نہین وہ حرام ہی لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اوپر چربی جانورون کی پگھلایا اوسکو پھر بیچا اوسکو پھر کھائے دام اوسکے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہین ہی اور صحیح بخاری مین مروی ہی ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہین کہ دشمن ہونگا مین انکا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اوسنے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اوسکی اور ایک وہ شخص جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اوسکو مزدوری اوسکی **ص** اوسیطرح ان چیزون کے عوض مین بیچنا بھی باطل ہی اور بھی باطل ہی بیع اُم ولد کی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سُنن مین کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپنے کہ آزاد کردیا اوسکو لڑکے نے اوسکے یعنی ابراہیم نے اور روایت کی بیہقی اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے اُم ولد کے تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث مین آوے خدمت لے اوسسے مالک اوسکا جبتک چاہے پھر جب مرگیا تو وہ آزاد ہی **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہی **ھ** ایہ مدبر مطلق اوسکو کہتے ہین جسے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہی اور مدبر مقید وہ ہی جیسے مالک کہے کہ اگر مین اس سفر سے آؤن تو تو آزاد ہی یا اس بیماری مین اگر مرجاؤن تو تو آزاد ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جو گذری کتاب العتاق مین کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہوجاویگا ثلث مال سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور مکاتب کی **ف** اور یہی صحیح مذہب ہی شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہی اور ہمارے مین ہی کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اوسمین دو روایتین ہین اصح اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے مکاتب غلام ہی جبتک کہ باقی رہے اوسپر ایکدرہم اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت

عائشہؓ اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاری نے کہ آئی بریرہ مدد مانگنی تھی حضرت عائشہؓ سے اپنے بدل کتابت میں سو کہا حضرت عائشہؓ نے اگر تیرے مالک راضی ہو جاویں اس بات پر کہ سب روپے میں ان کو ایک دفعہ دیدوں اور تجھکو آزاد کر دوں تو میں ایسا کرونگی تو ذکر کیا بریرہؓ نے اس بات کا اپنے مالکوں سے کہا اونھوں نے نہیں راضی ہیں ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عائشہؓ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپ نے کہ خرید کر لو تم اوسکو اور آزاد کر دو اور ترکہ اوسکو ملیگا جو آزاد کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہو جاوے بیع پر درست ہو اور یہی موافق قیاس کے ہے **ص** اور باطل ہے بیع اوس مال کی جو شرع میں نہ قیمت ہو جیسے شراب یا مردار روپیہ اشرفی کے بدلے میں **ف** یعنی اون چیزوں کے بدلے میں جو شرع میں جیسے روپیہ اشرفی اور پیسے جنکا چلن ہووے واسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جسنے حرام کرتا ہے کوئی شے حرام کرتا ہے ثمن اوسکی روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور گذر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالیٰ نے بیع شراب اور مردار اور مرے اور بتوں کی **ص** اور اگر بائع نے آزاد اور غلام کو ملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو **ف** جسکا قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے **ص** تو دونوں کی بیع باطل ہو گی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ کہدی ہووے **ف** مشتری یوں کہے کہ بیچا میں نے ان دونوں کو بدلے میں دو روپے کے ایک روپیہ قیمت ہو مذبوحہ کی اور ایک روپیہ مردہ کی **ص** اور اگر غلام کو مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملا کر بیچے یا اپنے ملک کو شئی وقفی کے ساتھ ملا کر فروخت کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہو جاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہ ہو گی **ف** اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کی ہووے **ھدایہ** **ص** اور اسباب کا بیچنا بدلے میں شراب کے یا شراب کے بدلے میں اسباب کے فاسد ہے **ف** یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب میں تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کر لیگا اس صورت میں اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی اور اوسکا مالک ہو جاویگا لیکن تبایعین باطل ہے یہاں تک کہ میں شراب کا مالک نہیں ہو سکتا تو جسکی طرف سے شراب تجھ ہی ہو وہ اوسکی قیمت دیگا **ص** اور باطل ہے بیع مچھلی کی دریا میں قبل پکڑنے کے اگرچہ روپیہ اشرفی کے بدلے میں ہووے اور فاسد ہے اسباب کے بدلے میں **ف** واسطے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خرید مچھلی کو پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے یعنی دھوکا دیکر روایت کیا اسکو امام احمد نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اوسکا صواب ہے اور روایت کی امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں عمر بن خطاب سے کہ فرمایا انھوں نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے اور اسکا مثل اوسکا ابن مسعود سے **ص** اور اگر مچھلی کو شکار کر کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اوسکو پکڑ سکتے ہیں تو اوسکی بیع جائز ہے اور اگر بغیر جال یا شست کے نہیں پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہے اور اگر مچھلیاں دریا سے ایک طرف گڑھے میں آ کر جمع ہو رہیں اور اونکی راہ دریا کی بند کر دی تو بیع اونکی جائز ہے ورنہ باطل ہے اور بھی باطل ہے بیع ہوا میں اڑتے جانور کی **ف** واسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ ملک میں نہیں آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہے تو بھی جائز نہیں واسطے کہ اوسکی تسلیم پر قادر نہیں ہے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ بلانے سے بلا ہو اور اوسکے بلانے سے چلا آتا ہووے بغیر کلفت کے تو جائز ہے بیع اوسکی ورنہ نہیں **فتح** **ص** اور باطل ہے بیع بچے کی پیٹ میں **ف** واسطے کہ حدیث ابی سعید میں ذکر کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید نے سے اوس چیز کے جو پیٹ میں ہے جانوروں کے یہاں تک کہ نہیں روایت کیا

اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اون چیز کے جو نر کی پشت مین ہو وے اور ماد کے شکم مین **ص** اور بچے کے بچے کی **ف** یعنی جیسے بچے کے بچے کی بیع باطل ہو ویسے ہی وہ بچے کے بچے کی جسکو عربی مین نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمر رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کے اور ابن عمر رض سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق ہین لغت کے اور قریب مین از روی لفظ کے اور اسیطرح کہے ہین امام احمد رح اور امام شافعی رح اور مالک نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ کسی چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہووے گا اور پھر بچہ کا بچہ اوسوقت مین دام دونگا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہو **قسطلانی ص** اور جائز نہین بیع دودہ کی تھن مین جانور کے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اون چیز کے جو تھنون مین جانور کے ہو اور روایت ہو ابن عباس رض سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہان تک کہ کھانے کے قابل ہو وے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودہ تھن مین روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور دارقطنی نے اور نکالا اسکو ابو داود نے مراسیل مین عکرمہ کے اور یہی راجح ہو اور بھی نکالا اوسکو موقوف ابن عباس رض سے اسناد قوی کے اور ترجیح دی اوسکو بیہقی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین عکرمہ سے انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودہ تھن مین اور گوشت بکری مین یا چربی اوسکی یا مغز اون اوسکے یا پائے اوسکے یا کھالین اوسکی جب زندہ ہووے یا آماگیون مین یا گیہون مین دودہ مین **فتح ص** جاننا چاہیے کہ دودہ کی تھن مین بیع جائز نہونے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین دودہ جو مانون ہو یا نہ تو اس صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے اسواسطے کہ اوسکے وجود مین شک پڑگیا دوسری وجہ یہ ہو کہ دودہ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہو تو بیع دودہنے کے پہلے اگر بڑھگیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جاویگی اور یہ وجہ چاہتی ہو کہ بیع فاسد ہو **ف** اسیواسطے ہم نے اوسکو جائز نہین کہا تا دونون صورتون کو شامل ہو جاوے **ص** اور فاسد ہی بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر **ف** بسبب حدیث ابن عباس رض کے جو اوپر گذری **ص** اور ایک کپڑے کی چھت مین اور ایک گز کی کپڑے مین اگرچہ اوسکے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہو وے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کپڑے کی کو اوکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہو بیع اوس چیز کی جو نکاری کے ایک بار جال لگانے مین بیچھے **ف** اسواسطے کہ اسمین دھوکھا ہو اور منع کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے اور اسی طرح باطل ہو بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعید مین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** اور فاسد ہو بیع مزابنہ اور وہ یہ ہو کہ درخت پر کی کھجور کو ساتھ توڑی ہوئی کھجور کے بیچے اٹکل سے **ف** اور اسی طرح سے محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے اور گیہون کے بدلے مین جو کٹے ہوے الگ رکھے ہین اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہو اسواسطے کہ اسمین گمان رباج کا ہو بسبب زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اوسکو مسلم رض نے ابو ہریرہ سے اور روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نسائی نے جابر سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی نے **ص** اور فاسد ہی بیع ملامسہ اور بیع حصاۃ اور منابذہ **ف** یہ تینون بیع مروج تھین زمانہ جاہلیت مین بیع ملامسہ اسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری نرخ کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اوسکو مشتری چھولیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع حصاۃ اسے کہتے ہین کہ مشتری جب اوپر کر

کنکر رکھ دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب بیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاری نے حدیث انس مین کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ملامسہ و منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چارون اصحاب سنن نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے

ص اور باطل ہی بیچنا گھاس کا زمین مین اور اوسکو ٹھیکہ دینا **ف** اسلئے کہ روایت کی ابو داود نے سنن مین جریر بن عثمان سے انھون نے ابی خراش بن حمان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا مین نے ساتھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے تین مرتبہ سنتا تھا مین آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین اور روایت کیا اوسکو امام احمد نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور اسناد کی ابن عدی نے کامل مین احمد اور ابن معین سے کہ جریر راوی اس حدیث کا ثقہ اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہین **فتح** **ص** اور باطل ہی بیع شہد کی مکھیون کی مگر جب ایک بدن مین شہد اور مکھیان دونون ہون تو بیع مکھیون کی بھی بتبعیت شہد کے جائز ہو جاویگی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب مجتمع ظاہر مقدور التسلیم ہون جائز ہی **ف** اور اسی پر فتوی ہی **درمختار** **ص** اور ریشم کے کیڑون کی اور اوسکے تخم کی **ف** یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی **ص** امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب ان کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑون کے ریشم کی تبعیت مین درست ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت مین درست ہی **ف** اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہی **درمختار**

ص اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع فاسد ہی **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** مگر اوس شخص سے جسکے پاس گمان ہو اوس غلام کے ہونے کا **ف** اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق مین بھاگا ہوا نہین ہی بلکہ اوسکے قبضے مین ہی **ص** اور باطل ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ پستان مین ہو یا لونڈی کا دودھ ہو تو اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہی **ف** اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور مالک فتح القدیر مین ہی کہ نفع اوٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہی یہان تک کہ بعض مشایخ نے آنکھہ مین ڈالنے کے لیے بھی منع کیا ہی اور بعضون نے جائز رکھا ہی دوا کے واسطے **ص** اور باطل ہی بیع سور کے بالون کی **ف** اسواسطے کہ وہ نجس العین ہی اور موزہ سینے کے لیے اوس سے انتفاع جائز ہو اور اگر کہین بدون خریدے ملے تو بسبب ضرورت کے خریدنا اوسکی جائز ہو اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہی تو اوسکی قیمت حلال نہین بائع کے لیے اور بال اوسکا پاک ہی تو بقول صحیح نجس کرتا ہی امام ابی یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے **درمختار** **ص** اور حرام ہی نفع اوٹھانا اوس سے اور بھی باطل ہی بیع جانور مُردے کے کھال کی قبل دباغت کے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اوٹھاؤ مُردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اوسکے پٹھون سے **ص** اور بعد دباغت کے اوسکو بیچنا اور کام مین لانا درست ہی **ف** اور دلیل اوسکی کتاب الطہارۃ مین گذری اور قوی دلیل یہ ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم نے عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت میمونہ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقہ مین اور وہ مر گئی تو گذرے اوسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اور فرمایا آپنے کیون نہین لی تم نے کھال اوسکی اور دباغت کرکے نفع نہ اوٹھایا کہا صحابہ نے کہ وہ مُردہ ہی فرمایا آپنے کہ مُردے کا صرف کھانا حرام ہی **ص** اسیطرح مُردار جانور کی ہڈی اور دیان اور پٹھے اور

بال اور سینگ سے نفع لینا اور انکا بیچنا جائز ہو **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین پاک ہین اور دلیل انکی کتاب الطہارۃ مین گذری **ص** اور ہاتی مثل مردار کے ہو اوسکی ہڈی کا بیچنا اور اوس سے نفع اوٹھانا درست ہو مگر امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہین **ف** اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ہاتی مثل سور کے نجس العین ہو اور صحیح ہمارا مذہب ہو اور اوسی کے مؤید ہین بہت سے احادیث جنکا بیان فصل ہاءت مین کتاب الطہارۃ سے گذرا **ص** اگر بالا خانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونون گر گئے یا بالا خانہ بالکل گر گیا اب لا خانیکے مالک نے صرف بالا خانہ بیچا تو بیع اوسکی باطل ہو اسواسطے کہ سوای اوپر ہونے کے حق کے اور کوئی چیز باقی نہین اور اوپر ہونے کا حق مال نہین **ف** یعنی جب بالا خانہ گر گیا تو کوئی چیز اوس قسم کی باقی نہین رہی جو مشاہد ہو موجود ہو صرف ایک حق تعلق یعنی اوپر ہونیکا حق باقی ہو اور وہ مال نہین ہو اور جو مال نہین ہو اوسکی بیع باطل ہو **ھدایہ** **ص** ایک وہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہو بعد اوسکے غلام نکلا تو بیع باطل ہو اور اگر ایک مینڈھا خرید ابعد اوسکے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہو لیکن مشتری کو اختیار ہو چاہے رکھے یا پھیر دیوے اور فاسد ہو خریدا اس طور پر کہ مشتری تابع اوسی چیز کو پہلی قیمت سے کم میں لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اوسکی یہ ہو ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہین ہوے تھے کہ مشتری سے پھر دس کو خرید لی تو دس کی عوض مین دس نہ ہوگئے اور باقی کے پانچ روپے اور مشتری پر باقی رہے **ف** اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہو جو مالک کے ضمان مین نہین آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن العاص سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے علوم الحدیث مین اور بیہقی نے روایت کی امام ابو حنیفہ نے مسند مین ابی اسحٰق سبیعی سے انھون نے عورت سے ابی لیفرکے کہ کہا ایک عورت نے حضرت عایشہؓ سے کہ زید بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھہ ایک لونڈی کو آٹھہ سو درہم کے بدلے مین پھر خریدا اوسکو چھہ سو درہم کے عوض مین تو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پہونچا ہے تو زید کو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالی باطل کردیگا حج اور جہاد تمھارا ساتھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر تو یہ نکروگے اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح کہ آئی حضرت عایشہؓ کے پاس ایک عورت اور کہا اوسنے کہ بیچا میرے زید بن ارقم کے ہاتھہ ایک غلام بیچا آٹھہ سو روپے کو میعاد پر پھر خرید لیا مین نے اوسسے چھہ سو روپے کو تو فرمایا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پہونچا ہے تو زید کو کہ تمنے باطل کردیا جہاد اپنا ساتھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نکروگے برا کیا تونے جو بیچا اور خریدا اور یہ حدیث صحیح ہو اور یہ قول حضرت عایشہؓ کا بھیجا نا گیا ہو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شافعیؒ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہو اور عالیہ اسکی اسناد مین مجہول ہو باطل ہو اسواسطے کہ عالیہ ایک عورت جلیل القدر ہو زوجہ ہو ابی اسحٰق سبیعی کی ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور کہا کہ سنا ہو اوسنے حضرت عایشہؓ سے **فتح** **ص** اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہین وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے ساتھہ ملاکر پندرہ کو خریدی تو پہلی لونڈی مین بیع فاسد ہے اور دوسری مین جائز ہو **ف** اسواسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اوس سے کم مین خریدا ہو تو اوسمین بیع جائز نہو گی اور دوسری لونڈی مین صحیح ہو جاویگی **ص** تیل کو اس طرح خریدا کہ ہر برتن سمیت تول لیوین گے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کرین گے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا نو تو یہ فاسد ہو اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی ہر برتن کا وزن ہو اوتنا حساب مین مجرا کرلیگے تو یہ درست ہو **ف** اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضای عقد ہو کیونکہ احتمال ہو کہ ہر برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم زیادہ اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضای

عقد ہو اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہو اور ہر وزنی میں یہی حکم ہو **ص** اگر گھی کپے میں خریدا اور مشتری جب گھر پھیرنے گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کپا اور تھا اور وہ دوسرا سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کپا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا **ف** اسواسطے کہ کپے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا **ھ** ایسا اور یہاں بھی قید گھی کی اتفاقی ہے بلکہ جو وزنی ہو اوسمیں یہی حکم ہے **ص** باطل ہے مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ بیع کی بیع اور ہبہ اوسکا اور صحیح ہے بیع اور ہبہ راہ کا **ف** یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہ سکے جاتا ہو تو جس شخص کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہو اوسنے اوتنی زمین بیع کی تو باطل ہے اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہے اور اوسنے راستہ بیچا تو صحیح ہے **ص** بعض علمانے کہا ہے کہ مسیل سے یا رقبۂ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جسمیں پانی بہتا ہے **ف** جیسے نہر یا نالے یا چھت **ص** اور راہ سے بھی رقبہ راہ یعنی اوتنی جگہ جسمیں سے گذرتا ہے تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہے لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہیں **ف** یہ جب ہے کہ اوسکا طول و عرض معین معلوم نہ ہووے اور جب اوسکا طول و عرض بیان کر دیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاوے تو جائز ہے بیع اوسکی جیسا کہ ذکر کیا سرخسی نے یا پانی بہنے کی جگہ کہے لیکن اوسکی حدود اور جگہ بیان کر دیوے تب بھی جائز ہے ذکر کیا اوسکو قاضی خان نے چلیپی **ص** اور رقبہ راہ معلوم ہے اگر اوسکے حدود بیان کرے اور اگر نہیں بیان کیے جب بھی وہ مقدر ہے دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین میں تو جائز ہے اوسمیں بیع اور ہبہ اور نیا سیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر ہے تو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلّی ہے یعنی ایسا حق ہے کہ متعلق ہو ایسی چیز سے جو باقی نہیں رہتا **ف** جب چھت گر جاوے **ص** اور راہ سے بھی حق گذرنے کا مراد ہے تو اوسمیں دو روایتیں ہیں **ف** ایک روایت میں بیع اوسکی صحیح ہے اور دوسری روایت میں باطل ہے مختار میں ہے کہ اکثر فقہا نے روایت اول سے اخذ کیا ہے اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہے **ص** وجہ بطلان یہ ہے کہ وہ صرف حق ہے اور مال نہیں ہے اور وجہ صحت یہ ہے کہ اسکی طرف احتیاج ہے اور وہ ایک حق معلوم ہے متعلق ہو اوس چیز سے جو باقی ہو **ف** یہ جب ہے کہ حق گذر نیچا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو باتفاق باطل ہے **ص** اور صحیح ہے وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب اور سؤر کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار کے اپنے نزدیک امام صاحب کے **ف** لیکن مکروہ ہے بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دیوے یا اوسکو بہا دیوے اور سؤر کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کرے **طحطاوی** **ص** اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں **ف** مختار میں ہے کہ یہی ظاہر تر ہے **ص** یہاں پر بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہیں **ف** جاننا چاہیے کہ حدیث اور آثار شروط بیع میں مختلف وارد ہوئے ہیں طبرانی نے اوسطمیں روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونوں کا معلوم ہوتا ہے اور حدیث اوپر گذر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ خرید لو بریرہ کو اور شرط کر لو اوسکے مالکوں کے لیے ولاء کی اور ولا اسیکو ہے جسکی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع جائز ہے اور شرط باطل اور بھی اوپر گذری حدیث خیار الشرط کی اور اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع اور شرط دونوں جائز ہیں اسواسطے فقہا نے شروط کی تقسیم کر دی **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی ہووے جیسے شرط ملک

ف بیع بالشرط کا بیان

واسطے مشتری کے یا اوسکو عقد مقتضی نہووے لیکن اوسمین نفع کسیکو نہووے **ف** یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہو اوسکی مثال ہدایہ مین لکھی ہو کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اوسکو بیچ کر **ص** جائز ہو **ف** اور وہ شرط لغو ہو مثلاً اس صورت مین مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی نہووے اور اوسمین بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد ہو اول کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہو دوسرے کی مثال یہ ہو کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اوسکو قطع کر دیوے یا اوسکی قبا سی دیوے یا اوسکی جوتی بنا دیوے یا اوسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون مین مشتری کا نفع ہو تیسرے کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اوسکو آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہو اور فاسد ہو بیع لونڈی کی ہون حمل کے **ف** یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہو اور لونڈی تیری ہو تو یہ بیع فاسد ہو اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو اوسکا استثنا بھی درست نہو گا **ص** اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کے لیے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاری کے روزون تک یا یہودیون کی عید تک دون گا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہون تو یہ بیع فاسد ہو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہو گی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر مین دیگا اور اگر ان دنون کو دونون پہچانتے ہون تو جائز ہو درمختار نوروز اوس دن کو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہو اور مہرگان وہ دن ہو جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہو **ص** یا یہ کہا کہ حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک دونگا تو بھی بیع فاسد ہو **ف** اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہو گی **ص** اور اگر ان دنون تک بیع اور قبل ان وقتون کے آنیکی مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جاویگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہو

فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہو بعضون کے نزدیک تو اوسکے تلف ہو جانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہو گا اور بعضون کے نزدیک مشتری پر ضمان اوسکی قیمت کا لازم ہو گا **ف** یہی مختار ہو اور اسی پر فتوی ہو **قنیہ** **ص** اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اوسکی صراحتاً ہو **ف** مثلاً بائع کہے کہ تو اسپر قبضہ کرے **ص** یا دلالت حال سے **ف** مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد مین قبضہ کیا **ص** اور مبیع اور ثمن دونون مال ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہو گا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنًی **ف** مثل حقیقۃً اون چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنًی اون چیزون مین جو غیر مثلی ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزون کا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا دشوار ہی اسواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا گیا ہی **ص** اور واجب ہی ہر ایک بائع اور مشتری پر فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے تب کہ وہ شی مشتری کی ملک مین ہو اور اسیطرح بعد قبض بھی کے اگر فساد ذات عقد مین ہو یعنی احد العوضین مین جیسے بیع درہم کی بدلے مین درہم کے **ف** اور اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہین اور اگر کوئی

فسخ مین انکار کرے تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے درمختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجکو ایک مہینہ یہ دیوے تو فسخ شرط لگانی ہووے اوسکو فسخ واجب ہوا امام محمدؒ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک وجہ ہو تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین مبیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اوسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہو جاوینگے اور اوسپر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا ف اسواسطے کہ مبیع سے حق غیر کا متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہی حق اللہ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہی اور بندہ محتاج ہی ص اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہیں لے سکتا جب تک اوسکی ثمن پھیر دیوے تو اگر بائع بعد فسخ کے مر جاوے تو پہلے اوس شئی کو بیچکر مشتری کی ثمن ادا کرینگے بعد اوسکے اور قرض خواہون کو جو بچے گا دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مر جاوے تو شی مرہون کو بیچکر اول روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اوسکے جو بچے گا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہون کو ملے گا ھدایہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اوسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اوسکو صدقہ دیدیوے و بائع نے جو نفع کمایا تھا اوسکو حلال ہو گیا ف اور دلیل اسکی ہدایہ اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسی طرح پر اگر ایک شخص نے دعوی کیا کچھ روپیون کا شخص دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپے اشرفی ادا کر دیے بعد اوسکے مدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اول روپیون مین نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاویگا ف اور مدعا علیہ سے جس قدر روپے لیے تھے وہ پھیرنا پڑینگے ص اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک مکان بیچی اور مشتری نے اوس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اوسکی قیمت لازم ہو گی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا ف ایسا ہی اگر مشتری نے اوس زمین مین درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہین کر سکتا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اوکھاڑ لیوے اور زمین خالی کر دے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہی اور نہر الفائق مین مذہب امام صاحب کو اور وہی مختار ہی اس زمانے مین ص

فصل مکروہات بیع مین

مکروہ ہو لازم ہونا یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اوسکی خرید مین رغبت کرے اور اپنے کو خریدنا منظور نہو ف اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نجش کرو ص اور مول کرنا اوس چیز پر جسکا کوئی اور مول کر چکا ہو یعنی اوس قیمت پر بائع راضی ہو چکا ہو ف اور اگر اوسنے ابھی مول نہین چکایا تو جائز ہی صحیح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکائے کوئی اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہی واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہی اگر غیر ذمی ہو یا مستامن درمختار ص اور مکروہ ہی اناج کی بھرتی کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے ف یعنی اناج لیکر بنجارے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جاکر اون سے خرید لینا مکروہ ہی اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہی اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین

لاکر خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجارون کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہو وے اور یہ شخص اون سے جاکر سستا خرید کر لیوے قریب دیکر اگر یہ دونون صورتین نہون تو مکروہ نہین ھدایہ صحیحین مین مروی ہوا ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اوسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے ص اور مکروہ ہو بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے داموں کی طمع سے ف حاضر وہ شخص ہی جو شہر مین رہتا ہی بادی وہ جو بیرون شہر دیہات کا رہنے والا ہی ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہی روایت کی بخاری نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگون کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اونکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملین اور ایک معنی کیا ہی ہدایے مین دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اوسکے طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور درمختار اور اصل کتاب مین اور منقول ہی یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہوا سکے آخر حدیث کہ چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیون کو بعضے سے روایت کیا اوسکو مسلم نے جابرؓ سے ص اور مکروہ ہی بیع وقت آذان جمعہ کے تحریماً ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ اے ایمان والو جسوقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑو سودا کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے مین خلل آتا ہی سعی مین اور وہ واجب ہی یہان تک کہ اگر سعی مین خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی مین سوار ہین اور وہ کشتی چلی جاتی ہی مسجد جامع کو تو مضایقہ نہین درمختار ص جن دو مردون مین قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونون نکل گئے ھدایہ ص اور دونون صغیر سن ہون یا ایک صغیر سن تو اون مین جدائی ڈالنا مکروہ ہی جب کسی حق کے سبب سے نہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جب دونون مین نا تا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع بدون دوسرے کے جائز نہین ف اور بعضون نے کہا کہ طلق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہین خواہ نا تا ولادت کا ہووے یا اور طرح کا اور یہی قول ہی زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب مین قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذی نے ابی ایوب انصاریؓ سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اوسکے ولد کے جدائی ڈالیگا اللہ تعالی درمیان اوسکے اور درمیان دوستون اوسکے کے قیامت کے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہی غریب ہی اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے شرط مسلم پر اور نظر کی اوسمین مبنی نے کہ اوسکے اسناد مین یحیی عبید اللہ ہی نہین اخراج کیا اوسنے صحاح مین اور اختلاف کیا گیا اوسمین اسسبب اختلاف کے اسمین صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے ایک قصے کے ساتھ اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہی وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اوسکے ولد کے اور کہا کہ اسناد اوسکی صحیح ہی اور روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس مین بھائی تھے بیچا

ہین نے ایک کو پسند فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا مین نے بیچدیا اوسکو تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیرلے اوسکو پھیرلے اوسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہی اور روایت کی حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیمی تو حکم کیا مجکو ساتھ بیع دو بھائیون کے تو بیچا مین نے اون دونون کو الگ الگ کہا مین نے آنکر یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا اپنے کو پھیرلے اونکو اور بیچ اونکو ایکساتھ اور نہ جدائی کر درمیان اونکے صحیح کیا اوسکو حاکم نے اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی کی ابن قطان نے غیر سب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولی ہی اون حدیثون مین جنپر اعتماد ہی اس باب مین اور روایت کیا اوسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اوسمین انقطاع ہی اور وہ مضر نہین ہمارے نزدیک **ص** اور اگر جدائی اون دونون کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اوسمین دیگیا یا عیب کے سبب سے روکا گیا تو مکروہ نہین اور جایز ہی بیع **ف** یزید یعنی نیلام جسکو ہمارے لوگ کہتے ہین اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمبل ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ لکڑی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار کون بڑھتی دیتا ہی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درہم کو لیتا ہون سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونون چیزین اوسکو دین اور دونو درہم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اوسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیان لایکر اور بیچا کر اور مین تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھ درہمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے **ص**

باب اقالہ کے بیان مین

ف اقالہ کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیرے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالی لغزش اوسکی قیامت کے دن روایت کیا اوسکو ابوداود اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور صحیح کہا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے **ص** جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین تو فسخ بیع ہی اور سوا اونکے اور شخصون کے حق مین مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق مین نہوسکے تو اقالہ باطل ہوگا **ف** اور مثال اوسکی آگے آتی ہی **ص** اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اوسکا فایدہ یہ ہی کہ وقت اقالہ کے شفیع کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی **ف** مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اوسوقت حق شفعہ ساقط کردیا بعد اوسکے اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید تو اب پھر اوسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی **درمختار** **ص** اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اوسکے

اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنی ابتدائے اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسف کے
نزدیک اقالہ بیع ہی تو اگر بیع نہوسکے گی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمد کے نزدیک فسخ ہی اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع
شمار کی جاویگی ص تو باطل ہوا اقالہ بیع اوس لونڈی مین جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آنکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی
خریدی اور وہ مشتری پاس آنکر بعد قبض کے جنے تو اس اقالہ کو فسخ نہین بنا سکتے اسواسطے کہ بیع مین زیادتی ہوگئی اور جو
مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالہ
کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اوتنی ہی قیمت کو دست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپے کے بدلے مین بیع ہوئی تھی اور اقالہ
مین اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پہلی
قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب کے نزدیک
اقالہ فسخ بیع اول ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہی تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے دست ہوگی
الا کمی قیمت کی اوس صورت مین درست ہی جب مبیع مین مشتری کے پاس آنکر کوئی عیب ہوگیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع
نہین ہی البتہ ہلاک ہوجانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہی ف یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہوجاوے تو یہ اقالہ کالعدم نہین اسواسطے
کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل مبیع ہی اور وہ موجود ہی اسی اسطے اگر مبیع تلف ہوجاویگی مشتری پاس تو پھر اقالہ اوسکا نہوسکیگا
مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مرگیا تو اب اقالہ اوسکا نہین ہوسکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالہ کے مبیع
ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہوکر اصل بیع قائم ہوجاویگی بحر ص اور اگر مبیع مین کسی قدر تلف ہوجاوے تو اوسیقدر کا اقالہ نہوسکیگا بلکہ
درست ہوگا ف مثلاً زمین کو خریدا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی

مسائل الحاقیہ اقالہ مین رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہین ہوسکتا اور اسیطرح
اقالہ عقد فاسد مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو راہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو خریدا اور پھر
وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل مبیع باقی ہی اوصحیح ہی اقالہ کا اقالہ کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آویگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین اگر مور کا
باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین درمختار

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کرکے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے
ف جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضعیہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہوچکا ہی اور مساومہ
کہتے ہین اوس بیع کو جسکے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہوجاوین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضعیہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان
پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی بدلیل اوس حدیث کے جس کو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت مین کہ حضرت
ابو بکر نے دو اونٹ خریدے اور اون مین سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش
کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہوون آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپ نے مین نہین سوار ہون گا
اوس اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابو بکر نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہوگیا فرمایا آپ نے نہین مگر تو

قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اوسکو حضرت ابوبکر رضؓ نے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس اونٹ پر آور روایت کی عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت مین برابر ہین نہین حج حج ان مین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین **فتح** **ص** اور شرط ان دونون کی یہ ہو کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو **ف** یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہو جاوے ثمن مثلی جیسے روپیہ اشرفی اور مکیل موزون یعنی جو چیز پیمانہ سے تول کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدار مین یکسان اور قریب ہوتے ہین اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کہ پرانا العوض غلام کے خریدا کیا تو بیان مرابحہ اور تولیت قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت مجہول ہے بیان اگر مشتری ثانی اوسی چیز کا مالک ہو جاوے جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اوسی کپڑے کے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہے **ف** **ص** مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہے کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہے خرید و فروخت مین وہ شخص واقف کے ایمان پر خواہ نفع دیکر یا اصل لاگت پر خرید کر سکتا ہے اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہے اسواسطے ان دونون چیزون کا مدار امانت اور دیانت پر ہے اور خیر و خواہی حذر از خیانت اور شبہ خیانت سے **مسألہ** واصل لاگت مین شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کے کپڑے مین اور اسیطرح ڈورے مین بٹوائی کی مزدوری اور غلے مین باربرداری کی **ف** اور بھیڑ بکریون کے ٹانکنے کی مزدوری اور شوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام بیع کا بدون اسراف کے اور بٹوائی پانی کی کھیت مین اور رہنون کی صفائی کی اور باغ مین درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزون کی مزدوریان اصل لاگت مین گنی جاوین گی اسیطرح موتی مین سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی مین دروازہ بنانے کی درمختار و نصاب مین اسکا قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہے کہ جن صانع کی لاگت مین ملانے کا دستور ہو تجارت مین اور اوسکے سبب سے بیع مین یا قیمت مین زیادتی ہووے تو وہ لاگت مین ملائے جاوینگے **ص** لیکن ان چیزون کی اجرت اور مزدوری جب لاگت مین ملائی جاوے تو بائع یون کہدے کہ اتنے دامون کو مجھ پر خرید ہوا اور یہان نہ کہے کہ اتنے کو مین نے خریدا ہو **ف** کہ جھوٹ نہو جاوے اور جس مکان مین اسباب رکھا ہووے اوس کا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت مین داخل نہوگی **ھدایہ** **ص** **تو** اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ مین خیانت کی تو اوسکو اختیار ہی چاہے اون دامون پر جو مشتری اول نے بیان کیے ہین خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ مین اگر خیانت معلوم ہوئی تو جسقدر مشتری اول نے خیانت کی روپے اصل لاگت پر دام پر بڑھانے ہوئے کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ مین دونون صورتون مین کاٹ لیوے اور امام محمد کے نزدیک دونون صورتون مین چاہے مشتری اول کے بتانے دامون پر لیوے یا پھیر دیوے **ف** اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہے **ص** اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اوسکو جس دامون سے بیچا تھا اوس سے کچھ خرید لیا تو اب اگر اوسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع کو اصل لاگت سے مجرا کرے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شی منفعت پڑھا دے تو اب اوسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے **ف** مثلاً ایک گھوڑا دس روپے

کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجکو پانچ روپے کو پڑا ہی اور اگر دس روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب اوسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح بیچ ڈالے برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونوں صورتون مین تین اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور صاحبین کا قول خلق پر آسان ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہی تو جس قول پر چاہے عمل کرے **ص** اگر اوس غلام نے جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہی اگرچہ وہ قرضدار ہووے ایک کپڑا خریدا دس روپے کو اور مولی نے اوس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اوس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس روپے بتلاوے اور ایسا ہی اوسکا اولٹا یعنی اگر مولی دس روپے کو کپڑا لیکر اوسی غلام کے ہاتھہ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے **ف** اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہی اور قرضدار غلام مین جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہوگا تو بطریق اولی مولی کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑینگے جس دام مولی نے یا غلام نے اوس شی کو لیا ہی یعنی دس روپے ان دونون صورتون مین **ص** اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرار داد پر اوس دس روپے کے بدلے مین مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپے کو مالک مال کے ہاتھہ بیچا تو اگر مالک مال اوسکو مرابحہ بیچے تو سات روپے بارہ قیمت کپڑے کی بتاوے **ف** اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہی صاحب مال کی اور اسیطرح اوسکے اولٹے مین حکم ہی یعنی جبکہ صاحب مال عالم ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اسکا کتاب المضاربۃ مین آویگا **ص** اگر لونڈی خریدے صحیح وسالم اور مشتری کے پاس آنکر کانی ہوگئی **ف** کسی آفت سماوی سے **ص** یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اوسے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہی اوسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کردے اور اسکا بیان ضرور نہین کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہوگئی یا اسسے مین نے جماع کیا ہی **ف** اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک بیان اسکا ضرور ہی اور یہی مذہب ہی باقی ائمہ کا فقیہ ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہین اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین ابن الہمام نے **ص** اور اگر مشتری نے خود آنکھ اوسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے اوسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اوس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اوسکا ازالہ بکارت کا کیا جماع سے تو ان صورتون مین جسوقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کردیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود اوسکو چوہا کھیسے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اوسکا ضرور نہین اور اگر اسکے لپیٹنے اور کھولنے سے کپڑا کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان اوسکا ضرور ہی اگر ایک غلام خریدا ہزار روپے کو اُدھار ایک مدت پر پھر تسلو کے نفع پر اوسے فروخت کیا بغیر بیان کے **ف** یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ مین نے ہزار روپے اُدھار کو لیا ہی **ص** تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہی جب معلوم ہووے اوسکو یہ بات چاہے اوس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھہ لیوے **ف** لیکن اگر رکھہ لیگا تو اوسکو گیارہ سو روپے نقد دینے پڑینگے نہ موجل **ص** تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کردیا تو اوسکو گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آویگا نقد اور یہی حال تولیہ کا ہی **ف** لیکن اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا چاہے اوس چیز کو رکھہ لیوے اور چاہے واپس کردیوے اور اگر بعد مبیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑینگے **ص** اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجکو پڑی ہی اوتنے کو تیرے ہاتھہ بیچتا ہون اور عمرو کو معلوم نہیں

کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑی ہی تو بیع فاسد ہوا اور اگر عمرو کو اوسی مجلس بیع مین معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہی تو اوسکو اختیار ہوگا چاہے لے لے چاہے پھیر دیوے **ف** تو اگر مجلس مین بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل ہو جاوے گی **دُرمختار ص** جس چیز کو خریدے تو جب تک اوسپر قبضہ نکرلیوے بیع اوسکی جائز نہین مگر عقار مین **ف** جاننا چاہیے کہ مبیع دو قسم ہوا ایک منقول جو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجا سکین جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جسکی نقل وتحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اوسکو عقار کہتے ہین دلیل اس باب مین وہ روایت ہی جو اخراج کیا اوسکا شیخین اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ نہ بیچے کوئی غلہ کو یہان تک کہ قبضہ کرلے اوسپر اور طعام وغیرہ منقولات مین سے ہی اور محمدؒ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہین دلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کی نسائی نے سُنن کبری مین حکیم بن حزامؓ سے کہ کہا مینے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین خرید وفروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے کہ کون سی خرید وفروخت حلال ہی اور کون سی حرام ہی تب فرمایا آپنے کہ نہ بیچ تو کسی شئی کو یہان تک کہ قبضہ کرلے تو اوسپر اور بھی روایت کیا اوسکو احمدؒ نے مسند مین اور ابن حبان نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہی یوسف بن ماہنسے انھون نے حکیم بن حزام سے اور اونکے بیچ مین ابن عصمہ نہین ہی اور حاصل یہ ہوا کہ محرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان ابن ماہنہ اور حکیم کے اور بعضے نہین اور ابن عصمہ ضعیف ہو نہایت درجے کا کہا ابن حزم نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہو اور صحیح کہا اونھون نے حدیث کو بروایت یوسف بن ماہنہ حکیم سے اسواسطے کہ اوسنے تصریح کردی اپنے سماع کی حکیم سے روایت قاسم بن اصبغ مین اور صحیح یہ ہو کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونون کے بیچ مین ہو ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبداللہ اور ابن قطان نے اوسکو ضعیف کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہی اور وہ جو ضعیف ہی عبداللہ بن عصمہ نصیبی ہی یا اور کوئی ہی تو ثابت یہ ہی کہ یہ ثبت حجت ہو اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابت سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہان تک کہ لیجاوین اوسکو بیچنے والے اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اوسکو اور تنقیح مین ہی کہ اسناد جید ہو اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی اوس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہی کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلون تک ممکن ہی نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہی تو اوس کا جواب امام صاحب دیتے ہین کہ مراد اوس سے بھی شئی منقول ہی اسلیے کہ غالب اس وقت یہی ہو کہ جبتک بیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہو اوسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف وہلاک عقار مین نہایت نادر ہی ہی واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا نہین ہو دریا کے کنارے پر محل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھت چانے کا زیادہ سے تو اوسوقت مین غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے **فتح ودرمختار ص** اور جس شخص نے کوئی چیز خریدی ہو جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر بکتی ہو **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین اور حوالی مدراس مین بکتا ہو اور سونا چاندی تول کر بکتا ہو اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اوسکو اور نہ کھائے یہان تک کہ ناپے اوسکو یا تولے یا گنے **ف** اور اگر یون ہی کھائے گا یا بیچ کر بیگا تو مکروہ تحریمی ہو **درمختار ص** اور طالب اسکا یہ ہو کہ بائع مشتری کے سامنے اوسکو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہو کہ بائع کا اس صفت مین ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہو اب پھر مشتری کو ضرور نہین **ف** یہان تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہو تو یہ کافی نہین اگرچہ مشتری کے سامنے ہوا بعد

بیع کے لیکن مشتری کے غیبت مین اور اوسسے وہ چیزین نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے دھیریان لگاکر بکتی ہین تو اوسکا تاوان
اورنا پنا لازم نہین اصل اس باب مین روایت ہی ابن ماجہ کی جابرؓ سے نھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی
یجری فیہ صاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اوسمین
دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ
مختلفہ نقل کیا ہی اگرچہ اس حدیث کی اسنادون مین ضعف ہی لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ائمہ کے حجت ہی اور محل حدیث وہ ہی کہ مشتری
نے ایک چیز خریدی ناپ تول کے اور اب اوسکو بیع کرتا ہی تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت قبض
خریدے کے مشتری تھا اور اب بائع ہوگیا یعنی یا وہ صورت ہی جسکو شارح بیان کرتا ہی **ص** کہ ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کر گیہون
گیہون کے مثلاً ایک مدت معین پر تو ہرگاہ مدت گذری تو مسلم الیہ نے ایک کر گیہون کا ایک شخص سے خرید کرکے رب السلم کو حکم کیا کہ
قبضہ کرلیوے اوس پر پہلے مسلم الیہ کے طرف سے پھر اپنے لیے تو پہلے رب السلم نے اوس گیہون کو مسلم الیہ کے لیے ناپا پھر اپنے لیے ناپا تو
جائز ہوگا **ف** اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزین گروی سے نپ کر بکتی ہین انکا استعمال بعد
قبض کے قبل ناپ لینے کے درست ہی اور ثمن مین تصرف کرنا **ف** جیسے روپیہ مین اشرفیان مقرر کرنا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا
یا ثمن کا ہبہ کردینا یا بیچڈالنا یا وصیت کرنا ساتھہ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح ص** قبل اس کے کہ بائع اوسپر قبضہ کرے
درست ہی **ف** کیونکہ ثمن تابع ہی مبیع مین اور اوسمین خوف فسخ عقد کا نہین بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہین برخلاف
بیع کے **ھدایہ** عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ کہا مین نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین چاہتا ہون اونٹ نقیع مین
تو بیچتا ہون عوض مین دینارون کے اور لیتا ہون دراہم اور بیچتا ہون عوض مین دراہم کے اور لیتا ہون دینار تو فرمایا آپنے نہین
ہی حرج اسمین اگر لے نرخ سے اوس دن کے جبتک کہ جدا نہو تم دونون اور تمھارے درمیان مین کوئی معاملہ باقی ہوسے روایت کیا
اوسکو ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے **ص** ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی درست ہی
جبتک مبیع قائم ہی یعنی کمی مطلقاً درست ہی اور زیادتی اوس صورت مین جبتک مبیع ہلاک نہوئی ہو تو درست ہی **ف** اور بعد
ہلاک مبیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بطریقہ کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اوسکو خریدکیا پھر ثمن زیادہ کیا
درمختار **ص** اور اسیطرح جائز ہی زیادتی مبیع مین **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے مبیع مین کچھہ اور بڑھادے تو درست ہی **ص** اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہوجاتا ہی یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھائے تو بائع اصل ثمن اور
زیادتی دونون کا مستحق ہوجاتا ہی اور بائع نے اگر مبیع بڑھادی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہی
اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اگر مبیع و صورت زیادتی یا ثمن و صورت زیادتی کسی شخص غیر کے نکلے تو مشتری اصل
ثمن مع زیادتی بائع سے پھیرلے گا اور اسیطرح بائع کل ثمن مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ
زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہی اصل عقد سے گویا عقد اسقدر مبیع یا اسقدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپیہ کو
چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھادیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپیہ کے
پانچ آم خریدے اس صورت مین اسی طرح اگر زید نے ایک روپیہ پر چار آنے یا آٹھہ آنے بڑھادیے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ

اصل ثمن سمجھا جاویگا **ص** اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علیحدہ احسان ہیگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کی مبیع یا ثمن کے باقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت مین کم قیمت سے لیگا **ف** یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپے پر بعد اوسکے زید نے پچیس روپے اور بڑھائے یا عمرو نے پچیس روپے گھٹا دیے اور بکر کا شفعہ اوس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول مین صرف سو ہی روپے کو اور صورت ثانی مین پچھتر کو لے سکتا ہی

ص اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ بیچ مین ہزار روپے کے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون ثمن مین سے سوا ہزار کے سو روپے کا مثلاً اور اوسنے بیچا الا تو مالک غلام کا ہزار روپے سے وصول کرے اور سو روپے ضامن سے اور اگر اوس نے یہ نہین کہا کہ مین ثمن مین سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون **ف** یعنی ثمن کی قید اوسنے نہین لگائی **ص** بلکہ اتنا ہی کہا کہ مین سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن کچھ نہین لازم آتا سوا اسی قرض کے **ف** قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال بعینہ ویسے جیسے روپیا شرفی غلہ وغیرہ **ص** اوسطرح کے دین کے **ف** مثلاً ثمن مبیع **ص** اسکی مدت اگر دائن مقرر کریگا تو وہ مؤجل ہو جاویگا یعنی پھر اندرون مدت کے اوسکو مطالبہ نہین ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کرے تو صحیح نہین یعنی اوسکو لازم نہین کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نکر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہی وجہ اوسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہی تو جیسے متبرع کو مدت استیفای عاریت کی لازم نہین اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہی کیونکہ اوسمین مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علمای حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہی یعنی فہم

مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اوسنے ہلاک کر دیا تو ضامن نہوگا اور مثل اوسکے مرد بالغ بیہوش ہی شرائط زائدہ قرض مین باطل ہین اور اون سے قرض باطل نہین ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوے آٹے کا تو لکر جائز ہی کمتر چیز کا خرید کر نا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہی **درمختار**

باب ربوا یعنی سود کے بیان مین

ف سود لینا باتفاق امت حرام ہو اور گناہ کبیرہ ہی فرمایا اللہ سبحانہ نے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا ای ایمان والو نہ کھاؤ اس آیت مین مراد ربوا سے مال زائد ہی خواہ قرض مین ہو یا اموال بیوع کی بیع مین اور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالی نے وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حلال کیا اللہ تعالی نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع مین زیادہ دین کو فتح صحیح مسلم مین جابرؓ سے روایت ہی کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اوسکے لکھنے والے پر اور اوسکے گواہون پر اور فرمایا آپ نے کہ سب برابر ہین اور روایت کی امام احمدؒ اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا ایک زمانہ لوگون پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اوسکو پہونچ جاویگی اوسکو بھاپ اوسکی اور ایک روایت مین گرد اوسکے عبد اللہ بن حنظلہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہی اوسکو آدمی جان بوجھکر سخت تر ہی

ع جسکو والے اون سے ہو قرضات کہتے ہین

چھتیس ۳۶ زنا سے اخراج کیا اوسکا احمدؒ اور دار قطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباس سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہو مال حرام سے تو جہنم قریب ہی اوسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٧٠ ٹکڑے ہین سب سے کم ایسا ہی جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعودؓ سے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہی مال اوس سے لیکن انجام اوسکا نقصان ہو اور احمد و ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج کو آیا مین ایک قوم پر پیٹ اونکے مثل گھروں کے ہین اور اوسمین سانپ دکھائی دیتے ہین تو پوچھا مین نے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہین یہ لوگ کہا اونھون نے یہ سود خوار ہین فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہو اور تحقیق حضرت نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نفرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمین شبہہ بھی بیاج کا ہو وے **ص** ربوا ایک زیادتی ہو ایک جنس کی دو چیزون مین تو اول ناپ سے جو خالی ہو عوض سے اور شرط کی گئی ہو واسطے احد المتعاقدین کے **ف** یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے **ص** معاوضہ مین **ف** تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ ایک دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب متحد رہنے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے مین پانچ گز کے اور خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا واسطے کہ یہان اگرچہ ثانی زائد ہی لیکن زیادتی بے عوض کے نہین کیونکہ ہو سکتا ہی کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہون اور سیر بھر گیہون کے عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا کہ شرط کی گئی ہی احد المتعاقدین کے واسطے اس سے وہ صورت خارج ہو گئی کہ زیادتی کی شرط نہ تھی نہ کسی کے لیے ہو وے تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضہ کی قید سے واسطے لگائی کہ زیادتی اوس عقد مین خالی ہوتا ہی عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہین ہی **ص** علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک تو یہ کہ دونون چیزین قدری ہون یعنی پیمانے مین ناپ کر یا تول کر بکتی ہون دوسرے یہ کہ اون دونون چیزون کی جنس ایک ہو وے **ف** مثلاً دونون طرف گیہون ہون یا چانول یا جو اور اگر وہ چیز تول کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کر کے جیسے خربوزے آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو لینا درست ہی یا قسم اور جنس ایک نہو جیسے جو کے بدلے گیہون یا چانول کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا **ص** اور شافعیؒ کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہی کہ وہ دونون چیزین یا کھانے کی قسم سے ہو ون یا قیمت جیسے سونا چاندی اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط یہ ہی کہ کھانیکی قسم سے ہو وے یا قابل رکھنے چھوڑنے کے اور جمع کرنیکے ہو وے **ف** اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا صحاح ستہ والون نے سوای بخاری کے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے اور چاندی کو بدلے مین چاندی کے اور گیہون کو بدلے مین گیہون کے اور جو کو بدلے مین جو کے اور کھجور کو بدلے مین کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہو ون یعنی گیہون بدلے مین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلاً تو بیچو جسطرح چاہو تم لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہی اور اسی کو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل اسکی کتب اصول مین تفصیل مذکور ہی **ص** تو جو چیز ناپ یا تول کر بکتی ہی جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اوسمین زیادتی لینا حرام ہی اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہووے جیسے چونا اور لوہا **ف** کہ یہ دونون چیزین کھانے کی نہین ہین لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہی اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعی رحؒ کے نزدیک حرام نہین

ص اور برابر برابر ہیچنا درست ہو اگر جو قدر شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم اونمین بھی زیادتی حرام نہین
جیسے بیع ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک
کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے ف اسواسطے کہ مقادیر مین غیر مانصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف
صاع تک کا اعتبار ہو صدقہ فطر وغیرہ مین تو جو اوس سے کم ہو اوسمین زیادتی حرام نہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے
ص تو جہان پر قدر و جنس دونون موجود ہین وہان زیادہ لینا اور ادھار بیچنا دونون حرام ہین جیسے ایک صاع
گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین ایک صاع گیہون کے بیچے ایک
طرف ادھار یا دونون طرف ادھار سے اور جہان پر قدر ہو نہ جنس وہان دونون یا تین درست ہین ف مثلاً چار آمون کو بدلے تین
دو خربوزون کے بیچے یا دو آمون کے بدلے مین دو خربوزونکی ایک طرف ادھار کرکے یا دونون طرف ادھار کرکے ص
اور جہان پر فقط قدر ہو یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہی لیکن ادھار بیچنا نادرست ہو جیسے ایک صاع
گیہون کی بیع ساتھ دو صاع بجو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد
درست ہو اور ادھار درست نہین ف پہلی صورت مین صرف قدر ہو اور دوسری صورت مین صرف اتحاد جنس
ص اور جو اور گیہون اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین
ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہون کھجور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونیکو وزنی تو لوگون نے
اگر گیہون کی تول کو بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونے کو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیے جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھ چیزون کے باقی چیزین انکو گونکی عادت کے موافق کہی جاوینگی ف اپنی اگر
لوگ اوسکو ناپ کر بیچنے مین کیلی گنی جاوینگی ورنہ وزنی ص تو بیع گیہون کی گیہون کے ساتھ برابر تول کر جائز نہین ف اوسکے
کہ اصل مین وہ کیلی ہو تو احتمال ہو کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل مین فرق ہو اسصورت مین بڑا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونیکے
ساتھ برابر ناپ کر جائز نہین ف اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہو تو احتمال ہو کہ باوجود برابر ہونیکے ناپ مین وزن مین تفاوت
نکلے تو بڑا ہو جاویگا ص جیسے جائز نہین بیع ان چیزونکی دھیر لگاکر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہو ص
اور ان چیزون مین وقت عقد کے معین کر دینا بیع کا ضرور ہی یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کرلین ف
یعنی اگر گیہون کے بدلے مین گیہون بیچا جاوین تو دونون کو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہی یہ لازم نہین کہ اوسی وقت ہر ایک
شخص اپنی اپنی عوض پر قبضہ بھی کرلین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین ضرور ہی
ف یعنی اگر بیع اور ثمن دونون ثمن کی چیزین ہون مثلاً روپیا اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس
عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہی ف اور بیان اسکا باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی کے نزدیک
جب طعام کی بیع ہو تو قبضہ کرنا دونون طرف سے عوضین پر مجلس عقد مین ضرور ہی ف شافعی کی دلیل وہی
حدیث عبادہ بن صامت ہی جسمین دست بدست مذکور ہی یعنی یدا بید امام اعظم کہتے ہین کہ معنی اوسکے عینا بعین ہین
جیسا کہ روایت مسلم اور شافعی مین ہی باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر مین ہی ص بیع

ایک پیسے معین کے بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین **ف** اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک پیسے چلن دار ثمن مین داخل ہین اور ہماری دلیل اصل مین مذکور ہی لیکن محتاط قول امام محمد رح کا ہی **ص** اور درست ہی بیع گوشت کی ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اوسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گای کا گوشت گای یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہوم ویشن بشرط تعیین کے البتہ اودھار درست نہین **درمختار ص** اور امام محمد رح کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہی اوسی جانور کے بدلے مین بیع ہی تو ضرور ہی کہ گوشت زائد ہو اوسقدر گوشت سے جتنا اوس حیوان مین نکلے تاکہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی پھوپھی وغیرہ کے **ف** اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا مالک رح نے مؤطا مین اور ابوداود نے مراسیل مین سعید بن المسیب سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین بے جان کے اور مراسیل سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ رض سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرہ کہا بیہقی نے اسناد اوسکی صحیح ہی اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہ رض سے ثابت کیا ہی اوسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہی اور جس نے نہین ثابت کیا اوسکے نزدیک مرسل ہی جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہی کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نکرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہی بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے **ف** رطب کہتے ہین تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے مین رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے مین تمر کے برابر درست ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہین اسواسطے کہ رطب سوکھنے سے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہی کہ روی ہی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے مین تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہی تر خرما سوکھکر کہا انھون نے ہان تو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو پانچون علمون نے اور صحیح کہا اوسکو ابن المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابوحنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ رطب بھی تمر مین داخل ہی بدلیل اوس حدیث کے جو ہدایہ مین ہی کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے اسیطرح ہین اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہی اور یہ حدیث بخاری مسلم مین بروایت ابوسعید خدری موجود ہی لیکن اوسمین رطب کا لفظ نہین البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سعد سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اودھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہین صرف اودھار ممنوع ہی اور رہا امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک بھی ثابت ہی **حکایت** ہی کہ امام ابوحنیفہ رح جب بغداد مین داخل ہوئے اور وہانکے لوگ اس مسئلے مین امام صاحب پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اون سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو امام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہین یا رطب تمر ہی یا تمر نہین ہی اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی وارد کی امام اعظم رح نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو

فائدہ حکایت

فائدہ زید بن عیاش

امام کی وتمامہ فی فتح القدیر ص اور درست ہی بیع انگور تر کی بدلے مین انگور خشک کے جیسے جائز ہی بیع تر یا بھگوئے ہوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہی بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے ف اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمد رح کے درمختار ص اور جائز ہی بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس ایک جنس ہین اور اسیطرح بھیڑ بکری تو انمین زیادتی کی درست نہین ہدایہ ص اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے دودھ کے عوض مین کم وبیش بیچنا درست ہی ف بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کیونکہ دونون ایک جنس ہین طحطاوی ص اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکہ کی بیع عوض سرکہ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دنبہ کی چکتی کے یا گوشت کی کمی وبیشی کے ساتھ درست ہی ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہی چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہی اسواسطے یہ لفظ کہا ص اور اسیطرح درست ہی روئی کی بیع ف اگرچہ گیہون کی ہو درمختار ص عوض مین گیہون کے اور آٹے کے کمی بیشی سے اگرچہ ایک جانب اوزار ہووے اسی پر فتوی ہی ف اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ بہتر نہین ہی اور یہی محتاط ہی ص اور نہین جائز ہی بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ مین سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع گدر کھجور کی یعنی بسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید کہتے ہین عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہین خراب کو جیسے گیہون بعض عمدہ ہوتے ہین اور بعض خراب یا کھجور جید اور ردی سب قسم کی ہوتی تو یہ نہین جائز ہی جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ دیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ مین ہی جیدھا ورديها سواء یعنی جید اور ردی ان چیزونمین سے سب برابر ہین کہا زیلعی نے غریب ہی اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہین ص اور اسیطرح جائز نہین بیع گیہون کی ساتھ ستو کے یا گیہون کے آٹے کی یا آٹے اور ستو کی نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزین نپ کر کمتی ہین اور ناپ مین انکی زیادتی کمی کا احتمال ہی چونکہ گیہون کم ہاوین گے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہین بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہان تک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اوس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہی عوض مین کھلی کے ہو جاوے اور روئی کا قرض لینا تو کدر جائز ہی گن کر جائز نہین امام ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور امام صاحب کے نزدیک بالکل جائز نہین اور محمد رح کے نزدیک دونون طرح درست ہی مالک اور غلام مین سود نہین متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام مع اوسکے مال کے مالک ہی مولا کی ف یہ صورت جب ہی کہ عبد ماذون ہو اور اوسپر دین نہووے اور اگر اوسپر دین ہی تو زیادتی کی سود گنی جاویگی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی مین دار الحرب مین سود ثابت نہین ہوتا ف نہ دار الاسلام مین اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہی تو لینا اوسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ صورت جب درست ہی کہ زیادتی مسلمان کے لیے ہووے لیکن جواب مسالہ عام ہی اور ابو یوسف رح اور شافعی رح کے اور ائمہ باقیہ کے نزدیک درست نہین کیونکہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین اور امام صاحب کی دلیل وہ ہی جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہی بیاج درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب مین اور یہ حدیث غریب ہی لیکن روایت کیا اوسکو مکحول شامی نے بھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہین ہی بیاج درمیان مین اہل حرب کے اور گمان کرتا ہون کہ کہا آپ نے اور درمیان مین اہل اسلام کے کہا شافعی رح نے

کہ یہ حدیث ثابت نہین ہی اور نہین حجت ہی اسناد کی اس حدیث کی بیہقی نے معرفہ مین بسوطہ مین ہی کہ یہ حدیث مرسل ہی اور محمول ثقہ ہی اور مرسل ثقہ کی مقبول ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوے تو صدیق اکبر رضہ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہی اور مکہ اوسوقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہی کہ مال اہل حرب مباح ہی بشرطیکہ نہوے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہی نہ مال مباح مین اور علمائے مذہب نے درس مین لازم کیا ہی کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہی کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہی انتہی ما قال الشیخ ابن الہمام ملخصًا۔

باب اون حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

حقوق جمع ہی حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہی جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین مین **ص** داخل ہو جاتی ہی دار کی بیع مین علہ اور عمارت اوسکی اور مفاتیح **ف** مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل رہین کبھی جدا نہووین جیسے ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کے ہون نہ قفل یعنی قفل اور اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق کو فارسی مین کلیدانہ اور بند کہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہی دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اوسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بیلن اور عرب اوسکو ضبۃ اور کیلون بولتے ہین **غایۃ الاوطار ص** اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہین داخل ہوتا ہی دار کی بیع مین **ظلہ ف** بضم ظاے معجمہ اور تشدید لام کے اوس چھتے کو کہتے ہین جو دروازے پر ہوتا ہی اور صاحب حصر نے منقول ہی کہ ظلہ وہ ہی کہ ایک طرف اوسکی کڑیون کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے درمختار مین ہی کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اوسکا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع مین داخل ہوگا بالاخانے کے مانند **فائدہ** فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ مین ہی کہ یہان تین چیزین ہین اونکی شناخت ضرور ہی۔ دار بیت منزل بیت وہ ہی جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہی اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہی یعنے وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین اور اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسمین صحن بے چھت نہو اور اوسمین اصطبل نہو اور دار نام ہی اوس احاطہ کا جسکے گرد حد و دہون اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل اور بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو **ص** مگر اوس صورت مین جب بیع بکل حق ہو لہا یا بمرافقہا یا بکل قلیل وکثیر ہو منہا او فیہا ہووے **ف** یعنے اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہو جاوے گا معنی اسکے یہ ہین کہ بیع کیا مین نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہی یا ساتھ منافع اور حقوق اوسکے کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اوس دار سے ہی یا دار مین ہی **ص** اور زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اوسکے داخل ہووین گے اور کھیت داخل نہوگا **ف** وجہ اسکی یہ ہی کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنے اسواسطے نہین بوے گئے کہ چھوڑ دیے جاوین گے

جاوین یا جدا کیے جاوین برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہی کہ جو چیز ایسی ہو کہ مبیع کا اسم اوسکو شامل ہو عرف مین یا متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنے جدا کرنے کے لیے نہو تو وہ مبیع مین داخل ہو جاوے گی ورنہ نہین جیسے زینہ اینٹ پتھر کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیرین اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہووین داخل ہون گی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر مین رکھا ہو تو وہ داخل نہو گا **دُرّ مختار و تاتارخانیہ** ہم ارقاعدہ کی راہ سے جو اوکھلی گھر مین پتھر کی گڑی ہوئی ہی گھر کی بیع مین داخل ہو گی اور اسیطرح ڈنڈا اوسکا ازروی استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے کا پاٹ ازروے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہی **ص** اور نہین داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کے درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کرلیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے عبداللہ بن عمر رضہ سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی کو تو پھل اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمد رح نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خریدا رے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور **ص** ہر چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ **بعتُ بحقوقه اوبمرافقه ف** یا بکل قلیل وکثیر هوله فیها ومنها من حقوقها یا من مرافقها **هدایه ص** جب بھی کھیت اور پھل داخل نہون گے **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق اور منافع نہین ہین البتہ اگر یہ کہے گا کہ **بعتهٗ بکل قلیلٍ وکثیرٍ هوله منها اوفیها** تو یہ چیزین داخل ہو جاوین گی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہین کی **هدایه ص** اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہو گا اگرچہ **بکل حقٍ هوله** کہے ورنہ منزل کی بیع مین مگر جب کہ منزل کی بیع مین **بکل حقٍ هوله** کہدے گا تو بالاخانہ داخل ہو جاوے گا **ف** اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہی اور شی اپنے ہمسر کو نہین شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ درصورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہی بالاخانے کو جیسا اوسکی تعریف سے معلوم ہو چکا **ص** جیسے داخل نہین راہ اور شرب اور مسیل بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کردے گا تو یہ چیزین داخل ہو جاوین گی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر کرے یا نکرے داخل ہون گی **ف** راہ سے وہ راہ مراد ہی جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہی یا شارع عام کی طرف ہی وہ داخل بیع کے ہی چنانچہ بحرالرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اوسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہی اور مسیل وہ مکان ہی جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہی پانی لینے کے حصے سے کذا فی **الطحطاوی ص** وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ منعقد ہوتا ہی منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک مقصود ہوتی ہی تو ممکن ہی کہ غرض مشتری کی پھر بیع ہو ساتھ نفع کے اور یہ بدون ان حقوق کے متصور ہو **ف** کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین **مسائل الحاقیہ** گھر کی بیع مین کنوان جو اوس گھر مین ہو اور اوسکی گھرنی اور جو تخت زمین مین گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہی اور ڈول رسّی کو نہین کی داخل نہین اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کانسے یعنی بڑے پیالے اور دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالون کے تغار اور تیلیون کی مٹھو اور مٹکے اور دھوبیون کا پتر جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین زمین کی بیع مین داخل نہین اور گدھے کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدھے کو دھقانون سے یا ہمسایہ سے

خریدا ہو اور جو تاجرون سے خریدیگا تو داخل نہوگا البتہ رسی جو اوسکے گلے مین بندھی ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہو اور جھول بغیر شرط کے داخل نہین اور گھوڑے کی بیع مین لگام و راونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہے اور گاے کا شیر خوار بچہ گاے کی بیع مین داخل ہے اور گدھی کی بیع مین اوسکا بچہ داخل نہین اگرچہ شیر خوار ہووے اور اگر انگور کے درختونکو خریدا تو وہ رسیان جونمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ ٹھونیان جو ایک طرف سے زمین مین گڑی ہین اور جتنی چیزین تبعاً داخل ہین اونکے مقابل کچھ ثمن نہوگا تو اگر وہ تلف ہوجاویگا قبل اوسکے ثمن کے اس صورت مین ثمن کچھ ساقط نہوگا جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتی ہین بالتبع اسیطرح سے چند چیزین بے نکالے ہوے نخل بھی جاتی ہین جیسے قریے کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ انتہی ملتقطاً من الدر المختار والفتح والعالمگیریۃ

باب استحقاق کے بیان مین یعنے بیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان مین

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ بیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک تھی **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خرید کی بعد خرید کے مشتری پاس آکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف لونڈی کو لے لیگا اولد کو نہین لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہون سے ثابت کردی تو اس صورت مین زید لونڈی اور اولد دونون لے سکتا ہے **ف** فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور در مختار مین مذکور ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت دفع ہوجاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مقر لہ کے بعد انفصال اولد کے برخلاف صورت اول کے **ص** ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید لے کیونکہ مین غلام ہون اور اوسنے خرید بعد خرید کے وہ غلام آزاد نکلا اور اوسکے بائع کا پتہ نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اوس شخص سے جسنے اپنے تئین غلام کہا تھا لے لیگا **ف** اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان و پتہ موجود ہے تو مشتری رجوع ثمن اوسی بائع پر کریگا نہ غلام پر **درمختار ص** اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اوسکو پاویگا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا تم سے کہ تمکو رہن رکھ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار مین اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اسکے اس دار مین سے کچھ حصہ کسی شخص غیر کا ملوک نکلا تو اس صورت مین مدعی علیہ مدعی پر کچھ رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اس حصے کے سوا نہین تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت مین البتہ مدعی علیہ نے جو روپیہ صلحاً مدعی کو دیا ہے سب پھیر لیگا اس مسالے سے یہ مسالہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہے اور بمقابل معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اوس چیز مین ہے جو ساقط ہوجاویگی اور یہ جہالت منشاء منازعت نہین ہے اور بعض فتاوی سے منقول ہے کہ صلح نہین صحیح ہے مگر جب دعوی صحیح ہووے تو اس مسالے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہے اور باوجود اسکے صلح اسپر صحیح ہے اور بہت سے مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہین اس روایت کی عدم صحت پر مسالہ اگر مدعی نے دعوی کل دار کا کیا اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اوسکے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعی علیہ اسی قدر حصہ اپنے زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے **ف** مثلاً اگر آدھے دار کی صورت مین آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت مین

رہے روپیہ پھیر لیوے **ص** اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہی چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اوس صورت مین ہے کہ مبیع باقی اور مشتری اور مبیع باقی ہوون اور اسیطرح اگر ثمن عرض ہو تو اوسکا بھی باقی ہونا ضرور ہی **ف** عرض وہ چیزین ہین جو متعین ہو جاتی ہین عقود مین جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اوسکے دین ہی جو متعین نہین ہوتی ہین جیسے دراہم و دنانیر پیسے رائج یا جو چیزین کیلی وزنی ہین **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہو جاویگی اور بائع کے ہاتھ مین وہ امانت رہیگی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہی قبل مالک کی اجازت کے **ف** اسواسطے کہ بائع یہان فضولی ہی اور ہو سکتا ہی کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلیے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہین کر سکتا کیونکہ یہان حقوق بیع رجوع کرتے ہین طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہی اور نکاح مین حقوق نکاح رجوع کرتے ہین طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہی **ص** اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کر کے لے گیا اور اوسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اوسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت مین مشتری کا عتق نافذ ہو جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہی اوس غلام لونڈی مین جسکا مالک نہین آدمی **ف** روایت کیا اوسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے **ذیلعی ص** اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت مین بیع ثانی جائز نہوگی اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا اور مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو نصف قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اور مشتری کو چاہیے کہ نصف قیمت اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اوسکو فقیرون پر خیرات کر دیوے اسلیے کہ مشتری کا حق اوتنا ہی ہو غلام مذکور کی نصف ثمن ہی نہ زائد **ف** مطلب یہ ہی کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اوسکے مالک کو تاوان مین دینا پڑتی ہی اسلیے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین نصف دیت لازم ہوتی ہی تو اس صورت مین اگر قیمت یعنی قیمت بازار اوس غلام کا زائد اوس ثمن سے نکلا جسکے عوض مین مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہی تو نصف قیمت بھی اوسکی نصف ثمن سے زائد ہوئی تو جسقدر زیادہ ہووے اوسی کو مشتری کی تصدق کر دیوے فقیرون پر **ص** اگر غاصب نے مبیع کا غلام بدون اوسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجکو اجازت بیع کی نہین دی یا گواہون سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنے عمرو نے اقرار کیا تھا کہ مین نے زید کو اجازت بیع کی نہین دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہی کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام واپس کرے عمرو پر تو یہ گواہی قبول نہوگی اسواسطے کہ یہ دعوی بکر کا متناقض ہی کیونکہ اوسنے جب اقرار کیا تھا غلام کی خرید پر تو اوس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہی اور اب یہ کہتا ہی کہ اجازت نہین ہوئی مان البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجکو مالک کی اجازت تھی تو بیع مردود ہو جاویگی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بھی اگرچہ دعوے مین تناقض ہی لیکن تناقض مانع صحت اقرار مدعی علیہ نہین ہی تو مشتری کو ہو سکتا ہی کہ بائع کی موافقت کرے اس باب مین اور بیع کو رد کر دیوے

باب سلم کے بیان مین

بیع سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنے قول اللہ تعالی کا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ الآیۃ عمل کیا اسکو عبد اللہ بن عباس رضہ نے اور بیع سلم

روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اوسکو اوپر شرط بخاری مسلم کے کہ کہا ابن عباس رضہ نے شہادت دیتا ہون مین اس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اوسکا اسی آیت سے اور بھی اخراج کیا اوسکا شافعی رحم نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عباس رضہ سے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے مین اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنے بیع سلم کرتے تھے میوون مین برس کا اور دو برس کا تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے تم مین سے کسی میوے مین تو چاہیے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین مین ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار و احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتے ہین **ص** سلم کہتے ہین بیع کو ایک شی کی اس طور پر کہ بیع مین ہو جاوے بائع پر اور قیمت نقد بیجاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے **ف** اور سلف بھی اسی کو کہتے ہین **ص** تو بیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہین اور صحیح ہے سلم اوس چیز مین جسکی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے **ف** اور جس چیز کی صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہو سکے تو اونمین سلم جائز نہین جیسے وہ چیزین کہ عددی ہین متفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار **ص** جیسے جو چیزین کہ نپکے بکتی ہین پیمانے مین **ف** مثلاً گیہون چانول آٹا غلہ وغیرہ **ص** یا تول کر سولے ثمن کے **ف** یعنے ثمن ہون ثمن نہون اوس چیز کو کہتے ہین جو عوض مین ثمن کے آوے اور ثمن کی قید سے روپیہ اشرفی و دراہم فنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تول کر بکتے ہین لیکن چونکہ ثمن ہین اسواسطے سلم انمین جائز نہین **ص** یا گز گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جب کہ اوسکا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کر دیوے یا شمار سے اون چیزون مین جو قریب قریب ایکسی ہوتی ہین **ف** یعنے چھٹائی اور بڑائی مین اونکے بہت فرق نہین ہوتا **ص** جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے معین سے **ف** زرد آلو انجیر بھی انھین مین داخل ہین **درمختار** **ص** اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی مین اور تازی مچھلی مین بھی جب اوسکا موسم ہو **ف** بے موسم تازی مچھلی مین سلم درست نہین مگر اوس شہر مین جہان ہمیشہ بکتی ہو **ص** تول سے اور قسم معلوم سے **ف** جیسے روہو وغیرہ **ص** اور جائز ہے سلم طشت اور کاسے اور موزون مین اگر انکی پہچان بیان ہو سکے ورنہ نہین جائز ہے **ف** اور اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ **ص** اور نہین جائز ہے سلم کسی جانور زندہ مین **ف** اور امام شافعی رحم کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہین کہ بعد بیان ان سب باتون کے بھی اوسمین تفاوت فاحش رہتا ہے دوسرے یہ کہ مذہب شافعی رحم کا صریح مخالف حدیث کے ہے روایت کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے سنن مین ابن عباس رضہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان مین کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہے **ص** اور نہ سری کے پاؤون مین اور نہ کھالون مین ثمار کی روسے اور نہ لکڑی کے گٹھون مین اور نہ ترکاریون کی گڈیون مین اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزون مین **ف** جیسے موتی پوت وغیرہ **ص** اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے **ف** اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے

وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانون کے گیہون پر یا کسی خاص درخت کی کھجور پر ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال مین اوس قریے مین کچھ پیدا نہو یا اوس درخت مین کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہوگا ص اور نہین جائز ہے سلم یہان تک کہ مسلم فیہ موجود ہووے بازار مین وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گذرنے پر یا موجود ہوگا عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گذرنے پر یا بیچ مین دونون وقتون کے معدوم ہوجاوے تو سلم جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گذرنے کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصل اور پہلے مین مذکور ہے ص اور نہین جائز ہوتی ہے سلم گوشت مین امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام اور مقدار اوسکی بیان کردیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر ف اور ایمۂ ثلاثہ بھی صاحبین کے متفق ہین اور اوسی پر فتوی ہے درمختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطین ہین اونکو معلوم کرنا چاہیے ۱ بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہون ہے یا جو ۲ بیان کرنا اوسکی نوع کا کہ آدمی کی قسم ہوئی یا بارانی ۳ بیان کرنا اوسکی صفت کا کہ عمدہ ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل معروف سے جسکا مقدار معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہووے جیسے زنبیل وغیرہ ص یا بانٹ معلوم و معین سے جسکا وزن معلوم ہووے ۵ مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم غیر مدت کے جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک درست ہے اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہے ابن عباس رضی کی جسکو روایت کیا بخاری مسلم نے اور اوسمین الی اجل معلوم موجود ہے ص اور اقل مدت ایک مہینا ہے صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن ہین اور بعضون کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف درمختار مین ہے کہ فتوی اسی پر ہے کہ اقل مدت ایک مہینا ہے ص ۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد ان چیزون مین متعلق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور ہے بیان مقدار اوسکا ف کہ یہ روپے اتنے ہین یا یہ غلہ اتنا ہے ص اور یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اوسکے بیان مقدار کی ضرورت نہین اسواسطے کہ مقصود حاصل ہوگیا اوسکی طرف اشارہ کردینے سے جیسے ثمن مبیع مین یا اجرت اجارے مین ف کہ ثمن مبیع یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کردیا تو وہان بیان مقدار ضرور نہین ص امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال کے روپے یا اشرفی کھوٹی ہوتی ہین اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اوسکو نہین بدلتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہوگا تو یہ تحقق نہوگا کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانے کے قادر نہین ہوتا تو اوسکو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہے اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی ہان اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اوسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اوسکی ذات سے ہوتا ہے نہ اوسکے مقدار سے ف اب وہ مسئلون کی توضیح کرتا ہے جنکی ترجمہ یہ ہے ص تو جائز نہوگی سلم وہ جنسون مین بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے ف مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کر گیہون کے اور ایک کر جو کے اور یہ نہ بیان کیا کہ گیہون کے حصے کے

کتنے روپے مین اور جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہوگی بوجہ مجہول ہونے راس المال کے **ص** یا دونقد دن مین بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے **ف** جیسے سلم کیا دراہم دو نانیر دیکر ایک گز مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہی اور دوسرے کا معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہی مسلم فیہ سے **ج ص** کے بیان مکان جہان پر مسلم فیہ مسلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکی باربرداری اور مزدوری چاہیے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا اوسی جگہہ مسلم فیہ کا دینا لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہی ثمن اور اجرت اور قسمت **ف** ثمن کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے غلام کو عوض یکمیل یا موزون کے اودھار خریدکیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہی اور اجرت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھیا جانور کرایے کو لیا بعوض یکمیل یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفاے اجرت شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد کے یکمیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہی برخلاف صاحبین کے

کذا فی الطحطاوی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز نہووے کہ اوسمین باربرداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کرنے اور یہی قول اصح ہی اور جامع صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہی وہان حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لے لیوے تو اگر مسلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک گز مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرضے مین اور سو نقد مین صحیح ہوجاوے گی **ف** گر ہوتا ہی ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہی آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کر سات سو بیس صاع کا **ص** اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اوسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرویۃ کیونکہ یہ دونون مانع ہین تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہین ہی تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہوجاویگی اور زفر رح کے نزدیک صحیح نہوگی **ف** اور دلیل اوسکی ہدایے مین مذکور ہی **ص** راس المال اور مسلم فیہ مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہین جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہی کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجکو نصف راس المال بیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہوجاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہی کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہوجاوے اور تصرف کی یہ صورت بھی ہی کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اوسکو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو مال عمرو کو دیا ہی پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال **ف** یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اوسکو دار قطنی نے سنن مین ابو سعید خدری رض سے **عن ابراھیم بن سید الجوھری من اسلف فی شیء فلا یاخذ الا ما اسلم فیہ او رأس مالہ** اور ضعیف کیا اوسکو دار قطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی ابن ماجہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شی مین تو نہ پھیرے اوسکو غیر من مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہی اس بات کو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین پہچانتے ہم مرفوع اوسکو مگر اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اوسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہی

اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے موقوفاً کہ فرمایا ابن عمر رضہ نے جسوقت سلم کرے تو کسی شے مین تو نہ لے مگر اوس مال اپنا یا وہ چیز کہ سلم کی ہے تو نے اور مین اور روایت کیا ابو الشعثاء سے مثل اسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الھمام رح اور زفر رح کا اسمین خلاف ہی اور حجت اون پر یہی حدیث ہی ص زید نے عمرو سے ایک کر گیہون کے سلم کی جب وعدہ گذرا تو عمرو نے ایک کر گیہون کا بکر سے خرید کرکے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جاکر وہ گیہون اپنے لیوے بغرض ادا سے مسلم فیہ کے تو جائز نہوگا ف اسواسطے کہ یہان دو عقد ہین تو ضرور ہی کہ اوسمین صاع بائع اور مشتری کے دونون جاری ہوون بدلیل اوس حدیث کے جو اوپر گذری ص اور قرض مین یہ صورت درست ہی مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہون قرض لیے بعد اوسکے اوتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کرکے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے اپنے قرضے کی ادا مین لیوے تو صحیح ہی ف دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہی ص البتہ سلم مین بھی درست ہی اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالۃً اوسپر قبضہ کرکے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کرکے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری ہوگئے ف اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہی ص اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اوسکی غیبت مین اوسکے برتن سے مسلم فیہ کو ناپ دیا یا بائع نے اپنے ظرف مین مشتری کی غیبت مین اوسکے حکم سے یا اپنے مکان مین ایک کونے مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر مبیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کی طرف سے اوسکی غیبت مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر خرید کا دونون میرے برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اوسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاویگا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار ہی چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال مین دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اوس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اوسکے دونون نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی تو اقالہ باقی رہے گا اور اوس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہی ف یعنے اقالہ صحیح ہو جائے گا اور مسلم الیہ کو قیمت اوس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی ص یہی حکم ہی اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین چالو لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اوسکے تلف ہو گیا یا بعد تلف ہو جانے کے اقالہ کیا بخلاف خریدنے لونڈی کے عوض مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالہ کے مری تو اقالہ باطل ہو گیا اور اگر قبل اوسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہوگا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے شرط کر لی تھی خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہین لگائی تھی یا اسکا اولٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اوسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہون ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا ہوگا اور جو انکا منکر ہوگا اوسکا قول معتبر نہوگا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہی کیونکہ سلم مین بیان صفت اور مدت ضرور ہی اور استصناع یہ ہی کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجکو یہ چیز بنا دے جیسے

جوتے والے سے کہکر جوتا تیار کردے اپنے پاس سے **ف** استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہی عدوم کی لیکن بسبب تعامل بمعنے آدمیون کے رواج کے جائز ہی **ھدایہ ص** تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہی تو سلم ہوجاویگا خواہ اوسکا رواج ہو یا نہو اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز مین رواج ہی جائز ہی جیسے موزہ طشت کاسہ تو بیع ہی نہ وعدہ **ف** حاکم شہر کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہی تو بائع جب بنا کر وہ شی لاتا ہی تو بیع ہوجاتا ہی بسبب تعامل کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہی **ص** اور جب بیع ہوا تو کاریگر اوسکے بنانے پر چیز کیا جاویگا اور جسنے بنانے کا حکم کیا ہی وہ اپنے قول سے پھر نہین سکتا اور بیع خود وہ چیز ہی نہ کام و محنت اوسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اوسکو لیا صحیح ہوگا اور بیع متعین نہوگی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے کے بنوانے والے کے تئین کاریگر نے اوسکو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا صحیح ہی اور جب بنوانے والے نے اوس چیز کو دیکھا تو اوسکو اختیار ہی چاہے لے چاہے نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ اوسنے خریدی ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اوسکو اختیار ہوتا ہی جیسا گذرا خیار الرویۃ مین **ص** اور نہین صحیح ہی استصناع بغیر بیان مدت کے اوس چیز مین جسکا رواج نہین ہی جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان مین

بیل یا گھوڑا مامی کا خریدا الرکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچھ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع صحیح ہی اور تلف کرنے والے پر اوسکے ضمان ہی اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف سے روایت ہی کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہی **درمختار ص** صحیح ہی بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندون کی برابر ہی کہ سکھائے ہوے ہون یا بے سکھائے ہوے **ف** جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہین تو اوسکو معلّم کہتے ہین ورنہ غیر معلّم تو مطلب مصنف رح کا یہ ہی کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلّم ہو یا نہو بیع اوسکی درست ہی اور یہ ہمارا مذہب ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع اوس کتے کی درست نہین ہی جو کٹنا ہی اور نزدیک شافعی رح کے کسی کتے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہی زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی اور روایت کی شیخین نے ابو مسعود انصاری رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہی ابی الزبیر رض سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہی اور نجاست سے ذلت اوسکی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اوسکا لازم آتا ہی تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا ترمذی نے ابو ہریرہ رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث جابر رض سے بھی مرفوعاً مروی ہی اور اسناد اوسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین اسکا استثناء مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابو حنیفہ رح نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہی اسواسطے

کہ ہیثم نے اکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر رضہ سے اوسکی اسناد مین بھی ہیثم ہے لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہی توثیق کی اوسکی ابن سعد اور دارقطنی نے اور اخراج کیا اوس سے ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دارقطنی نے ابو الزبیر رضہ سے انہون نے جابر رضہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کی طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاوی نے عبد اللہ بن المعقد سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتون کے پھر فرمایا کیا کرتے ہین میر اکتے اور رخصت دی شکاری کتے مین اور حدیث ابو ہریرہ رضہ کی ابتداے اسلام مین تھی پھر منسوخ ہو گئی کیونکہ خود مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اوسکو شیخین نے ابن مسعود رضہ سے اور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہین اسواسطے کہ اوس سے نفع لیا جاتا ہی بطور رخصت کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہی کہ حدیث نھی عن ثمن کلب پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت اوس سے مخصوص ہوا تو باقی عام ظنی ہو گیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہی قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پونہچانے والے کی بیع بالکل جائز نہووے جیسا مذہب ابو یوسف کا ہی تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہی امام سے واللہ اعلم ھکذا فی الفتح القدیر و شرح المسند للامام رح ص اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہی الا شراب اور سور کی بیع کہ ذمی کو درست ہی اور مسلمان کو نادرست ف صحیح مسلم مین مروی ہی ابن عباس رضہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہی امام محمد رح کے آثار مین ص تو شراب ایسی ہی ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک اور سور ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہی اور سور ذوات القیم سے ف یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خم تلف کر ڈالی تو اوسکی عوض مین خم لائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہی یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے حکم مین کہ اونکے تلف کر دینے سے مثل اوسکا لازم آتا ہی اور سور ذوات القیم سے یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہی تو اگر ذمی نے سور دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت مین اونکے یہان نہ تو اوس سور کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سور جیسا ہمارے یہان سرکا مثلی ہی اور بکری ذوات القیم سے ص زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اوسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہی اب اگر عمرو نے اوس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا ف تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف رح کے قول مین اور یہی مختار ہی درمختار ص اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادا ے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہو گیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے ہاتھ بیچا ہی تو اگر اوسکا ٹھکانا معلوم ہی تو وہ غلام واسطے ادا ے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری جہان ہوگا اوس سے طلب کیجاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہی کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اس صورت مین وہ غلام بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت سے

ثمن بائع ادا کیجاویگی ف تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑین گے جب مشتری حاضر ہوگا اوسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب اوسکو پاوے تو اوس سے لے لیوے اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند مرہون ہو یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سنوا ویگا یہ کہ مبیع اوسکی جائز ہو کذا فی الدر المختار و الطحطاوی ص اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اور اون مین سے ایک شخص غائب ہوا ف یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین نہر ص تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکو روک رکھنا یہان تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہو طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین ف طرفین کی دلیل یہ ہو کہ شخص حاضر لاچار ہو اوسکو نفع اوٹھانا مبیع سے ممکن نہین جب تک کل ثمن ادا نکرے تو جسوقت اوسنے کل ثمن ادا کردی تو متبرع نہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نلیگا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نکرے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ شخص حاضر متبرع ہی اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے مین تو جب وہ حاضر ہوگا تو اوس سے حصہ ثمن کو پھیر نہین سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہی اور فتوی طرفین کے قول پر ہو ہدایہ ص کوئی چیز نیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کی واجب ہوگی ف اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہی تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے ص کوئی چیز نیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا چاندی نصفا نصف ہونگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم وزن سبعہ والے ف یعنی وہ دراہم جو دس سات مثقال کے ہوتے ہین اور ذکر اسکا کتاب الزکوۃ مین گذرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو درہم اس صورت مین لازم آوین گے ص اگر ایک شخص کے کچھ روپے کھرے دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے دائن کو زیوف ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اوسنے خرچ کر ڈالے یا اوسکے پاس سے تلف ہوگئے تو اوسکا حق ادا ہوگیا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لیوے ف زیوف جمع زیف کی ہی زیف وہ روپیہ جسکو تاجر لیوین اور خزانۂ اسلام مین نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپے ستوقہ یا بہرجہ ہون تو بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتوی ہی ستوقہ وہ درہم ہی جسپر چاندی کا پتر ہوا اور بہرجہ وہ درہم جو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہووے یا جسکو تاجر بھی نہ لیوین ردّ محتار ص اگر پرندنے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پانون اوسکی زمین مین جگر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اوسکو پاویگا اوسکی مملوک ہوجاویگی البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کی ہونگی جیسے مکھی نے چھتہ لگایا کسی کی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا خواہ اپنی زمین شہد کے چھتہ لگانے والی کے واسطے تیار کی ہو یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا اوس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور ٹھہائی اوچھالی گئی لینے کے واسطے اور کسی کے

کپڑے پر جا پڑی تو وہ اوسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اوسیکو ملیگا البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اوسکو ملے گا یا اوسنے اسلیے پھیلا نہین رکھا تھا لیکن اوسکا ہاتھ پڑ گیا اون دراہم یا مٹھائی پر تب بھی اوسیکی ہو جاوے گی ۔

مسائل الحاقیہ بندر سے سخراین کرنا اگرچہ حرام ہی لیکن وہ مانع بیع نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہی چنانچہ انگور کا پنجڑا پانی اوس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہی اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ ضایقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہی اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہی تو جو چیز مالیت مین ایک پیسے سے بھی کم ہوگی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اوسکے عوض مین بیع جائز نہین بیچنا اون پرند جانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال ہی درست ہی مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اوسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہین بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی چھچھوندر گوہ اور گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہی اسواسطے کہ لوگ اوسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے علاج مین اوسکی حاجت ہی اور دریا کے جانورون مین سے بھی سوائے مچھلی کے اور کسیکی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہین البتہ فتاوای تتمہ مین لکھا ہی کہ جو جانور قیمت دار ہین جیسے سقنقور اور کھال خرز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع انکی درست ہی اور سانپون کی بیع اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین تو فقیہ ابواللیث رہنے اوسکو جائز رکھا ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اون مین تو جائز ہی اور نہایہ اور تہذیب مین ہی کہ مہار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مردے کا واسطے دوا کے درست ہی جب کہ کوئی طبیب مسلمان اوسے کہدیوے کہ اس چیز مین تیری شفا ہی اور ادویہ مباح مین کوئی چیز قائم مقام اوسکے نہ ملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز مین جلدی شفا ہوگی تو اوسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب حاذق کے اختلاف ہی لیکن حدیث صحیح مین مروی ہی کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا نہین کی اوس چیز مین جو تم پر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہی اور اوسکو جلانا جائز ہی سوائے مسجد کے اور مکانون مین کافر کو خریدنا مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہی لیکن جبر کیا جاویگا پھر اوسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اوس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرینگے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اکھاڑنے مین مالک کا ضرر ہی تو اوسکو کاٹ زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہووے اور اگر اوسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکے اوکھاڑنے سے پیدا ہو **دُرّ مختار و ردّ محتار**

باب بیع صرف کے بیان مین ۔

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ اپنی جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط ہی بیع صرف مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد مین ہو جاوے **ف** یعنی دونون بدلون پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد مین ہاتھ سے نہ فقط زبان سے **دُرّ مختار** بدلیل اوس حدیث کے جو گذری باب الربوا مین کہ بیچو سونے کو بدلے مین

سونے کے برابر اس ہاتھ دے اوس ہاتھ لے اور زیادتی سود ہی اور روایت کی مالک رح نے مؤطا مین حضرت عمر رض سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو نہ دے مہلت اوسکو مگر دست بدست ادھر لے اودھر دے اور مین خوف کرتا ہون تم پر ربا کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہی تو نہو جاوے بیع اودھار کی بدلے مین اودھار کے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو ابن عمر رض سے اسحٰق نے اور بزار نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہی تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہی کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہووے تو اگر دونون ساتھ چلے جاتے ہین ایک ہی طرف یا دونون اوسی مجلس مین سوتے ہے یا بیہوش ہو گئے تو بیع صرف باطل نہوگی بدلیل اثر ابن عمر رض کے کہ اگر کوئی کودے چھت سے تو کود ساتھ اوسکے کہا ابن الہمام رح نے کہ یہ حدیث غریب ہی نہایت درجے کی کتب حدیث سے مین کہتا ہون روایت کیا اوسکو نہ رح نے آثار مین اور امام نے اپنی مسند مین **ص** اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی کے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھ بھی درست ہی **ف** اسواسطے کہ جنس بدل گئی لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد مین بدلین پر یہان بھی ضرور ہی **ص** اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہین بلکہ برابر چاہیے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون **ف** اسواسطے کہ باب ربوٰ مین یہ بات گذر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہین **ص** بیع صرف مین قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن مین تصرف کرنا درست نہین مثلاً ایک بیناز نے روپیہ کے بدلے مین بیچا اور ابھی اوس دنل درم پر قبضہ نہین کیا تھا کہ اونکے عوض مین ایک کپڑا خرید لیا تو اس تھان کی بیع فاسد ہوگی **مسئلہ** زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اوسکے گلے مین ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار روپے کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اودھار پر اور ہزار نقد وصول کیے اور بعد اوسکے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ ہزار روپے قیمت اوس طوق کی ہون گے **ف** یعنی ہزار جو نقد وصول ہوئے ہین وہ طوق کی قیمت مین شمار کیے جاوین گے اسواسطے کہ طوق مین یہ بیع صرف ہی اور اوسمین تقابض بدلین شرط ہی **ص** برابر ہی کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونون کی ثمن مین سے لے **ف** اسواسطے کہ اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے ہین کہ دونون مین سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہین خاص تو بیع طوق مین فاسد ہو جاویگی **ص** اسیطرح اگر ایک تلوار یا چمڑا جسمین جڑاؤ کا کام ہو پچاس روپے کا زیور ہی سو روپے کو اور پچاس نقد وصول کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوین گے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور مین فقط باطل ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علیحدہ ہو سکتا ہی ورنہ دونون مین باطل ہو جاویگی جاننا چاہیے کہ بیع اوس تلوار کی جسمین زیور ہو اوس ثمن کے عوض مین درست ہی جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہووے زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی **ف** اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہی تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہین کہ زیادہ یا کم یا برابر ہی تو بھی شبہہ سود کا ہی **ص** اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی **ف** خواہ سونے کا **ص** بیچا اور کچھ قیمت اوسکی

مشتری سے وصول کی اور بعد اسکے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاویگی بیع اوس مقدار مین برتن کے جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا اور باطل ہو ویگی باقی مین اور شریک ہو جاوین گے بائع اور مشتری اوس برتن مین اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا **ف** یعنی گواہون سے اوسکا استحقاق ثابت ہوا **ص** تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ شرکت ظرف مین عیب ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو حصہ رسد ام دیکر لے لیوے چاہے اپنا بھی حصہ جو خرید چکا ہی بائع کو واپس دے مثال اسکی یہ ہی کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خریدا لیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اوسکے دونون جدا ہو گئے تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین غیر صحیح اب ثلث اوس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو اب اختیار ہی چاہے وہ ثلث جو باقی ہی بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لیکر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے اس صورت مین بائع وکیل ہو جاویگا مستحق کا اوسکے حصے مین تو ضرور ہی کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد اجازت مستحق کے **ص** اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہین کر سکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی تو وہ گویا راضی ہو چکا ہی اس عیب سے **مسألہ** اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اوسمین سے کسی قدر دوسری کا نکلا **ف** یعنی وہی صورت برتن کی یہان واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اوسکا کسی اور کا نکلا **ص** تو مشتری باقی کو حصہ رسد دام **ف** یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے **ص** اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث حصے کو بھی واپس کر دیوے **ف** کیونکہ یہ شرکت عیب نہین چاندی کے ڈلے مین اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہو بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہو **ص** اور صحیح ہو بیع دو درہم اور ایک دینار کی عوض مین ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر بھر گیہون اور کر بھر جو کے بدلے مین دو کر گیہون اور دو کر جو کے **ف** ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اوسکے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین ایک درہم ہو سکتا ہی اور صورت ثانی مین کر بھر گیہون کے عوض مین دو کر جو اور کر بھر جو کے عوض مین دو کر گیہون ہو سکتے ہین **ص** اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس درہم اور ایک دینار کے **ف** اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے مین دس درہم ہو گئے اور ایک درہم کے مقابلے مین دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے گیارہ روپے کے جائز ہی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ دس روپے مقابلے مین دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہی جہان روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہو وے اور وزن کی برابری نہو سکے **ص** اور دو زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض مین ایک زیف اور دو کھرے درم کے **ف** زیف اور غلہ اوسی درم کو کہتے ہین جو حیثیت المال مین نہ لیا جاوے مگر سودا گر لے لیوین جیسے ٹوٹے پھوٹے روپے **ص** زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے

حساب میں برابر ہو جاوینگے ص تو بیع صحیح ہو جاویگی اگر سیم نے دینار دیدیا تو اب شخص کے دوسرے پر دس درہم ہو گئے ف لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ پر دس درہم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درہم واجب ہوئے ص اب اگر دونوں نے تقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا ف اور بیع تقاصہ بیع ثانی ہوگا اور دس دینار کی بمقابلہ دس درہم کے جو عمرو پر قرض تھے ص اگر چاندی دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے اختیار کیے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار میں غالب ہے تو وہ سونا گنا جاویگا ف یعنی جس چیز میں وزن کم ہو چاندی اور سونے سے تو وہ چیز حکم شرع میں جانب غلبہ والی سونے کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشہ روپیہ میں چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی میں نو ماشہ سونا ہے اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا ص تو ایسے دراہم و دنانیر کی بیع صرف دنانیر خالصہ یا انکی بیع آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر تولکر ف اور قرض لینا انکا نہ درست ہوگا نہ وزن کیے خالص کے مانند یعنی جیسے درہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو روپیہ اشرفیاں مروج ہیں انکا قرض لینا بھی بدون وزن کیے صرف شمار سے جائز نہیں اگرچہ عادت عوام کی یوں ہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہوں کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہ ہو تو اوس صورت میں عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم و دنانیر کا عدد کو ملحوظ رکھکر بروایت ابو یوسف کے درست ہوگا لیکن آخر میں شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت ابو یوسف کی روایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ اوسکا مذہب یہ ہے کہ اگر کیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے میں ہے کہ سب لوگ قصد کرتے ہیں شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہ ہوگا نہ روایات مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال اون نصوص کا جو دال ہیں مساوات کیل اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار ص اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم و دنانیر بمنزلہ سباب اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوئی تو اوسکا حکم بعینہ تلوار کے بیوسکی بیع کا حکم ہے جو گذرا ف یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اوسقدر چاندی کے جتنی دراہم میں ہے یا کم یا کچھ معلوم نہ ہو تو جائز نہ ہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل بیع کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی ص اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض میں ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی تولکر درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا مابین مجلس میں ہو جاوے ف کمی بیشی سے اسواسطے درست نہ ہے کہ ایسے دراہم دنانیر حکم میں ثمن کے نہیں رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی کی جائز نہ ہوئی اسیطرح ایسے دراہم و دنانیر کا گن کر اور شمار کر کے بلا وزن کے قرض لینا بھی درست ہے ردالمحتار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہیں کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے یا معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تو اوسکا حکم اوپر دراہم دنانیر کا ہے جن میں ملونی زیادہ ہے درمختار ص ایک شخص نے ایسے دراہم کے عوض میں ف یعنی جن میں ملونی غالب ہے یا برابر ص یا اون پیسوں کے عوض میں جو چلتے تھے بازار میں ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہیں ادا کی تھی کہ چلن اون دراہم یا پیسوں کا جاتا رہا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری پر قیمت اون دراہم یا پیسوں کی جو دن بیع کے تھی لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک اون دراہم یا پیسوں کی جو آخری دن میں رواج کے دونوں میں سے قیمت تھی مشتری پر لازم آویگی ف فتوی امام محمد رح کے

قول پر ہی کذا فی المحیط اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب بیع باطل ہوگئی ہو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہی تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے والا جواہ اسکا مزج بازار ہووے دیکھے **ص** ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار مین قرض لیے بعد اسکے قبل قرض ادا کرنیکے اونکا چلن جاتا رہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرض پر وہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کریگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت اون پیسون کی تھی دینا پڑیگی اور امام محمد کے نزدیک آخر روز مین چلن کے دنون مین سے جو اونکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی **ف** اسی پر فتوی ہی **در مختار** **ص** ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسون کے بدلے مین یا ایک دانق کے پیسون کے بدلے مین یا ایک قیراط کے پیسون کے بدلے مین تو صحیح ہی اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار مین آتے ہین لازم آوینگے **ف** دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہی اور زفر کے نزدیک یہ بیع جائز نہین اور اسیطرح ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسون کے بدلے مین کوئی چیز خریدی تو جائز ہی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسے بازار مین آتے ہین عادم مین وہ مشتری دیدیگا اور محمد اسکو ناجائز کہتے ہین کیونکہ عادت یہ ہی کہ پیسون سے خرید و فروخت جب ہوتی ہی کہ ایک درہم سے کمہون اور قول ابو یوسف کا صحیح ہی خاص کر ہمارے شہر مین **ھدایۃ** **ص** اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درہم دیا اور کہا کہ آدھے درہم کے پیسے دے اور آدھے درہم کے بدلے مین چاندی کی اٹھنی جو نصف درہم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہی تو بیع فاسد ہوگی **ف** پیسون مین بھی اور اٹھنی مین بھی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پیسون مین جائز ہو جاویگی **ص** اور اگر یون کہا کہ دے تو آدھے درہم کے پیسے اور ایک اٹھنی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کل مین **ف** کیونکہ اس صورت مین اٹھنی جو ایک رتی کم ہی نصف درہم سے اوسی قدر چاندی کے درہم مین سے مقابل ہوگی اور نصف درہم ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاوینگے **ص** اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا یعنی یون کہا ایک درہم دیا یا آدھے درہم کے پیسے دے اور آدھے درہم کی اٹھنی ایک رتی کم دے تو اس صورت مین پیسون مین بیع جائز ہوگی اور اٹھنی مین فاسد **ف** امام صاحب کے نزدیک بھی جیسا صاحبین کہتے ہین بیع کے ایک بیع الوفا ہی یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اوسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو رد فسخ تک نفع اوٹھانا بیع سے درست ہی اور یہی صحیح ہی اور یہی پر فتوی ہی اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہین اونکے نزدیک مشتری کو نفع اوٹھانا اوس سے درست نہین اسمین اگر میعاد کوئی مقرر ہو جاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا مگر وعدون کی وفا قضا لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہی بسبب احتیاج ناس کے **در مختار** جیسے کوئی شخص کفالت سعلقہ کرے یعنی تنے کہ اگر شخص نہ دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ وعدہ ہی کیونکہ وعدہ ملحق لازم الوفا ہوتا ہی **رد المحتار** اور اگر اوس میعاد مین تک بائع نے ثمن نہین ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن یا بات بیع بائع سے پہونچتا ہی اور اگر مشتری مر جاویگا تو اوسکے وارثون کو اختیار ہو جاوینگے چاہین بیع کو فسخ کرین یا نکرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے اوسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اون لوگون کے نزدیک جو سکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اونکے نزدیک زر کرایہ لازم ہوگا ❊❊❊

کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان میں کفالت کے معنی لغت میں ملانے کے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور بہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل سے طرف ذمہ اصیل کے مطالبہ میں **ف** یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اس مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہو گیا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہے اوسکو کفیل کہتے ہیں اور جسکا ضامن ہوتا ہے اوسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہے یعنی جسکے نفع کے لیے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اوسکو مکفول لہ کہتے ہیں اور مال یا نفس کو مکفول بہ **ص** کفالت دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسرے کفالت بالمال یعنی مال ضمانت اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے **ف** شافعی کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہیں ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا ابوداؤد و ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مشترک ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو **ص** کہ کفیل یوں کہے کفیل ہوا میں اوسکے نفس کا اور مانند اوسکے نفس کا اور مانند اوسکے وہ لفظ ہیں جن سے تعبیر کیا جاتا ہے بدن انسان سے **ف** مثلاً گردن رقبہ سر بدن وجہ یعنی منہ تو اگر کہے کفیل ہوا میں اسکے ہاتھ یا پاؤں کا تو کفالت درست نہ ہوگی کیونکہ ہاتھ اور پاؤں سے تعبیر کل بدن کی نہیں ہوتی یہاں تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ یا فون کیطرف درست نہیں بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ **ص** یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث **ف** تو اگر یوں کہے کفیل ہوا میں اسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاویگی **ص** یا یوں کہے ضامن ہوا میں اوسکا یا وہ جو میرے ذمے ہے یا میری طرف ہے یا میں اوسکا زعیم ہوں یا قبیل ہوں یعنی کفیل ہوں تو بھی ان صورتوں میں کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اوسکو قید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول کو فلاں وقت حاضر کرونگا **ف** تو جب وہ وقت آوے اور مکفول الیہ درخواست کرے تو اوسکو حاضر نہ کرے تو حاکم اوسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اوسکو فی الفور سے کیونکہ ممکن ہے کہ کفیل کو معلوم نہ ہو تا کہ کسواسطے قاضی نے بلوایا ہے اسلیے پہلے اوسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا طرح جیسے کہ نشان اوسکا معلوم ہو تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اوسکے پاس جاوے اور چلا آوے اسکے پاس اگر اسقدر بھی مدت گذر جاوے اور حاضر نہ کرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اوسکا پتا ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہ ہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے ہدایہ **ص** اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا **ف** مواخذہ اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اسلیے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو بسلامت حیثیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل بھی حضار جاتا رہا اور اسطرح اگر کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذہ سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تب مکفول بہ پر بسبب موت کے اور مال سے اوسکے یہ حق اور تعین کر سکتے ہیں اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اوسکی جائداد سے دین وصول کیا جاویگا اور اگر مکفول لہ مر گیا تو وصی مکفول لہ کو پہونچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہ ہووے تو وارث اوسکے قائم مقام ہے ہدایہ **ص** اسطرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہاں اوس سے خصومت کر سکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا **ف** جیسے شہر یا ایسی ہی جگہ جہاں قاضی موجود ہو واسطے سماعت مقدمات کے **ص** اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ کہا ہو کہ جب تک مکفول بہ کو میں تیرے حوالے نہ کروں تو میں بری ہوں **ف** کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی مکفول

ف حاضر ضامنی کے

کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے ص اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنہ کو قاضی کے حکمے مین سپرد کرون گا پھر اوسنے تسلیم کیا بازار مین یا کفیل نے مکفول عنہ کو تسلیم کیا جنگل مین یا دہات مین یا مکفول عنہ قید تھا کسی اور مقدمہ مین ف اسواسطے کہ اگر مکفول لہ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہو جاویگا ص اور اوسی قید خانہ مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہ کے تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم کا مکفول عنہ کی مجلس قاضی مین تو اب بری نہوگا بازار مین تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے مین ف و مختار یہی ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بسبب بیشتی کرنے لوگون کے امر حق کی اور گذاری مین ص تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر مین تو جب بری ہوگا کہ اوس مقام مین مکفول لہ قادر ہووے اوسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہان تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار مین تو نہ بری ہوگا اس زمانہ مین اور قید خانہ مین بھی تسلیم کرنے سے اوس صورت مین بری نہوگا جبکہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اوسی قاضی کا قید خانہ ہے جسکے پاس مکفول لہ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہو جاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمہ مین قید ہووے اور بھی بری ہو جاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ کے اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادے نے سپرد کیا اوسکو مکفول لہ کے اگر مکفول مر گیا تو اوسکے وصی و وارث کو مطالبہ پہونچتا ہے کفیل سے اگر حاضر ضمانت نے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل مین اسکو حاضر نکرون تو جتنا مال واجب ہووے اوسکا ضامن مین ہون اور پھر کل اوسنے حاضر نکیا تو مال واجب لازم آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہین ف دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے تبرع کے تو دونون کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شرط پر معلق ہووے جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہے اگر ایسے شرط پر ہووے جو ملایم نہیعقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا مین موج آنا تو صحیح نہوگی ھدایہ ص اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب مال ادا کر دیگا تو بری ہو جاویگا اور اگر بصورت مذکورہ مین مکفول عنہ کل مر گیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط اور وہ حاضر نہ کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعوی کیا سو دینار کا مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اوسکی صفت بیان کی ہو یا نہو ف یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ ص اب مدعی علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اسکو حاضر نہ کرون تجھ پر جو تیرے اوپر وہ سو ہین اور اوسنے حاضر نکیا تو کیا پر سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک خلاف امام محمد کے ف وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اوپر ہین تو وہی لفظ سے مراد وہی سو دینار ہین جنکا دعوی مدعی نے کیا ہے اور محمد کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت مین یہ نہین کہا کہ حق سو دینار کا مدعی نے دعوی کیا ہے وہ میرے اوپر ہین تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی وجہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی جھوٹا کیا تو خود اوسکا دعوی صحیح نہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت ہی صحیح نہوئی البصورت مین مسئلہ مخصوص ہو جاویگا اوسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اون نانیر کی بیان نہین کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نکیا لیکن بعد کفالت کے بیان کیا تو اسی مجلس مین حق ثابت ہو جاویگا اسواسطے کہ عادت ہے اجال کی مجلس مین ھذا حاصل فی الھدایۃ وشرح الوقایۃ ص اگر کسی شخص نے مدعی علیہ جو ملی کیا قصاص کا یا حد کا ف مثلاً حد قذف یا حد سرقہ ص اور مدعی علیہ اقرار نہین کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعی علیہ حبس کیا جاویگا واسطے داخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین حبس کیا جاویگا ف ماوجہ حبس کے بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہچھوڑنا قید کرنا دد ھنا ص اسواسطے کہ حد قذف مین حق بندہ کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور بقول ابو حنیفہ کے یہ ہے کہ مبنی قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو اون مین ضبط طی واجب نہوگی ف یعنی قصاص اور حد دونون شبہہ سے دفع

ہوجاتے ہین تو اونکی منصبوطی واجب نہوگی اور کفالت منصبوط ہی دلیل امام صاحب کی ایک حدیث یہی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی کفالت حد مین روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ متفرد ہوا ساتھہ اوسکے عمر بن ابی عمرو کلاعی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشایخ مجہولین مین سے ہی بقیہ کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین عمرو کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہی مین اسکا حال نہین جانتا **ص** البتہ اگر خود مدعی علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل داخل کردیا تو صحیح ہی اور حد قصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا جاویگا مدعی علیہ کے ساتھہ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہی اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور **ف** مستور وہ گواہ ہین جنکا حال قاضی کو معلوم نہین کہ عادل ہین یا فاسق **ص** یا ایک گواہ عادل قائم کردیا تو قاضی مدعی علیہ سے حاضر ضمانت لے بلکہ اوسکو قید کرے بسبب تہمت کے یہان تک کہ حق ظاہر ہووے **ف** یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا اون دو گواہون مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے **ص** اور اگر مدعی نے نہ گواہ عادل قائم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہوگیا تو مدعی علیہ کو چھوڑ دیوے **ف** حبس بسبب تہمت کے جائز ہی تو جب مدعی نے دو گواہ مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا ہوا اوسکے کہ شہادت مین دو یا تین ضرور ہین ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا عدالت تو مدعی علیہ متہم ہوگیا اور حبس متہم کا جائز ہی بنظر حدیث کے جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو بسبب تہمت کے پھر چھوڑ دیا اوسکو روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے **ص** خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور کوئی اوسکی طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اوس روپیہ کے عوض مین رہن کردے تو درست ہی اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر دوسرا کفیل تو دونون مدیون کے کفیل ہوجاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل نہوگی کفالت بالمال صحیح ہی اگرچہ مکفول عنہ مجہول ہووے لیکن یہ شرط ہی کہ مکفول دین صحیح ہووے **ف** دین صحیح اوسکو کہتے ہین کہ بغیر ادا کے مدیون یا معاف کردینے دائن کے مدیون کے ذمہ سے ساقط نہووے اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کردیتا ہی مولی عوض مین اوسکے آزاد کی کے تو دین صحیح نہین کیونکہ وہ ساقط ہوجاتا ہی مکاتب کے عاجز ہوجانے سے **ص** جیسے کفیل کیے دائن سے جو کچھہ تیرا آتا ہی مدیون پر اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہوجاویگی اگرچہ مکفول مجہول ہی یعنی مقدار اوسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجکو دینا پڑے اس بیع مین اوسکا مین ضامن ہون **ف** یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہی اسصورت مین اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلیگی تو مشتری کی ثمن کفیل کو دینی ہوگی **ص** اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر تو فلان سے معاملہ بیع کرے تو اوسکا مین ضامن ہون **ف** یعنی اوسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہین جیسا کہ آگے آتا ہی **ص** یا اگر تیرا اوسپر کچھہ نکلے یا وہ تیرا کچھہ چھین لے تو اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہوجاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہو تو کفالت صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو مین ضامن ہون تو اگر اسطرح کفالت کی کہ جو تیرا اوسپر ہی اوسکا مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس تو کفیل جسقدر حلف کی رو سے کہدیگا اوتنا دینا پڑیگا اوس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اوسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ ذات پر مکفول عنہ کی لازم آویگا **ف** درصورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو حلف لی جاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہی

کہ اس سے زیادہ مکفول عنہ پر واجب ہی اسواسطے کہ سلف غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہی نہ بطور قطعی ص اور
جب کفالت کرلی کفیل نے تو مکفول لہ کو ہوتا ہی کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہی یا کفیل
سے جو اوسکا ضامن ہی دونون سے یا کبھی مطالبہ کرسکتا ہی اور اگر ایک سے اوسنے اقتضا کرلیا جب بھی دوسرے سے
تقاضا کرسکتا ہی ف اسواسطے کہ مطالبہ حق ہی مکفول لہ کا تو اوسکو اختیار ہی جس سے چاہے جس طرح سے طلب کرے ص
اور مال کی صورت اسکے برخلاف ہی ف مثال اوسکی یہ ہی کہ زید کا گھوڑا عمرو نے غصب کرلیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر نے غصب
کرلیا بعد اوسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہوگیا تو پہلے مالک کو اختیار ہی کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب غاصب سے
یعنی بکر سے تاوان طلب کرے یا جس شخص سے طلب کرنے پر راضی ہوگیا یا قضاے قاضی اوسپر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہین
کرسکتا اگر تاوان اوسنے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کرسکے غاصب غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر
رجوع نکرسکے ص اور جائز ہی کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اوسکے حکم کے تو اگر کفالت اوسکے حکم سے ہوئی ہو صورت
مین جو کہ کفیل اوا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لیگا لیکن قبل اوا کرنے مکفول عنہ سے نہین لے سکتا بخلاف اوس شخص کے
جو کہ کفیل نہین ہی تو اوا کرنے سے پہلے کہ مکفول عنہ سے ثمن کے بائع کو اپنے موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہی اور اگر کفالت
بدون اوسکے حکم کے ہوئی ہو تو کفیل جو مال اوا کریگا مکفول عنہ کو اوسکا پھیرنا لازم نہین تو اگر چھپا کیا جاوے کفیل کا مال کے لیے تو کفیل
پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کو قرض سے معاف کردیا تو
کفیل بھی بری ہوجاویگا اور اگر کفیل کو مکفول عنہ بری کردیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہی تو جب
وہ بری ہوجاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور نہوگا اور الصاف یعنی اگر اجنبی سے اجنبی اصیل نہ ہو نہین ص اور
اگر مکفول لہ نے کفیل کو مہلت دیدی اوسکے قرض کے لیے تو مکفول عنہ کو نہین لیکن اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت
ہوجاویگی اگر دو شخص کے ہزار روپیہ تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپیہ پر بصلح کرکے اوسکو صلح کرلی تو اوسنے سو روپیہ مکفول عنہ کے اور
کفیل کے دونون کے ذمے سے ساقط ہوجاوینگے اسصورت مین اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لیگا اگر کفالت
اوسکے حکم سے کی ہوگی ف ورنہ کچھ نہ لیگا ص اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر ف یعنی جنس دین کے سوا دوسری
جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ ص مکفول لہ کو راضی کرکے اوسسے صلح کرلے تو اس صورت مین اگر کفیل نے کفالت
مکفول عنہ کے حکم سے کی ہی تو کفیل مین اوسسے پھیر لیگا ف اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہی مکفول لہ سے یعنی بدلنا ہی اس جنس کو
عوض مین دین کے تو کفیل مین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا ص اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کرلی موجب کفالت
پر تو صورت مین مکفول عنہ دین سے بری نہوگا ف موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہی یعنی جسکو کوئی اور چیز موجب بالکسر
یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جسکو کفالت نے واجب کیا تھا مطالبہ تھا اور مطالبہ کے اسقاط سے اصل دین ساقط
نہین ہوسکتا ص مکفول لہ سے کفیل سے یہ کما بدت الی من المال یعنی تو بری الذمہ ہوجاوے تک تو اس صورت مین کفیل
رجوع کرے مکفول عنہ پر ف اسواسطے کہ الی آخرہ منتہی ہی واسطے انتہاے غایت کے تو معنی یہ ہوئے کہ براءت شروع ہوکر طرف
کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برات سے کفیل سے اور انتفا طالب کے پیچھے نہین ہوسکتی بدون ایفاے دین کے

تو گویا مکفول لہ نے یوں کہا کہ بری ہوا تو سب دین کے فقط تو رجوع کریگا ساتھ اس کے مکفول عنہ پر اگر اوسکے حکم سے کفالت کی ہو گی
ص اور اسی سے رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہ نے اوس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک رجوع نکرے
ف درختار میں ہے کہ قول امام محمد کا ساتھ قول ابو یوسف کے اور اسیکو اختیار کیا ہدایہ میں اور یہی اولی ہے ص ہاں اگر
مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا میں نے تجکو تو اس صورت میں رجوع نکرے ف اسواسطے کہ یہ برات ہر طرف طالب کے باسقاط دین اور
اور اسقاط دین جب زوم کفیل سے ہو گیا تو اوسکو حق رجوع ثابت نہو گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان سب صورتوں میں طالب اگر
موجود ہو گا تو اوس سے استفسار کرلیں گے کہ مطلب تیرا کیا ہے پھر اوسکے بیان کے لحاظ سے عمل ہو گا ص اگر مکفول لہ برات کفیل کو
معلق کرے شرط پر جیسے یوں کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے اوٹ آوے تو تو دین سے بری ہے تو برات صحیح نہو گی ف کیونکہ برات ملیک
ہے دین کی اصل میں یوں کہو اور جو چیزیں تملیک ہیں اوسکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں ص اسیطرح کفالت صحیح نہیں نفس صیاتھ اس کے کیونکہ استیفا
انکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ ہبہ کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اوس عین
کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی ف البتہ ان چیزوں کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم
موجب مذکورہ حصیل لازم ہے تو کفیل اوسکا التزام کرسکتا ہے تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے
تو ضامن پر کچھ واجب نہیں بمثل حاضر ضامن کے در مختار ص البتہ صحیح ہے کفالت اوس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد
یا مغصوب کی یا مقبوض کی نیت خریداری ف بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور عین تو امانت ہو جاویگی اور ایسے ہی صحیح ہے اگر
مال کی جو صاحب ہو قبل عدت یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو در مختار جاننا چاہیے کہ جو چیزیں مضمون نہیں ضمان میں اوسکی کفالت صحیح ہے
اور جو چیزیں مضمون ہی نہیں جیسے امانت عاریت مال شرکت مال مضاربت ہے مگر جبکہ مضمون ہیں لیکن بغیر ہلاک تو اوسکی کفالت درست
نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیر ان چیزوں میں کہ صورت ہلاک اوسکی کے قیمت اوسکی واجب ہو مبیع ہو بیع صحیح
قبل القبض کہ اگر وہ بائع کے پاس تلف ہو جاویگی تو ثمن مشتری پر واجب ہو گا کہ بائع پر ضمان قیمت کی ہے اسی طرح
مرہون کہ مضمون بالدین ہے مضمون بغیر ان چیزوں میں ہیں جنکی قیمت واجب ہوتی ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب و مبیع فاسد کا
و مقبوض بنیت خرید تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر واجب ہو گی اصیل پر واجب ہو یعنی دین اور در صورت تخریق
قیمت کذا فی فتح القدیر ص اور صحیح نہیں ضمانت بوجہ لادنے کے کسی خاص جانور پر جو کرایہ پر لیا گیا ہو ف اسواسطے کہ
کفیل کو قدرت نہیں اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور میں تسلیم کرے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہاں فقط تسلیم کسی جانور
کی لازم ہوتی ہے اور اوس پر کفیل قادر ہے ص یا خدمت لینے کو ایک خاص غلام جو کرایہ پر لیا گیا ہو ف اسی وجہ سے کہ گذری جاتی ہیں ص ایک شخص یوں جتا معلم
مرگیا ہاں اوسکے مرجانیکے کوئی شخص اوسکی طرف سے متخاصم ہونیکے لیے کفالت کرے تو کفالت درست نہیں ف امام صاحب کے نزدیک خصومت کے نزدیک درست ہے اور یہی
ہے آئمہ ثلاثہ کا ہاں اگر کوئی شخص تبرعاً بیت کا دین ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسیطرح اگر میت نے کفیل یا مال چھوڑ جاوے تب بھی اوسکے دین کی کفالت
درست ہے ہدایہ ص اور کفالت درست نہیں تب کہ مکفول لہ قبول نکرے اوسی مجلس میں جس میں ذکر کفالت ہوا ہو ف یہ نہ بیشین کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک
اگر کفیل کو خیر یوں کہے اور قطع کرے جب بھی جائز ہو جاویگی ص مگر ایک مسئلہ ہے اس میں کہ مریض اپنے قرض خواہوں میں قرضخواہ ہونیکی حیثیت میں اپنے وارث کے لیے کہ میرا وارث جو
قرض آتا ہے اوسکا تو کفیل ہو جاوے اور کفیل ہمیشہ مانگیگا تو جائز ہو گا باوجود اسکے کہ مکفول لہ یعنی قرضخواہ غائب ہیں ف اسواسطے کہ یہ حقیقت میں وصیت ہے اور اگر مریض قرضخواہ میں سے کسی کے ذمہ

کفالت منظور کرے تو اسمین دو روایتین ہین لیکن ماصحہ یہ ہے کہ صحیح ہے ص اور کفالت درست نہین بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اوسکی کفالت کرے یا غلام ف مثلاً ایک مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دیگا تو آزاد ہے اب یہ سو روپیہ بدل کتابت کہلاتے ہین ان روپون کا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح چاہیے اور بدل کتابت دین صحیح نہین جیسا اوپر گذرا ص اگر مکفول عنہ نے روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو نہین دیا تو اب مکفول عنہ کو نہین پہونچتا کہ اوس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اوس روپیہ مین کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا حلال طیب اوسکا تصدق کرنا کچھ ضرور نہین اور اگر کفالت کر گھر گیہون کی کی اور کفیل نے وہ کر مکفول عنہ سے لیکر قبل اسکے کہ مکفول لہ کو حوالہ کرے بیچکا اوسمین نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور نہین ف امام کا قول اصح ہے کذا فی الہدایہ اور فرق کی وجہ دونون مسالون مین مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ مین ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کا حکم سے اوسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خریدکر کے میرا دین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع کفیل کے واسطے ہے اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے ثواب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے اس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اوسنے نہ دیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی مالیت کا اوس شخص کے ہاتھ پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اوس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوئے اور اسکے سوا بھی اور صورتین بیع عینہ کی ہین جو مختار وغیرہ مین مذکور ہین مختار مین ہے کہ بیع مکروہ ہے مذموم ہے اسواسطے کہ اسمین ثواب قرض سے روگردانی ہے اور محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے مانند ہے اسکو سود خوارون نے کمال الحیلہ ہے فرمایا علیہ السلام نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کرو گے اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی اور سب مین مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہوجاؤ گے تو ذلیل ہوجاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین کیونکہ بہت سے صحابہ نے ایسی بیع کی ہے ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اوسکا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اوس بیع کا ف اور لازم نہین مگر نقصان عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو زید پر بکر کا ثابت اور واجب ہے اگر یا قاضی نے حکم کیا ہے اوسکا مین کفیل ہون بعد اوسکے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول نہوگی ف جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اوسپر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا بحکم کفالت وجہ اسکی یہ ہے کہ کفیل نے صرف اوسی مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کردیا ہو کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے گئی قضا سے اور گواہون کی گواہی مین ذکر بھی قضاے قاضی کا نہین تو دعوی مدعی کا مطلق ہوگیا اور مکفول بہ خاص اس صورت مین مسموع نہوگا ھدایہ ص زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ کردیگا اوس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کردیگا عمرو سے پھیرے گا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک ف دلیل زفر کی یہ ہے کہ بکر گاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور مین عمرو کا کفیل نہین ہوا تو وہ اپنی دانست مین مظلوم ہے اور مظلوم نہین ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہین کہ اوسکے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع کے گواہون سے ص اور اگر گواہون نے یہ نہین کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اوسکے حکم کے ف یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی قید تو ہمارے

ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف اور وہ رجوع نہ کریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہی کہ کفالت بالامر ہو
ص زید ایک شی عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا تو اسنے مین بکر آیا اور اوسنے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید لے اگر کسی اور کی نکلیگی تو
مین تیری ثمن کا ضمان دونگا ف یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہین ص تو بکر کا یہ ضمان کہنا اقرار ہوگیا اس بات
کا کہ یہ چیز ملوک ہی زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اوس چیز کا دعوی کیا تو یہ دعوی باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر
بکر نے شہادت لکھدی اوس چیز کی بیعنامہ پر اور اپنی مُہر کر دی تو یہ اقرار ہوگا بکر سے ملک زید کا ف تو اب دعوی بکر کا بابت ملکیت جو بعد
شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع گاہے غیر ملک صادر ہوتی ہی چنانچہ فصولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہوتا دقت یاد رہے
کر بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنیکے واسطے گواہی لکھی ہوگا اگر اوسمین مصلحت معلوم ہو تو اوسکو جائز ہے طحطاوی
ص لیکن اگر اوس بیعنامہ مین یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیع نافذ لازم ہی اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت
تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہوگی تو اب دعوی بکر کا بعد اسکے مسموع نہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر
دعوی صحیح ہوسکتا ہی بسبب تناقض کے اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدہ کا تو یہ کفالت باطل ہی اسلیے کہ عہدہ کے کئی معنی ہین قبالہ قدیم
عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہین کہ کون سے معنی مراد ہین بسبط اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہین ف
ضمان خلاص یہ ہی کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو مین اوس سے چھوڑا کر تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحب کے نزدیک
درست نہین اسواسطے کہ کفیل کو اسپر قدرت نہین اور صاحبین کے نزدیک درست ہی لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر ص مضارب
یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور مؤکل کے لیے ف تو یہ ضمانت باطل ہی اسواسطے کہ ثمن امانت ہی مضارب اور وکیل
پاس ص دو شریکون نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد مین اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہوا تو یہ
ضمانت صحیح نہین البتہ اگر دو عقدون مین بیع ہوئی علیحدہ علیحدہ تو ضمانت جائز ہی ف یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہوگیا مشتری کی طرف سے اوسکی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اسکی ثمن کا
ضامن ہوگیا تو یہ صحیح ہی اور دلیل دونون مسئلون کی ہدایہ اور اصل مین مذکور ہی ص صحیح ہی کفالت خراج کی اور نوائب کی قسمت
کی ف لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہی پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو وہ قسم ہین ایک واجبی ایک غیر واجبی جیسے نہر مشترک
کھودانی جس سے عامہ خلائق کو فائدہ ہووے یا اجرت چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانون سے
لیوے غیر واجبی جیسے حیایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے مین لوگون سے ناحق لیے جاتے ہین تو پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق
صحیح ہی اور قسم ثانی کی کفالت مین اختلاف ہی لیکن فتوی اسپر ہی کہ صحیح ہی یہان تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے
تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہین یا ایک حصے کو نوائب مین سے اور بعضون نے کہا ہی کہ قسمت نائبہ
وظیفہ معینہ ہی یعنی جو ایک ماہہ یا دو ماہہ یا سالانہ بطریق حصول کے مقرر ہوتا ہی اور نوائب غیر معین ہوتے ہین ہر تقدیر یہ کفالت اوسکی بھی صحیح ہی
ص ضامن نے کہا کہ مین ضامن ہوا ہون مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدہ پر یعنی مال مؤجل ہی میعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ
کہتا ہی کہ نہین وہ مال نقد ہی یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہین ہی تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ
نہین ہوتا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اسکے کہ بائع ثمن پھیر دینے کا حکم ہوا سواسطے کہ بمجرد استحقاق بیع نہین

تو ستی ظاہر الروایہ ہین جب تک بائع پر حکم نہو واپسی ثمن کا تو صیل پر جب تک رد ثمن واجب نہو گا تو کفیل پر بھی واجب نہو گا

باب دو شخصون کے کفیل ہونے کے بیان مین

دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اوسکے حکم سے تو جو ایک مین بائع کو ادا کرے اوسکو دوسرے سے نہین لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے **ف** اسواسطے کہ اسعقد مین مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہی تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہی اپنے حصے کی اور نصف دوسرے کی بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اوسی کے حصے کے دام سمجھے جاوینگے یہان تک کہ دام اپنے حصہ سے بڑھکے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیگا **ص** زید پر ہزار روپیہ آتے تھے عمرو کے آپ پہلے بکر کفیل ہوا زید کیطرف سے اون ہزار روپیکا بعد اوسکے خالد کفیل ہوا زید کیطرف سے اونھین پورے ہزار روپیکا پھر بکر اور خالد ہر ایک انمین سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا اوسکے حکم سے سب دین کا تو یہان بکر اور خالد مین سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اوسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لیگا **ف** ہاں اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہی سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہر اوسکی طرف سے ھذا یہم جاننا چاہیے کہ یہان تین قیدین ہین ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے نہون زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسالہ ہو جاویگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہو گا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اسصورت مین جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہو گا ایک جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو گا تو بھی پہلا مسالہ ہو جاویگا اور ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسالہ ہو جاویگا درمختار اسمقام مین صدر الشریعہ نے صاحب ہدایہ پر یہ اعتراض کیا ہی چلپی نے اوسکا جواب دیا ہی اصل کے مطالعہ سے واضح ہو گا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا **ص** اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی **ف** اوسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا **ص** اب دونون جدا ہو گئے تو صاحب دین کو اختیار ہی کہ اون دونون مین سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اور کوئی اون شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اوس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے عقد کتابت قبول کیا ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو گیا تو جو غلام اون دونون مین سے کچھ ادا کرے اوسکا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت مین اگر مولی نے قبل ادائے مال کے ایک کو آزاد کر دیا تو بسکو آزاد نہین کیا اوسکا زر کتابت خواہ اوسی سے وصول کرے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ لیوے **ف** اسواسطے کہ آزاد بجز کفالت ادا کرتا ہی مولی کو تو رجوع کریگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر بخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہی تو وہ کسی پر رجوع نکریگا

ص باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان مین

اگر ایک شخص ضامن ہوا مال کا ہو بسکا اوغلام پر واجب ہو بعد آزادی کے **ف** چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا اتلاف سے **ص** اور ضامن قید نکرے بالفعل تقدیم کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اوسکو تقدیم لازم

ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اوسپر رجوع کرے ف ورنہ نہیں
ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اوسکا دعوی کیا کہ میرا ہی یہ کہ نے ضمانتی کی سبات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمھارا ثابت ہوگا
تو مین تمھین دونگا بعد اس ضمانتی کے غلام مرگیا اب عمرو نے ملک اپنی نسبت اوس غلام کے گواہون سے ثابت کردی تو بکر کو اوس غلام
کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعوی کیا غلام پر اوس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اوسکے غلام
مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجاویگا اگر مطلق نے ضمانت کی غلام کیطرف سے ف اوسکے حکم سے خواہ بدون اوسکے حکم سے ص
مطلق یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولی کی ف خواہ مولی کے حکم سے یا بے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اوسکے صورت
اول مین مولی نے غلام کیطرف سے وہ روپیہ یکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کیطرف سے مکفول لہ کو ادا کیا
تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچتا اور شافعی اور زفر کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہے
ف دلیل ہماری اور شافعی اور زفر کی ہدایہ مین مسطور ہے ص اور غیر مدیون کی قید
اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف سے کیونکہ مولی اوسکو حکم کرسکتا

کتاب الحوالۃ

حوالہ لغت مین کہتے ہین نقل کو اور اصطلاح شرع مین کہتے ہین قرض کے اتار دینے کو ایک ذمہ پر سے دوسرے ذمہ پر مثلاً زید یوں
تھا عمرو کا سو روپیہ کا تو زید نے عمرو کا مقابلہ کرادیا اوس دین کے وصول کے لیئے بکر پر تو زید بر محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال
اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپیہ محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہے حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے
ابوہریرہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر مین قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہے اور جب حوالہ دیا جاوے تم مین کوئی
کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہ اور احمد کی روایت مین ہے تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ مین یہ حدیث اس لفظ سے ہے
مَنْ اُحِيْلَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین ابوہریرہ سے اس لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہے
محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہے ف کن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے
اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال
اور محتال علیہ سے قبول اسطرح کہ ہر ایک اون دونون مین سے کہین کہ مینے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول اور رضا
پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صغیر
عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون و محجور کا صحیح ہے اور
رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت مریض شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی رضا اور عقل اور بلوغ
شرط نفاذ ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہو جیسے وصی یتیم کا حوالہ
قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی معروف ہو اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ مین ضرور ہے اگر محتال
غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین مگر اوس صورت مین کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہو وے
اور وہ قبول کرے اور محال علیہ مین بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محال علیہ ہونا صحیح نہین اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے

لہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ مین یہ مسئلہ مفصل مذکور ہے

اسواسطے کہ یہ محض ضرر ہی اور رضا بھی شرط ہی تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ میں ہونا ضرور ہی اور خانیہ میں ہی کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہیں یہانتک کہ اگر اوسکو خبر پونہچی اور اوسنے جائز رکھا تو صحیح ہوجاویگا اور ایسا ہی بزازیہ میں ہی اور محال بہ میں یہ شرط ہی کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہیں جائز ہی جیسے کفالت هكذا في الخلاصة والشامي **ص** اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہی بدون رضا محیل کے اور صورت اوسکی یوں ہی کہ ایک شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہی اوسکا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہوگیا تو حوالہ صحیح ہوگیا اور اصل مدیون بری ہوگیا اور ایک صورت اور ہی کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اوسکے حکم کے اور قبول کیا مکفول لہ نے تو صحیح ہوجاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون مطالبہ سے بری ہو کفالت ہی **ف** یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رہتا ہی اور حوالہ میں بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہوجاتا ہی دین سے تو اگر کفالت میں شرط کرلی برأت مکفول عنہ کی تو وہ یعنی میں حوالہ کے ہوجاویگا اور حوالہ میں اگر شرط کرلی عدم برأت محیل کی تو وہ کفالت ہوجاویگا در مختار میں ہی کہ صحیح روایت زیادات کی ہی کہ رضا مندی محیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہی محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اوسمیں اوسکا فائدہ ہی کیونکہ محتال علیہ اوس پر رجوع نہیں کرسکتا جب کہ حوالہ بدون امر محیل ہوا ہو کذا في النص **ص** جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہوگیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو **ف** لیکن برأت موقتہ جیسا آویگا فائدہ برأت کا یہ ہی کہ اگر محیل مرگیا تو محتال اپنے دین کو اوسکے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن مجیل ضامن سے لیسکتا ہی ورثہ محیل سے یا اوسکے قرضداروں سے اس خوف سے کہ مبادا حق اوسکا ہلاک ہوجاوے وشامی **ص** اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اوس صورت میں کہ اوسکا تواجح ہو **ف** تو ہی بالت مقصودہ یا تو بالف مدفوعہ عبارت ہی ہلاکت مال سے **ص** اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مرجاوے **ف** یعنی ترکہ بقدر ادائے دین محتال نہ چھوڑے **ص** دوسری یہ کہ محتال علیہ منکر ہوجاوے حوالے کا اور قسم کھالے اور حوالہ کے گواہ نہ دیں یا وہ گواہ صاحبین کے نزدیک تو ہی اس صورت سے بھی ہوتا ہی کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کرے **ف** اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کردینا معتبر ہی اور امام شافعی اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ کسی شخص کو ان بات پر اطلاع نہیں ہوسکتی تو گواہی اوسکی اسبات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہیں ہی شہادت ہی نفی پر اور وہ غیر مقبول ہی **ص** حوالہ دو قسم ہی ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ حوالہ مقیدہ یہ ہی کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہو یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کرکے لیگیا ہو اور محیل کا محتال علیہ یوں ہو اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزوں پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اوس ودیعت پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کرسکتا ہی محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شی مغصوب تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اسصورت میں محتال رجوع نہیں کرسکتا محیل پر اسواسطے کہ اوسکی قیمت باقی ہی ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہی حوالہ مقیدہ میں محیل اوس شی کو طلب نہیں کرسکتا ہی محتال علیہ سے اسواسطے کہ اوس سے حق محتال کا متعلق ہوگیا باوجود اسکے بھی اگر محیل مرگیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شی محال بہ محتال نے وصول نہیں کی تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہوں محیل کے **ف** یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہوں کو محیل کے

ف یعنی محتال علیہ جب محیل سے نقد قرضخواہ ہو اور محتال کا قرضخواہ محیل سے ادھار ہو تو محتال علیہ کو اختیار ہی کہ محتال کو اپنا قرضخواہ کرلے یا نہ کرلے اور اگر محتال علیہ محیل سے ادھار قرضخواہ ہو اور محتال کا قرضخواہ محیل سے نقد ہو تو محتال کو اختیار ہی کہ محتال علیہ کو اپنا قرضخواہ کرلے یا نہ کرلے اور اگر محتال علیہ اور محیل دونوں ادھار قرضخواہ ہوں محتال کے تو محتال کو اختیار ہی کہ محتال علیہ کو اپنا قرضخواہ کرلے یا نہ کرلے اور اگر محتال علیہ اور محیل دونوں نقد قرضخواہ ہوں محتال کے تو محتال کو اختیار ہی کہ محتال علیہ کو اپنا قرضخواہ کرلے یا نہ کرلے

حصون کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی انھین کے برابر ہے نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اوس شے سے وصول کرے بعد اوسکے جو بچے اوسمین قرضخواہون مین تقسیم ہو جیسا کہ مین کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شے مرہون کو بیچکر لیتا ہے بعد اوسکے جو بچتا ہے وہ اور راہن کے قرضخواہون کو ملتا ہے کیونکہ حوالہ کمزور درجہ مین رہن سے **ص** حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے اپنے دین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہو تو اسصورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شے اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہے **ف** یعنی محیل حوالہ مطلقہ مین اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر لیتا ہے کیونکہ حوالہ اوس چیز کو نہین ہوا ان چیزون سے تا حق محتال کا متعلق ہو جاوے **ص** اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونون صورتون مین اگر محیل نے وہ شے مین یا دین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہو گا **ف** بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کرکے جو کچھ کر لیگا محیل پر **ص** اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپیہ کا بکر نے وہ سو روپیہ عمرو کو ادا کر کے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا کہ میرے تو جو تیرے اوپر آتے تھے اوسپر مینے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہین ہین تو اسصورت مین قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دین نہ سمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ مین ضرور نہین کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون محیل کا **ف** بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اور اوسکی رضا سے **ص** اسیطرح اگر محیل محتال سے کہے کہ مینے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور مین تیرا مقروض تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض نہ تھا اوس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال پاس گواہ نہین ہین تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا **ف** اگرچہ یہ خلاف ہے معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمۃ الی ذمۃ کا ہے تو ضرور ہے کہ محیل مدیون ہووے محتال کا اگرچہ نکلے حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازاً اور محتال پاس گواہ نہین ہین قرضہ کے تو قول اسکا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس بات مین کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدین نہ سمجھا جاویگا **ص** مکروہ ہے سفتجہ **ف** سفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اوسکے یہ ہین کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض تا وہ اوسکے دوست کو دیدیوے دوسرے شہر مین غایت اسکی یہ ہے کہ خطرہ ساقط ہو جاوے اصل مین سفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا نام اسواسطے ہوا کہ شاہد ہے ساتھ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج مین یعنی اشیاے مخوفہ مین جیسے الٰہی وغیرہ کہ اوسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تا کہ سیکو خبر نہو **ص** یعنی قرض دینا واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے **ف** ہندی مین اوسکو ہنڈوی کہتے ہین اور چونکہ اسمین فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث جو حارث بن اسامہ کی مسند مین مروی ہے سوار بن مصعب سے اوسنے عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سنا مینے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ سیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبد الحق نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے اوسکے اور روایت کیا اوسکو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف مین اور نکالا ابن عدی نے کامل مین جابر بن عمرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے السفتجات حرام یعنی ہنڈویان حرام ہین اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اوسکو بخاری اور نسائی اور ابن معین نے اور ذکر کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین مدراس باب مین بتر روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **ثنا** خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اوس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اوسمین نفع ہو جاوے مقرض یا مستقرض کو اور فتاوی

صغری مین ہی کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض مین تو مکروہ ہی اور جو اسکی شرط نہو قرض دیتے وقت تو مکروہ نہین اور شرط کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہین جائز ہی اور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اوسنے لکھدیا تو جائز ہی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے یہ پیسے لکھدے فلانے شہر پر پس شرط پر کہ مین تجھے نہین دونگا تو بھی بہتر نہین ہی اور مروی ہی یہ ابن عباس سے کیا نہین دیکھتا ہی تو کہ اگر قرضدار نے قرضے مین وہ مال ادا کیا جو قرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہین جبکہ شرط نہو اور فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اوس وقت حلال ہی جب کہ اسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر یہ معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کے لیے ہوتا ہی تو حلال نہین گو کہ شرط نہو اور وہ جو مروی ہی امام ابو حنیفہ سے کہ وہ نہین بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ مین تو اسکی کچھ اصل نہین اسواسطے کہ یہ انتفاع نہین ہی اوسکی ملک نہ اسکی شرط ہوتی ہی اور نہ یہ رائج ہی وقتے **فائدہ** جب مطلق ہنڈوی بالکی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اوتنا ہی دوسرے شہر مین لے مکروہ ہوئی تو جو ہماری ملک مین رائج ہی ایک روپیہ یا دو روپیہ یکبارگی زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون بٹہ اور کم وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہی اور اوسکا دینا اور لینا سب برابر ہی بموجب اوس حدیث کے جو اوپر گذری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہین خدا محفوظ رکھے فقط

کتاب القضاء

جو شخص کواہی کے لائق ہو وہ قاضی ہونیکے لائق ہی **ف** یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہی نہ اندھا ہی نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہی اسیطرح وہ قضا کے بھی لائق ہی یعنی ہو سکتا ہی کہ قاضی ہو اور جو چیزین جسے شرطہین شہادت کی ویسی شرطہین قضا کی **ص** اور فاسق اہل ہی واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہی کہ حاکم اوسکو قاضی نبادے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی نبایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہی لیکن چاہیے قبول نکیا اور اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا **ف** درمختار مین ہی کہ اسی روایت پر فتوی ہی اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہی کہ باقی تمامتر اس مسئلہ مین سب مرجوح ہین اور یہی قول صحیح ہی ابن الہمام نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کرے تو قضا اوسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق تو وہ حکم کرے غیر کے فتوے سے لیکن واجب ہی حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نبائے **ص** اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اسکے فاسق ہوگیا **ف** بخلاف شہادت کے **ص** تو وہ قضا معزول ہوجاویگا لیکن بالفتی ہوجاویگا عزل کے **ف** یعنی واجب ہی حاکم پر کہ اوسکو معزول کرے اور اگر حاکم نے معزول نکیا **ص** یعنی مذہب ظاہر الروایہ ہی اور اسی پر ہین مشائخ حنفیہ **ف** بخاری اور سمرقندی اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم بجود معزول ہوجاویگا اور فاسق فقہی بھی نہین ہوسکتا اور بعضون نے کہا کہ ہوسکتا ہی اور یہی بعضون کے نزدیک قول اول ہی اور بعضون کے نزدیک قول ثانی **ص** اور مجتہد ہونا شرط ہی اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا **ف** یعنی کسی شخص کا قاضی بنانا دوسرے شخص سے اولی نہین ہوتا مگر یہ شرط اجتہاد یعنی جو مجتہد ہو اوسکا قاضی ہونا اولی ہی اور اجتہاد صحت کی شرط نہین ہی یعنی نہین ہی کہ غیر مجتہد کی تقلید صحیح نہو **ص** تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہی ہمارے نزدیک **ف** لیکن امام شافعی کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو سرے سے درست نہین اور احتیاط اوسی قول مین ہی اوسکو شافعی نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے اگر علاوہ اس شرط ہونے قضا کے تمام بالکل اوٹھ جاوینگا **ص** مگر چاہیے کہ اختیار کرے اوسکو جو زیادہ قادر ہو

قضا پر اور اولی ہے ف روایت کیا طبرانی نے ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانوں کے امور کا پھر مقرر کیے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہے کہ اون لوگوں میں بہتر اوس سے اور زیادہ جلنے والا کتاب اللہ اور سنت رسول کا موجود ہے تو وہنے خیانت کی اللہ اور اوسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک میں اور ابو یعلی موصلی نے حذیفہ سے مثل اسکے ص اور آدمی کو چاہیئے کہ عہدہ قضا طلب کرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہے قضا کو اور سوال کرتا ہے اوسکا سونپ دیا جاتا ہے اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اوسکو اعانت اور مدد نہیں ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے تو اوتارتا ہے اللہ تعالی اوسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہے اوسکو یعنی اعانت کرتا ہے اوسکی اوپر صواب کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے انس رضی سے ص اور درست ہے عہدہ قضا لینا اوس شخص کو جسکو اعتماد ہے اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے عہدہ قضا کو اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہے واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیئے کہ امر بالمعروف ہے حضرت علی رضی سے مروی ہے کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن کیطرف تو کہا میں نے یا رسول اللہ بھیجتے ہیں آپ مجکو عہدہ قضا پر اور میں کم سن ہوں اور قضا کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہے کہ اللہ ہدایت کریگا تمہارے دل کو اور ضبوط کریگا تمہاری زبان کو جبوقت جھگڑا اوترے تمہارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کر دو واسطے پہلے کے جب تک سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کر کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی رضی نے پھر شک نہیں کیا میں نے کسی فیصلہ میں بعد سکے روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور قوی کیا اوسکو ابن المدینی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور اوسکا ایک شاہد ہے مستدرک میں حاکم کے ابن عباس سے اور روایت کیا ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی نے معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جبکا بھیجا اونکو یمن کیطرف تو پوچھا اونسے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا انھوں نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی کہا اجتہاد کرونگا میں اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش میں کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا شکر ہے اوس خدا کا کہ توفیق دی اوسنے رسول رسول اللہ کو اوس امر کی کہ جسسے راضی ہو رسول اللہ اس حدیث سے ثابت ہوتا قیاس کا وقت ہونے آیت اور حدیث کے نہ ثابت ہوا اور رد ہو گیا اون لوگوں کا جو قیاس کو شرع کی حجتوں میں شمار نہیں کرتے

ص اور مکروہ ہے ف تحریمی ص عہدہ قضا لینا اوس شخص کو جو خوف کرتا ہے عاجز ہو جانیکا تصفیہ مقدمات میں یا ظلم کے صادر ہونیکا ف تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہ ہو جاوے اور جو حدیثیں کہ ممانعت اختیار عہدہ قضا میں آئی ہیں محمول ہیں ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلعم نے جسکو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چاروں عالموں نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مرفوعی ہے بریدہ رضی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو انمیں سے جہنم میں جاوینگے اور ایک جنت میں ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اوسکے تو وہ جنت میں جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم میں تو وہ جہنم میں جاویگا ایک آدمی وہ کہ اوسنے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگوں کا نادانی سے وہ بھی جہنم میں جاویگا روایت کیا اوسکو چاروں عالموں نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے اور فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اور ظالمون اور کافرون جو شخص حکم نہ کرے اوسکے موافق جو اتارا اللہ تعالی نے تو وہ

فاسق ہو اور ظالم ہو اور کافر ہو اس سے بڑائی ثابت ہوگئی اون لوگون کی کہ جان بوجھکر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف باتباع احکام امرا وقت اور قونین نصاری کے فیصلے کرتے ہین اور جو اونکے معین ہین کچھ شک نہین کہ اونکے لیے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر ص جو شخص قاضی کیا جاوے اوسکو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمین تنا ویزات اور فیصلہ سے ہین اور حوالات کے قیدیون کو دیکھے ف یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانہ مین قیدی تھے اونکے حال مین نظر کرے نہ اون قیدیون مین جو حاکم کے قیدخانہ مین ہین در مختار ص تو جو شخص اون قیدیون مین سے اقرار کرے کسی حق کا یا اوس پر گواہ قائم ہون تو اوسکا حکم قائم رکھے یا اوس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اوسکے باب مین معتبر نہ سمجھے بلکہ منادی کرادے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن لوگون کو فلان فلان قیدی پر دعوی کرنا ہو تو اس مدت مین حاضر ہون مجلس قاضی مین تو اگر کوئی حاضر ہوے تو مقدمہ اوسکا نہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اون قیدیون کو چھوڑ دیوے ف درمختار مین ہے کہ بعد منادی کرنیکے اگر کوئی مدعی اوسکا حاضر ہووے تو اوسکو حاضر ضامن لیکر چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینہ تک اور منادی کرادے بعد اوسکے اگر کوئی نہ آوے تو اوسکو چھوڑ دے ص اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی یا قابض کے اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اوسکو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہین تو اون ودائع اور محاصل اوقاف مین قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا ف اسصورت مین وہ قاضی اون چیزون کو سونپی تبالہ گیا دیسکی سمجھی جاوینگی مگر جب کہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اوسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمرو کے لیے اقرار کیا تو اسصورت مین ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو مثلی کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی مضمون قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقرر تھا ھلایہ ص قاضی کو جائز ہے کہ مسجد مین بااعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولی ہے اور بااعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ بسکا جی چاہے دروازے قطع نزاع کے حاضر ہووے اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے قضا قائم کرنا مسجد مین بسواسطے کہ کبھی شخص حائضہ یا جنب یا ملوث ہووے اور مشرک نجس ہے نہ داخل ہونا مسجد مین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد مین بیٹھکر تصفیے فیصل کیے اور بھی قضا عبادت ہے اور نجاست مشرک کی ازروے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائضہ داخل ہووے مسجد مین بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اوسکا دروازہ مسجد پر ف ہدایہ مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئین مسجدین واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے ممازیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہا ہے بھذا اللفظ اور کنوز الحقائق مین بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اوسنے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن بمعنی مین اس حدیث کے چند حدیثین آئی ہین نقل کیا اونکو شیخ ابن العماد نے فتح القدیر مین ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس سے اور روایت کیا بخاری نے لعان کرایا حضرت عمر نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور سنداً روایت کیا امام ابوبکر رازی نے حسن تک کہ دیکھا انھون نے حضرت عثمان کو کہ فیصلہ کیا مسجد مین اور ذکر کیا قصہ اور روایت کیا ابن سعد نے طبقات مین ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے کہ دیکھا اونھون نے ابوبکر کو کہ فیصلہ کرتے تھے مسجد مین نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا قضا فی المسجد منظر زمان

سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے ویسا نہین کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق نہین **ص** اور اگر قاضی قضا کے لیے بیٹھے اپنے گھر مین اور اذن دیدے عام تو بھی درست ہے **ف** اور اولی یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر مین ہو اور مشہور ہو تاکہ لوگون کو آنے مین دقت نہ پڑے اور قاضی حکم کرے اوسوقت جب کہ اوسکا دل مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اوسدن روزہ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہن کر نکلے اچھے طور سے **ص** قاضی کو چاہیے کہ کسیکا ہدیہ قبول نکرے مگر اپنے رشتہ طرح محرم کا یا اوس شخص کا جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اوسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونون مین سے کسیکا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہو **ف** اگر ذی رحم محرم یا اوس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگیا تو اوسکا بھی ہدیہ نہ لیوے یا شخص عادت سے زیادہ ہدیہ نہ بھیجے تو زائد بھیجدیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاوے عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض لیوے مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت اور عدم تہمت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا **ط** **ص** اور قاضی کو چاہیے کہ دعوت مین کسی کی نجاوے مگر دعوت عام مین اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہو اور امام محمد کے نزدیک دعوت خاص مین بھی جاسکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو **ف** کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسیکا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اوسکی قبول نکرے اور اسیطرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہو وہ دعوت سہ روزہ **ص** اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ مین اور اسیطرح بیمار کی بیمار پرسی کرے **ف** بشرطیکہ اوس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہو **ک** **ہ** اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے ابی ہریرہ رضی سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہین جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مرجاوے تو اوسکے جنازے کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اوسکو روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہ رضی سے اور یہ نصیحت دینا چھٹا امر ہی تو ہدایہ مین جو لکھا ہی کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہین درست ہوگیا **ص** اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر ہون تو دونون کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونون کی طرف توجہ یکسان کرے **ف** اور داہنے بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہی اور یہ برابر بٹھانا عام ہی کبیر و صغیر اور بادشاہ و رعیت اور ذلیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ تو قاضی کو لائق ہی کہ اپنے مقام پر سے اٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے روایت کیا اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند مین امام سلمہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانون کا تو چاہیے اوسکو برابری کرے بٹھانے مین اور اشارہ مین اور نظر مین **ص** اور کسی سے سرگوشی نکرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نکرے اور نہ ایک کی طرف اون دونون مین سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہون کو تعلیم کرے اسطرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی اور اسطرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہو **ف** ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہی کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہی ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ کا

دعوی کرے اور مدعی علیہ بان سو کا منکر ہوا اور شاہد ظاہر کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس علم صحیح اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعوے کے موافق کرنے بسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہیں کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان میں

اگر مدعی کا حق مدعی علیہ پر ثابت ہوئے اقرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادا حق کا در صورت نادہندگی مدعی علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اوسکے حبس کی تو قاضی کو حبس مدت تنگ مناسب معلوم ہو مدعی علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے ثبوت حق ہوا ہو تو قاضی کو یہ پوچھنا چاہئے قبل حکم ادائے حق کے مدعی علیہ کی بر خواہش مدعی محبوس کرے ف اسوجہ سے کہ قید جزا نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اوسوقت نادہندگی مدعی علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادائے حق کا اوسکو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو نادہندگی اور انکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہی اسلیے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اوسکا درست ہوا اور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے اونکو تھوڑی مدت کفایت ہے بعض متمرد ہوتے ہیں اونکو تھوڑی حبس سے زجر نہیں ہوتا اور جیسں اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی اوس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھ مہینے ہیں اور ایک مہینا اور دو مہینے تین مہینے بھی مروی ہیں مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کی طرف هدایه ص مدعی علیہ کا حبس اول حقوق میں ہوگا جو ازم آتے ہیں اوسکو بسبب عقد کے یا بدل میں مال کے جیسے مہر معجل ف اور مہر موجل کے عوض میں حبس نکیا جاویگا اگرچہ معجل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی در مختار ص ضمانات یعنی ضمان نفقہ زوجہ نفقہ ولد ف قرض اگرچہ ذمی کا ہو ضمان الدرک در مختار ص اور دین ولد اور ودیعت ضمان جنایات ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل بدل دم عمد ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل در مختار ص میں محبوس نہ کیا جاویگا اگرچہ مفلسی کا اظہار کرے الا اوس صورت میں جب مالدار ہونا اوسکا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں میں بھی قید کریں گے ف اور قسم اول کی چیزوں میں محبوس کرینگے اگرچہ مدعی علیہ مدعی محتاجی کا ہووے اور دعوی محتاجی کی تصدیق نکیجاویگی در مختار

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

اگر گواہ گواہی دیں قاضی کے سامنے اور مدعی علیہ حاضر ہو تو حکم کرے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنامہ سبکو عربی میں جسکو کہتے ہیں اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اوسپر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہوں کی گواہی کو تا کہ قاضی مکتوب الیہ اوسکے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی ہے حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس تبدیل ہوئی کتاب القاضی الی القاضی سب حقوق میں سوا حدود اور قصاص کے ف اسواسطے کہ کتاب میں شبہ ہے اور حد قصاص دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہے اوسکے اثبات میں ص جب شہادت گذرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جنکا انکار کیا گیا ہے کیونکہ

امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہو گا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جسوقت انکار کیا ان دونوں کا مودع یا مضارب سے تو ہو گئی مغصوب اور مغصوب میں واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو تجاری ہو گی اور میں کتاب حکمی سو اسطے کہ وہ محتاج نہیں ہے اشارہ کا بلکہ صفت سے اوسکی معرفت ہو سکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اوسمیں احتیاج ہے اشارہ کی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور ایسی ہی نزدیک امام ابو یوسف کے مگر انکے نزدیک غلام مفرد میں بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اوسکی یوں ہے کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلاں نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہے اور اوسکا حلیہ یہ ہے بھاگ گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند میں فلان کے قبضہ میں ہے آخر کتاب اور مہر کرے اوسپر تو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور رکھوے کتاب کے ساتھ شہود اوسکی کے جو آگے آئی ہیں اور ملاوے حلیہ کتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق ہو دے چھوڑ دے اوسکو اور اگر مطابق ہو تو اگر مدعی علیہ بخارا کا کوئی تو بہتر ورنہ اوس غلام کو مدعی کے سپرد کرے نہ بطور حکم کے اور فیصلہ کے اور لے لیوے اوس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اوس غلام کی گردن میں کوئی چیز ڈالکے اوسپر مہر کر دے تا ایسا نہو کہ مدعی وہاں جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ میں اس غلام کو روانہ کرتا ہوں تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اون گواہوں کو بلاوے جنھوں نے گواہی دی تھی اس غلام کے ملک کی غیبت غلام میں تاکہ گواہی دیں اوسکی حضور میں اور اشارہ کریں اس غلام کیطرف کہ یہی غلام ملک ہے مدعی کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہوں نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ غلام ملک ہے مدعی کی تو جب یہ کتاب قاضی سمرقند پاس پہونچے اوسوقت فیصلہ کر دے اور حکم سنا دے مدعی علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات میں قبول کیجاویگی اور اسی پر متاخرین ہیں **ف** درمختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے کہ کتاب القاضی سب منقولات اور عقاری میں عام ہے کہ دعوی دین ہو یا عین درست ہے **ص** سوا حدود اور قصاص کے اور واجب ہے کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہوں کو اوسکا مضمون پڑھکر سنا دے اور مہر کر دے اپنی اونکے سامنے اور وہ کتاب اون گواہوں کو دیدیوے اور ابو یوسف نے کوئی بات اوس میں شرط نہیں رکھی اور امام خصاف رحمہ اللہ اونھیں کا قول اختیار کیا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک صرف دو گواہوں کو اسبات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مہر میری ہے اور ایک روایت میں مہر بھی شرط نہیں میں کہتا ہوں جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاویگی تو فتوی اس بات پر ہے کہ مہر کرنا ضرور ہے اور جب گواہوں کو سپرد کیجاویگی تو فتوی اس بات پر ہوگا کہ مہر شرط نہیں پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہونچے تو قبول نکرے اوس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے سامنے اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے جو کتاب کے کرنے میں تو جب گواہی دی ان گواہوں نے کہ یہ کتاب فلان قاضی کی ہے پڑھا تھا اوسکو اوس قاضی نے اپنے محکمے میں اور مہر کی تھی اوسپر اور دی تھی ہمکو تو اوسکی مہر دیکھکر کھولے اور مدعی علیہ کو سنا دے اور لازم کرے اوسپر حکم کو **ف** یعنی اوس گواہی کی رو سے جو کتاب میں مندرج ہے مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اوسکا فیصلہ کر دیوے **ص** اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اوس کتاب کے ساتھ کہ اوسوقت تک قاضی کاتب قاضی ہو تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مرجائے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاویگی اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہنچنے کے اول مرجاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ قاضی کاتب نے بعد ختم اوس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھدیا ہو کہ مسلمانوں کے قاضیوں میں جسکے پاس یہ خط پہونچے وہ اوسکی تعمیل کرے

تو مکتوب الیہ کے مرنے سے باطل نہو گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہین کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہے کہ ابتدا سے آخر تک لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمان کے قاضیون سے پہنچے وہ اوسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا خاص فائدہ ہے اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعی علیہ حاضر ہو کر جاری کیجاویگی کتاب اوسکے وارث پر اور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات مین سوائے حدود و قصاص کے ف اسواسطے کہ قضا نظیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود و قصاص مین مقبول نہین تو قضا بھی مقبول نہو گی بر خلاف مین ہے کہ اگرچہ قضائے عورت صحیح ہے سوائے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات مین لیکن عورت کا قاضی بنانیوالا گنہگار ہو گا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پائین گے وہ لوگ جنھون نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو ص قاضی اپنا نائب کیلیو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہو گیا مر گیا تو نائب معزول نہو گا اسی طرح وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بنا دے مگر وہ صورت مین جب موکل نے اوسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے معزول ہو جانے یا مر جانے سے وکیل وکیل معزول نہو گا اسواسطے کہ وکیل درحقیقت نائب ہے اصل موکل کا نہ وکیل اول کا ف بلا بین ہے کہ جب شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہو دے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے گو اوسکو اس بات کا حاکم کیطرف سے اختیار نہو دے کیونکہ جمعہ ایک شی موقت ہے خوف ہے اوسکے فوت ہو جانیکا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہے بخلاف قضا کے ص جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے منصوب کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلہ کے منصوب کی رائے شریک ہو گئی تو جائز ہو جاویگا ف اسواسطے کہ جب قاضی اول کی رائے شریک ہو گئی تو گویا اول ہی نے قضا کی ص اسطرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر وکیل بنایا اور بعد اوسکے وکیل نے وکیل کے وکیل کے روبرو وکیل کے وکالت کا کام کیا یا وکیل کی رائے اوسمین شریک ہو گئی یا موکل نے جس وقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خرید کیلیے تو اوسکی ثمن بیان کر دی تھی تو ان سب صورتون مین وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا اگر موکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل امین ہو جاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

باب مرافعہ کے بیان مین

اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کر دے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل اختلافیہ مین ف یعنی اگر اول مسائل مین جنمین صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا اختلاف تھا قاضی نے ایک قول اختیار کر کے قضا کر دی بعد اوسکے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہین کر سکتا مر آدمیان قاضی اول سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اور سیکو یہ بات نہین پہونچتی کہ مسائل مختلف فیما مین جسکا قول چاہے اختیار کر لے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہو گا قفنیہ ص الا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہو ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اوس جانور کا جسپر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک کی گئی ہو کیونکہ مخالف ہے آیت کریمہ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جسپر نہین ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھولکر تسمیہ ترک کر دیوے تو ذبیحہ کا گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور شافعی کے نزدیک بھی تو اوسکی بیع بھی جائز ہو گی اور اگر قصداً ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاویگا اور بیع بھی اوسکی

ناجائز اور شافعی کے نزدیک بیع اور اکل دونون جائز ہین تو یہ حکم شافعی کا مخالف ہے اور آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گذری قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جسپر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی یہ حکم منسوخ کردیگا **ص** یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث **ف** یعنی وہ عورت جسکو اوسکے خاوند نے تین طلاق دیے ہون **ص** کی حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف بجماع زوج ثانی سے بدون عسیلہ کے موافق مذہب سعید بن المسیب کے اسواسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرت کا واسطے عورت رفاعہ کے نہین ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شہد نبی عبدالرحمن بن زبیر کی اور وہ شہد نبی تیری **ف** روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے اور گذری یہ حدیث کتاب الطلاق مین قصے سمیت **ص** یا مخالف ہو وے اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اسواسطے کہ صحابہ نے اجماع کیا اوسکے فساد پر **ف** اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح مین **ص** تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسالہ مجتہد فیہ مین حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ ممیز علیہ ہو جاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اوسکا واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اول نے اپنی رائے کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنی رائے کے خلاف حکم دیگا تو اوسکا بیان آگے آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری کرے مجتہد فیہ سے مراد یہ ہے کہ محل قضا یعنی جس حکم مین قضا ہوتی ہے اوسمین اختلاف ہو اور جو خود قضا مین اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب **ف** اسکا بیان آگے آتا ہے **ص** تو وہ قاضی اول کی حکم کر دینے سے مجمع علیہ ہوگا اور قاضی ثانی کو اوسکا نسخ پہونچتا ہے یہان اگر قاضی ثانی بھی اوسکو جاری کردے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاویگا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہین کرسکتا اجماع مین اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاوینگے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالف بعض کی معتبر نہوگی **ف** ہدایہ مین بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن اصول فقہ کی کتابون مین تذکرہ ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہے اور اجماع نہین ہوتا مگر سب کے اتفاق سے **ص** اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اول یعنی صحابہ و تابعین کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہین بلکہ اختلاف شافعی کا بھی معتبر ہے **ف** اور اسیطرح مالک اور احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ مین سے ہین نہ تابعین مین سے **ص** اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر اور باطن مین **ف** یعنی فی الدنیا اور فیمابینہ وبین اللہ **ص** کسی شی کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے ظاہر مین نہ باطن مین **ف** جاننا چاہیئے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنی سبب ملک کا بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل موجب حکم کے اور قاضی نہ جانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہین تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر شلا مدعی نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کردیے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت سے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے **ف** اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کردینا عند اللہ حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک صاف ظاہر حکم قاضی نافذ ہوگا یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہین ہوگی اور یہی مذہب ہے زفر اور آئمہ ثلثہ کا در مختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے لیکن بحر الرائق مین ہے کہ قول امام ابو حنیفہ کا قوی ہے دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا

ف ذکر اختلاف علماء در نفاذ حکم حاکم بر خلاف

ف ذکر اختلاف علماء در نفاذ حکم حاکم بر خلاف

حلت کا فیما بینہ وبین اللہ ورجواب اوسکا یہ ہے کہ یہ حکم حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے سبب حلت کا نہیں کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاے عقد جدید کے ہے اور انشاے عقد حرام نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ قاضی دروغگو فی شہود کو نہیں جانتا امام صاحب کی دلیل نقلی وہ ہے جسکو ذکر کیا محمد نے بسوط میں کہ پوچھا ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے آکے پاس گواہ قائم کردیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دیدیا عورت کو کہ جاؤ مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا ہے مجھ سے اب گر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہو تو آپ نکاح پھر ہو اد تجدید فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں تجدید کرنا نکاح کی نکاح کردیا تیرا دونوں شاہدوں نے تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہوجاتا آپکے قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور آپس میں محفوظ رہتے دونوں زنا سے انتہی آوپر جو ہم نے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہو تو اوسکا فائدہ یہ ہے کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کردیے اور قاضی نے حکم کردیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہاں پر مدعی کو وطی اوسکی حلال نہ ہوگی بالاجماع اور یہ جو کہا کہ محل قابل نہ ہو حکم کے سوا اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہیں ہے اس بات کا کہ قضاے قاضی نشاے عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغگو فی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور اگر قاضی اوس نے مسائل اجتہادیہ میں خلاف اپنی راے کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر یا قصداً تو صاحبین کے نزدیک یہ قضا نافذ ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اوسمیں دو روایتیں ہیں ف یہ سب اختلاف قاضی مجتہد میں ہے اور قاضی مقلد کا فتوی خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہ ہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہے کہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس قضا نافذ نہ ہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑ کر صاحبین کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے بلکہ نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃ اوسکا فسخ نہیں پہونچتا چنانچہ درمختار میں ہے اور اوس صورت میں ہے کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو تقیید بمذہب امام نہ کردیا ہو ورنہ وہ معزول ٹھہریگا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اوسکا بالکل نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ تخصیص قضا کی زبان اور مکان سے درست ہے طحطاوی معہ زیادۃ ص قاضی حاکم کے شخص غائب پر ف اور نہ غائب کے لیئے یعنی نہ غائب کا مقتضی علیہ فیصح بہ مقتضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہیں بر قول مفتی بہ در مختار اور امام شافعی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علی کی ہے جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت نے نہ فیصلہ کرو ایک کے لیئے جب تک نہ سنے کلام دوسرے کا روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا مانع حکم ہے اور یہ بات پائی جاتی ہے خصم کے غائب ہونے میں اور اوسکے نائب کے بھی غائب ہونے میں اور اسواسطے کہ شہادت کا مجہول ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر جنس ہووے اور طعن فی الشہادۃ سے اور اوسکا عجز بدلیل اوسکے حضور کے معلوم نہیں ہوسکتا کذا فی الفتح القدیر ص مگر اوس صورت میں کہ نائب اوسکا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہے یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اسطرح کہ جو چیز کا دعوی ہے غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اوس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہے ف تو اگر دعوی علی الغائب کے سبب

پھر نے میں واسطے ادعا علی الحاضر کے کتاب پڑھ جاوے تو اسصورت میں دعوی مقبول نہوگا مثلاً ایک لونڈی زید کی بھر زید نے
مالک پر یہ دعوی کیا کہ اسنے مجھ سے بھاگکر غائب کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہے کہ بسبب عیب نکلنے کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کے
واپسی کا حکم نہوگا کیونکہ ترویج غائب روعلی المولی کا سبب بالضرور نہیں سو اسکے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب
زائل ہو گیا ہو **ص** مثال اوسکی یہ ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان میرے باپ سے خرید کیا تھا
اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاوے گا
کیا معنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب
یعنی خرید نا گھر کا سبب ہے ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لامحالہ غایۃ الامر طارو بعد وجود
کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہوا اوس دعوی جو حاضر پر ادعا ہو **ف** اور پہلی صورت میں سبب تھا **ص** چنانچہ
اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوس نے معلق کیا تھا میری حق کو زوجہ زید کے تعلیق پر اور گواہ لایا
زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہونگے صحیح قول پر اور سبب میں اسواسطے مقبول ہیں کہ سبب
اصل ہے مسبب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت
شرط تو حاضر غائب کا نائب نہیں ہو سکتا یہ حکم شرط میں جب ہے کہ اوسمیں حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا
صورت مذکورہ میں کہ اسصورت میں زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی
عورت کا علق کیا زید کے گھر میں جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہونگے بحالت غائب ہونے زید کے اسواسطے
کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہیں **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے کسیکو اور لکھوا لیوے تمسک **ف**
چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہیں ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور
ایسی جگہ لگاوے کہ اوسمیں زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے دیدیا مکان یا زمین یا غلام کمانے والا جس سے آمدنی ہو زیادہ لے اگر یہ
نہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہو قرض بھی دے سکتا ہے بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہو اور جو یتیم کا وصی موجود ہو
تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے قنیہ **ص** اور وصی کو درست نہیں کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے اور اسیطرح باپ کے بھی صحیح
قول میں درست نہیں کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی صغیر مسرف ہو یعنی فضول
خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھدے تا وقتیکہ **مسائل الحاقیہ** جب مدعی علیہ
چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا میں حاضر نہوے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لیکر مدعی علیہ پر ایک وکیل باکر حکم کر دیوے
درمختار شامی نے اسکی صورت یوں لکھی ہے کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر دعوی کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر
بیٹھ رہا ہے اپنے گھر میں تو قاضی لکھے الی شہر کو اوسکے احضار کے لیئے تو اگر والی شہر اوسکو نہ بھیجے اور مدعی درخواست کرے مہر ہونے
اوسکے مکان پر تو اگر لکھے دو گواہ ہوں کہ اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے مکان میں ہے اور گواہ کہیں کہ تین دن یا کم ہوئے کہ ہمنے مدعی علیہ
کو دیکھا تھا تو مہر کر دے اوسکے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کریں تو نہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بات مفوض ہے رائے حاکم کیطرف تو جب
مہر ہو گئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے وکیل مقرر کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعی علیہ کے

مکان پر اور وہ ہر سوال پر کہدے تین مرتبہ لوگون کو اہون کے سامنے کہ ای فلان ولد فلان قاضی نے یہ کہا ہی تجکو یہ حاضر ہو تو سچ اپنے مدعی کے دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے کیل مقرر کرکے حکم کردونگا اور مدعی کے گواہون کی تیرے قبول کرونگا اسیطرح تین دن تک کہے تین دن گذر جاوین اور مدعی علیہ حاضر نہوے تو قاضی اوسکی طرف سے کیل کھڑا کرکے مدعی کے گواہ سنے اور اوسکے کیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کردیوے انتہی **مسالہ** اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوی سے لیکر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوی نہ کیا تو وہ دعوی سنا جاویگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اس مین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تیس سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف وارث بھی سمع نہین اور حضل فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد سمع نہوگا وقت استحقاق سے میعاد منسوب ہوگی مادہ اس قید کا یہ ہی کہ مثلا ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نہ کیا بعد اوسکے خاوند مرگیا یا اوسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہی اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہین ہوئی دعوی سمع نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ تعدد اسقاط کے ساقط ہوجاوے بلکہ اگر مدعی علیہ مقر ہوجاوے تو دعوی سمع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی **مسالہ** قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک و شبہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعی علیہ کوئی ان دونون مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ بھی ہی وہ یہ ہی کہ قاضی کو مسئلہ مین فتوی پر اعتماد نہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست ہی تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا در مختار **مسالہ** مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع مین واجب ہی نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہون سے حلف لی جایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمایش کرکے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہی کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہی لیکن صحیح نہین ہی

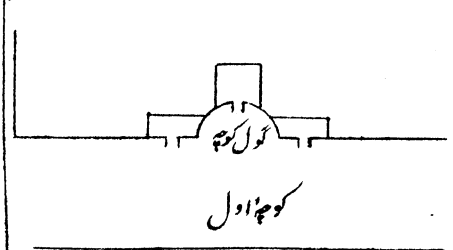
باب پنچایت کے بیان مین

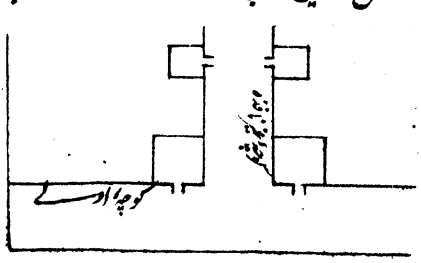
یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان مین عربی مین اوسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی نوع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ قاضی سے حکم انی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہی جسنے اوسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہی کسی چیز مین تو آتے ہین میرے پاس مین اون مین حکم کردیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہی یہ روایت کیا اوسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر **ص** صحیح ہی پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اوس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہو **ف** یعنی ضرور ہی کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہوجاویگا کما مر **ھدایہ** **ص** جب دونون مخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اوسنے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم مخاصمین پر **ف** اور اوسکا حکم باطل نہوگا دونون کے معزول کردینے سے بسبب صدور اوسکے حکم کے ولایت شرعی سے در مختار **ص** صحیح ہی خبر دینا پنچ کا احد مخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانے مین **ف** یعنی اگر مدعی علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ

شاہد کو فاسق کہے اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہی درحالیکہ باقی رہنے اوسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک پنچایت باقی ہی تو اوس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہو کے پر برخلاف اوسکے خبر جب دی اوسکے بعد ختم ہوجانے پنچایت کے کیونکہ اب اوسکا حال مثل ایک شخص کے رعایا مین سے ہوگیا تو ضرور ہی ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اوسکے صورت کے جب خبر دی اوسنے کہ مین حکم کرچکا کیونکہ جب وہ حکم کرچکا معزول ہوگیا تو اب خبر اوسکی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ ص اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہی کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہین اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے لیے جیسے گواہی ان لوگون کے لیے درست نہین ف یعنی انکے نفع کے لیے اور انکے اوپر حکم درست ہی جیسے شہادت انکی درست ہی یعنی انکی مضرت کے لیے اور سوا انکے بھائیون اور چچاؤن اور اونکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہی جیسے شہادت انکے لیے درست ہی کذا فی البحر ص اور درست نہین پنچایت حدود اور قصاص مین اور باقی سب مقدمات مین درست ہی لیکن اسکا فتوی ندیا جاویگا واسطے خوف دلیر ہوجانے عوام کے اور باقی رہنے روئق کے واسطے حکام اور محکمے کے ف یعنی اگر عوام سین پائینگے تو سب متعلقات مابطور پنچایت فیصلا کرلیا کرینگے اسصورت مین قضاۃ اور محکمہ جات اونکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے ص اسیطرح حکم پنچ کا ساتھ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا مین درست نہین کیونکہ قاتل کے کنبے والون نے اوسکو پنچ نہین بنایا اور اگر اوسنے فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اوسکا توڑدیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہی فرمایا حضرت نے قاتل کے کنبے والون سے اودھو دیت دو منقول کی ف بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات مین انشاء اللہ تعالی آویگا ص اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو قاضی وہ کا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کردے اوسکو ورنہ باطل کرے اوسکو ف محکم کا حکم اکثر باتون مین مثل قاضی کے ہی تو وقت تحکیم اوسکو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہوگا مگر ستہ مسائلون مین فرق ہی بحر الرائق مین وہ سب مذکور ہین فقط

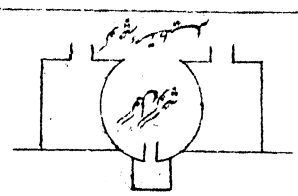
باب مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان مین

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیون کے پاس ہی ایک اوپر کے مکان کا مالک ہی اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو نہین پہونچتا کہ اپنے مکان مین میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے ف اسیطرح اوپر والے کو نہین پہونچتا کہ اوپر کچھ در بنادے یا کڑیان رکھے یا پایہ خانہ بنادے مگر اوسنے اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہی جسمین دوسرے کا ضرر نہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہی بحر الرائق ص ایک لنبی گلی ہی اور اوسمین سے ایک اور لنبی گلی پیدا ہوئی ہی جو نافذہ نہین ہی تو پہلی گلی کے رہنے والے کو اختیار نہین ہی کہ اوس کو بغیر نافذہ مین چلنے کے لیے دروازہ نکالین اور اگر دوسری گلی گول ہی کہ اوسکے دو کنارے پہلی گلی سے مل گئے ہین تو پہلی گلی والے اوسمین دروازہ چلنے کے لیے نکال سکتے ہین صورت ان دونون شکلونکی یہ ہی





لیکن شرط یہ ہی کہ وہ جو دوسری گلی گول ہی نصف دائرہ کے مقدار ہو یا اوس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرہ سے زیادہ ہو گی تو بھی پہلی گلی والون کو وہان دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہو گا صورت اوس کی یون ہی



ف اوران سب صورتون مین ہوا آنے کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا یا روشنی کے لیے درست ہی عینی لیکن ہدایہ مین ہی کہ اصح یہی ہی کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے لیے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہین کر سکتے اور احتمال ہی کہ دروازہ لگا کر دعوی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی مین ص ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے مین ہی کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلان وقت مین

ف مثلاً غرہ رمضان کو ص ہبہ کیا تھا قابض نے اس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اور اسنے کہا کہ مدعی علیہ نے گھر کی ہبہ سے انکار کیا تھا تمسینے یہ گھر اوس سے خرید لیا تھا یا یہ نہین کہا اور گواہ خریدنے پر اوس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے

ف مثلاً شوال یا ذیقعدہ مین ص تو گواہی مقبول ہو گی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے

ف مثلاً ماہ شعبان یا رجب مین ص تو گواہی مقبول نہو گی ف سبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہی ص ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہی زید نے اوس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہنچتا ہی کہ اوس لونڈی سے وطی کرے ف اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا فسخ بیع کی تو وسکی رضا فوت ہو گئی اور یہ موجب ہی انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آگئی تو وطی وسکو درست ہو گی ص ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ روپیہ زیف تھے یا بنہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق کیجاویگی ف یعنی قسم سے اوسکا قول مقبول ہو گا ص اور اگر اوسنے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اوسکا مقبول نہو گا اسیطرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہین یا مینے اباحق پایا یا بائع نے کہا مینے ثمن وصول پائی یا پورا لیا مینے بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا بنہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق نہو گی ف اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین کمال مقبوض پر تو بعد اوسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہو گا

ص جاننا چاہیے کہ زیف اور بنہرجہ قسم سے اون دراہم کے ہین جنمین چاندی غالب ہی اولی پر بگریکہ چاندی اوسمین کھری کی نسبت کم ہی اور کھوٹا پن بنہرجہ کا زیادہ ہی زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہین کرتے اور اوسمین معاملا جاری ہوتا ہی مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور بنہرجہ کو تو تاجر بھی پھیر دیتے ہین، بنہرجہ کی تفسیر مین اختلاف ہی بعضے یہ کہتے ہین وہ درہم ہی جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہی کہ اوسکا تانبا اندر ہو اور اوپر نیچے پرت چاندی کی ہو ص زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھپر ہزار درہم ہین عمرو نے اوسکے جواب مین کہا میرا تیرے اوپر کچھ نہین ہی پھر کہنے لگا نہین بلکہ ہزار درہم ہین تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا ف اسواسطے

ف ۷ من المسائل مین مصورت مسائل کی یون بھی تصور ہو سکتی ہی کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے میرا گھوڑا چرایا ہی عمرو نے کہا کہ نہین چرایا ہی پھر زید نے کہا کہ تو نے میرا گھوڑا چرایا ہی عمرو نے کہا کہ ہان چرایا ہی تو اب زید پر کچھ لازم نہ آویگا کیونکہ عمرو نے اپنے اقرار سے رجوع کیا اور رجوع صحیح ہی اور اگر عمرو نے پہلے کہا کہ ہان چرایا ہی پھر کہا کہ نہین چرایا ہی تو اب عمرو پر تاوان لازم ہو گا کیونکہ اقرار سے رجوع صحیح نہین ہی منہ

کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کرکے زید کے اقرار کو رد کردیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا **ص** زید نے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اوسکے جواب مین کہا تیرا مجھ پر کچھ نہا تب زید نے گواہ قائم کیئے اوس مال پر اوسوقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجکو ادا کرچکا ہون یا تو مجھ اوس مال سے بری کرچکا ہے اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کیئے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے **ف** ائمہ ثلثہ کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض نہین ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کسیکا کچھ نہین ہوتا لیکن اوسنے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہے **ص** اور اگر عمرو نے جواب دعوی مین اتنا اور کہا کہ مین تجکو پہچانتا بھی نہین تو اب گواہ اوسکے ادائے مال یا ابرائے مدعی پر مسموع و منظور نہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ ادا و استدانہ دین اور معاملہ اور ایفاء اور ابراء دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ گواہ اوسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین ہے پردہ مین رہتا ہے اور عورت پردہ نشین گاہے حکم کرتی ہین اپنے دکیلون کو اوسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کو مال دیکر راضی کرلیتے ہین باوجود اس بات کہ مدعی علیہ و مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہے توفیق اسطرح **ف** جاننا چاہیے کہ دفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کافی ہے اور بعضون کے نزدیک ضرور ہے کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوپر توفیق کے تاکہ دعوی مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ ضرور ہے دعوی مین صحت یقینا تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ باطل کرینگے باثبات حق مدعی مین کہ تناہون جہان پر شک واقع ہوئے صحت دعوی مین تو وہان امکان صحت کافی نہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اوس سے طلب ہوئے تو گواہ ہبہ کے نہ لاسکا تو مدعی ہوگیا شراکا اور گواہ قائم کیئے شراء پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شراء مدعی کی قبل وقت ہبہ کے یا بعد وقت ہبہ کے کہ تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شراء قبل وقت ہبہ کے ہو اور اس صورت مین دعوی باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہے کہ شراء بعد وقت ہبہ کے ہو اور اس صورت مین دعوی صحیح ہوجاتا ہے تو اب شک پڑگیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نہ کرینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ شراء متحقق ہو گی قبل وقت ہبہ کے تو دعوی ہبہ یہ معنی رکھے گا کہ پہلے مینے اوس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہوگیا اور پھر اوسکی ملک مین مکان آیا گیا پھر اوسنے ہبہ کیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہوئے اوس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا اور مدعی علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو صحت دعوی مین تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہے جیسا کہ قائم کیے گواہ مدعی علیہ نے اور پیدا کیے مدعی نے یا ابرا آمد عی کے بعد انکار کرنے اوسی مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرے مدعی گواہ پر مدعی کے کہ یا قائم کیے گواہ اوپر شراء کے بعد وقت ہبہ کے ان صورتون مین شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھنا اس قاعدہ کو کہ یہ کثیر النفع ہے پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہے صحت دعوی کا کہ کلام اول مفید ہو اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہو گا نہین مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہین حق ہے میرا کسی سمرقندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہے دعوی اوسکا اور اگر کلام مہلا شخص معین کے لیے صادر ہوتا جیسے کہ زید پر میرا کچھ دعوی نہین یا کوئی حق نہین پھر دعوی کرے تو باطل گنا جاویگا بسبب تناقض کے کذا قالوا اصل مع زیادۃ **ص** زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مینے تجھسے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین تجھے دیچکا اب اسمین عیب نکلا

تو میں رد کرتا ہوں اوسکو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا **ف** یعنی یہ
غلام میں نے تیرے ہاتھ نہیں بیچا **ص** تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اوسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے میں نے شرط کر لی تھی
ہر عیب سے برأت کی **ف** یعنی یہ شرط کر لی تھی کہ اگر اسمیں کوئی عیب نکلے تو اوسکے مواخذہ سے میں بری ہوں غرض عمرو کی اس سے یہ ہے کہ وہ سکے
ص اور گواہ قائم کیے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسف کے نزدیک مقبول ہے **ف** وہ قیاس کرتے ہیں
اس مسالہ کو اوپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الی آخرہ طرفین اوسکا جواب یوں دیتے ہیں
کہ وہ مسالہ دین کا ہے اور دین کبھی یوں ہی واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس جگہ دعوی مدعی علیہ کا بابت برأت کے عیب سے
مستدعی ہے مبیع کو اور بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا **ص** اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اوسکی
اخیر میں انشاء اللہ لکھدیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اوسکا ایک نصرانی مرگیا اور اوسکی
زوجہ نے کہا میں مسلمان ہوئی بعد موت اوسکے کے **ف** یعنی موت کے وقت میں بھی نصرانی تھی غرض اوسکی یہ ہے کہ محروم نہو میراث سے
بوجہ اختلاف دین کے **ص** اور باقی وارثوں نے نصرانی کے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا
اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اوسکی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی تھی سامنے اوسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اوسکے تو
قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر رح کے نزدیک پہلے مسالے میں قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور
عمرو مر گیا زید نے بعد اوسکی موت کے کہا کہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اسکے اور کوئی وارث نہیں ہے تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد اسکے
پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلاویگا **ف** اسواسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب
نہیں اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تو صحیح نہوگا **ص** اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہوں سے
اور گواہوں نے یہ کہا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی قرضخواہ یا وارث میت کا نہیں جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اور قرضخواہ ہوا بعض وارثوں میں
تو اب دے ضمانت نہ لیجائیگی اسبات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اوسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطاً ایسی صورت میں
ضمانت لیتے ہیں ظلم ہوا اور رضا صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی **ف** اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق ضمانت لیجاویگی اور جو گواہوں
نے یہ کہدیا کہ ہم سوا انکے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہیں جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاویگی درمختار **ص** زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے میں ہے
اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہے میراث میں ہمارے باپ سے پونہچا ہے تو قاضی نصف اوس گھر کا زید کو
دلاویگا اور باقی مکان کو عمرو کے آنے تک بکر کے ہاتھ میں رہنے دیگا اور اوس سے ضمانت نہ لیگا برابر ہے کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے عمرو کا یا انکار اور حضرات صاحبین کے
نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعوے تو باقی مکان کو اوسکے قبضے میں نہ چھوڑینگے سواسطے کہ انکار کے سبب سے اوسکی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاویگا اوس سے
اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اوسی کے قبضے میں رہنے دینگے اور ضمانت اوس سے
نہ لینگے اور اگر یہ صورت منقول میں واقع ہوئی تو اوسمیں بھی یہی اختلاف ہے **ف** یعنی انکار اور عدم انکار دونوں صورت
میں اوسکے پاس رہنے دینگے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکار کی صورت میں اوس سے لے لینگے **ص** اور بعضے کہتے ہیں
کہ منقول بصورت انکار باتفاق امام اور صاحبین لے لیا جاویگا **مسالہ** ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو
دینا تو ہر قسم کے مال میں سے ثلث دیا جاویگا **ف** خواہ مال زکوۃ ہو یا غیر مال زکوۃ **ص** اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا جس چیز کا

مین مالک ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ ہی تو مراد اس سے مال زکوۃ لیا جاویگا **ف** جیسے سونا چاندی سوا کام سوا ل تجارت اور غیرہا
زکوۃ کا صدقہ دینا لازم نہوگا جیسے ہبا نائی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کما مر فی الزکوۃ اور زفر کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا
تمامی سوال کو خواہ مال زکوۃ ہووے یا غیر زکوۃ ہووے **ص** تو اگر اوس کے پاس سوا ل زکوۃ کے کچھ ہووے تو وہ رکھے قوت اپنی
(یعنی خرچی) اور باقی کو صدقہ کردیوے **ف** اور قوت کی تقدیر کچھ نہین واسطے مختلف ہونے احوال آدمیون کے کہا گیا ہی جو روز کا مزدور ہی وہ ایک دن
کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب حملہ یعنی جسکو مکان وکا کین وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور
مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اوتنا رکھ لے جو اوسکو کافی ہونے مال آنے تک **ص** پھر جب مالک ہو
نئے مال کا تو جتنا مال قوت کے لیئے رکھ لیا تھا بقدر اوسکے پھر تصدق کردیوے **ف** در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہی اوس شخص
کے لیئے جو قسم کھاوے کہ اگر مین یہ کام کرون تو سارا مال صدقہ ہی تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی ملک کے ایک کپڑا روما ل مین لپٹا ہوا
خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرلے اور دیکھے نہین پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی تھی پھر اوس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے
تو اوسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا **ص** ایک شخص کو وصی کیا میت نے اور وہی کو خبر اسکی نہ تھی بعد اسکے وصی نے کوئی چیز ترکہ مین سے
بیچ ڈالی تو صحیح ہی بیع اوسکی بخلاف وکیل کے کہ اوسکو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اوسنے کوئی تصرف موکل کے مال مین کیا تو تصرف
جائز نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے
یا دو شخص مجہول الحال **ف** یعنی اونکا حال معلوم نہین کہ فاسق ہین یا عادل **ص** نے دی تو اب اوسکا تصرف بعد
اسکے صحیح نہوگا **ف** کیونکہ عزل وکیل ایک خبر لازم ہی تو اوسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اسیطرح باقی چیزون مین **ص** اور اگر
وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اوسکے تصرفات
بعد اس خبر کے پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخص نے
سنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاویگا **ف** یعنی در صورت جنایت عبد مولی کو اختیار ہی خواہ
تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالہ کرے تو جب اوسنے یہ خبر سنکے عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اوسکو تاوان دینا منظور ہی
ص اسیطرح شفیع کہ گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا
اسی طرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہوجاویگی اگر
اوس مسلمان کو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہی اور ابھی دار الاسلام مین اوسنے ہجرت نہین کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول
الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اوسپر لازم ہوجاوینگے **ف** ان سب صورتون مین خبر اگر ایک فاسق
یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم امثال احکام ثابت
نہونگے **ص** لیکن وکیل کرنیکے خبر میں دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہین بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت
ہوجاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہوجاویگا **ف** اسی طرح صغیر مجنون یعنی وہ لڑکا جو ممیز نہ ہو اگر خبر
دیگا ایک شخص کہ اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہی تو وکالت ثابت ہوجاویگی در مختار اور صاحبین کے
نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہی اسواسطے کہ یہ معاملات ہین اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہی

حیلہ عجیب برائے احلاف مین

۷۷

اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی ص قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو اوسکے قرضخواہون کے لیے بیچکر شہر کے سے ثمن لے لیا اور وہ ثمن تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہونگے مشتری قرضخواہون سے غلام کے ثمن وصول کرے جنکے لیے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہون کے لیے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور ثمن اوسکی ضائع ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیرلے اور وصی اون قرضخواہون سے جنکے لیے غلام بیچا تھا مسألہ جاننا چاہیے کہ قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل ہی یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مینے اسکے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہی تو تو اوسکا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اوس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہین اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہی اوس شخص کو کہ سبب ان سزاؤن کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اوسکا اچھی طرح بیان کردیوے ف مثلاً زنا مین کہے کہ مینے زنا کے مقر سے استفسار کیا کہ جسطرح معروف ہی اور حکم کیا مینے رجم کا یا سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اسنے مال نصاب ایک جاے محفوظ سے لیا جسمین کوئی شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے قتل عمد کیا بلا شبہہ کفایہ ص تو یہ افعال کرنا اوسکو درست ہی اور اگر اچھی طرح سبب اونکا بیان نکرسکے تو درست نہین اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نکرے ف مگر اوس صورت مین جب وہ شخص خود سبب حکم کا بیان کردیوے ہاں اور امام محمد کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ افعال نکرے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ نہ کرلیوے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہی کہ اسی کا فتوی ہی در مختار لیکن بحر الرائق مین ہی کہ مینے بعد اسکے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہی انتہی اسصورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہی ص اگر مغرور قاضی زید سے کہے کہ مینے تجھے جو ہزار روپیہ لیے تھے وہ عمرو کے روپیہ ثابت کرکے لیے تھے اور وہ مینے عمرو کو حوالے کردیے یا مینے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلان حق مین اور زید نے دعوی کیا کہ تو نے مجھ سے ہزار روپیہ ظلم سے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اوس سے کیے ہین اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے فعل مجھ سے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی ہی معتبر ہوجاویگا اس فعل مین ورنہ اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا **مسائل الحاقیہ** ایک شخص نے دوسرے کو قتل کردیا بعد اوسکے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اوسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسواسطے مینے اوسکو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ اسکے اعتبار مین مفسدی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص دوسرے کو قتل کرکے یہی کہیگا جو چیز قاضی پر واجب ہی اوسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی پر زبان سے فتوی بیان کردینا اور تحریر فتوی پر اوسکو اجرت لینا درست ہی اسیطرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہی یہی قول مختار ہی اور قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور یہ خرچ جزا ہی حبس کی یعنی قاضی جو اپنے خراج ضروریہ وغیرہ چھوڑکر رکا بیٹھا رہتا ہی اوس کا عوض ہی نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ ہوسکتا ہی کہ گواہون کا علیحدہ خرچ لے

ف یعنی قاضی یا امین کا یہ قول کہ مینے تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا یا تیرا مال ظلم سے لیا تھا

ف یعنی اگر مغرور قاضی کے قول پر گواہ قائم کیے

ف یعنی اگر مغرور قاضی کے قول پر گواہ قائم کیے

یعنی ہر چند کہ ایک اظہار کی دوسرے کو وجہ ہوسکے مگر عورتونکی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک مرد کے ہین فقط کذا فی الدر المختار ولا شباہ والنظائر

کتاب الشہادۃ

شہادت کہتے ہین خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر ف اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر شہادت ہی یا اپنے حق کی دوسرے پر دعوی ہی یا دوسرے کے حق کی اپنے پر یہ اقرار ہی ص گواہی دینا فرض ہوجاتی ہی جب مدعی طلب کرے ادائے شہادت کو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی انکار نہ کرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہی گناہ کی نسبت کی دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہی اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہی تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاے ظاہری سے ہی پس لائق ہین ہی کہ وجوب ادائے شہادت کی سات شرطین ہین ایک یہ کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیجاوے عادل ہو دوسری قرب مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اوسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچوین تعین شہادت شاہد تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون جو اسکے سوا گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اوس شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ اسنے بیع پانچ چکا ہی یا زوجہ کو تین طلاق دیا ہی یا دین مقبول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہی تو اوسکو دین ادا نہ نکل آوے قتل کی گواہی بنا درست نہین اگر خبر عدول نہوئی تو شاہد کو اختیار ہی چاہے گواہی ادا کرے یا نہ کرے اور خبر دونون کا بیان نقل کردینے سے گواہی نہ دینا اگر خبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ساتوین شرط یہ ہی کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہی تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہی تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی مختصرا ص اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہی حدود مین ف جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کیا بخاری مسلم نے ابی ہریرہ رضی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کریگا مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا و آخرت مین پردہ پوشی کریگا ص مگر واجب ہی سرقہ مین کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان نے مال لیا تاکہ مالک کا حق بجاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چوری کیا تاکہ حد واجب نہو ف نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین ف عورت کی گواہی اسمین جائز نہین اور چار مردون کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالی جل شانہ کو چھپانا منظور ہی اور ہمین دوست رکھتا اللہ تعالی اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین ہین صرف دو مردون کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالی نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ یعنی جو عورتین زنا کرین تمہین سے تو گواہ کرلون پر چار مردون کو تمہین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ چار گواہ ص اور قصاص اور باقی حدود کے لیے دو مرد ہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ یعنی بنالو گواہ دو مردون کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہی نہ قصاص مین بدلیل اوس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ مازہری رح نے جاری ہوئی سنت نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون سے جو حضرت کے بعد تھے اس بات کی کہ نہین ہی شہادت عورتون کی حدود اور قصاص مین کہا زہری

نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں لیکن ماوس میں قصاص کا لفظ نہیں ہے میں کہتا ہوں اوسمیں دکا کا لفظ موجود ہے اور مراد اوس سے قصاص ہو سکتا ہے **ص** اور کنواری بہنوں اور بیٹیوں اور عورتوں کے اون عیبوں کے لیے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہے **ف** اسی طرح لڑکے کے رونے میں واسطے نماز کے اور ثبوت ارث کے اور دودھ عورت کا ہو احتیاط ہے در مختار میں دلیل اوسکی یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی عورتوں کی جائز ہے اون چیزوں میں جنکی طرف نہیں نظر کر سکتے مرد یکی نے تخریج میں لکھا غریب اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اوسکو امام محمد نے مبسوط میں عن ابی یوسف عن غالب بن عبید اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلی بالف ولام اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتیں حسن ہیں اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کیا کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتوں کی گواہی اوس امر میں جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا از قبیل ولادت نساء و عیوب نساء انتہی اور اگر ان باتوں میں کی ایک مرد گواہی دے تو صحیح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی وقائع اطفال میں مقبول ہے اور صرف عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تاخلن مفت ضائع ہووے اور قصاص واجب نہوگا در مختار و حموی

ص اور جو عورت میں عیب ایسا ہو کہ اوسپر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہیں جیسے ایک اوکلی نر امیونا تو وہاں ایک عورت کی شہادت کافی نہوگی **ف** اسواسطے کہ یہاں کچھ ضرورت نہیں **ص** انکے سوا اور مقدمات میں ضرور ہے کہ یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ کر لو دو مردوں کو اپنے میں سے تو اگر نہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں اون گواہوں میں سے جن سے تم راضی ہو **ص** برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہوں یا غیر مالی **ف** مالی جیسے بیع اور شیرا اور عاریہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قبل خطا اور غیر مال **ص** جیسے نکاح رضاع طلاق وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی میں بھی شہادت عورت کی مقبول نہوگی اور جنکی قسمیں شہادت کی ہیں سب میں یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہو **ف** یعنی پرہیزگار رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر اور صلاح و صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے ط و نہایۃ در مختار میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے **ص** تو فاسق کی شہادت واجب ہے قاضی پر کہ قبول نکرے لیکن اگر اوسنے قبول کیا اور حکم دے دیا تو صحیح ہو جائیگا **ف** اور قاضی گنہگار ہوگا فقط در مختار میں ہے ذخیرہ اور محیطی میں جو منقول ہے کہ فاسق اگر لوگوں میں صاحب مروت اور جاہ ہووے تو شہادت اوسکی قبول کیجاوے گی سوا ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں استحسان کے طریق پر بمقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ یعنی گواہ کر لو دو صاحبان عدل کو اپنے میں سے متفید یا اللہ تعالیٰ شہادت کو عدالت سے ترجمہ کیا ہے کہ بنظر اس زمانہ کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق

کی قبول کیجاے اسواسطے کہ کم کوئی خالی ہی فسق سے اور شائع ہوگیا ہی فسق لوگون مین بدرجۂ غایت حتی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہین تو اوپر بناے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آویگا تضییع حقوق ناس اور یہ محذور ہی شرعًا اور عرفًا اور فقہاے متقدمین سے بھی یہ منقول ہی فتاوے تاتارخانیہ مین ہی کہ یہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اسواسطے کہ فسق اوسپر طاری ہی اور اصل مین وہ سعید ہی فرمایا حضرت نے کل مومن ذو سعادۃ یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہی اور اسی پر اعتماد ہی انتہی مگر یہ ضرور ہی کہ وہ فاسق صاحب مروت اور جاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بل فی زماننا ھذا الفاسق اذا کان وجیھا ذا مروۃ یغلب علی الظن انہ لا یکذب فی الشھادۃ او دلت القرائن علی صدقہ تقبل شھادتہ یعنی ہمارے زمانے مین فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولیگا شہادت مین یا قرینہ دال ہو اوسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اوسکی اور جامع الفتاوی مین ہی واما شھادۃ الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شھادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان مین ہووے صدق اوسکا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہین قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا درر سے وفی الفتاوی القاعدیۃ ھذا اذا اعلی علی ظنہ صدقہ وھو مما یحتفظ وظاھر قولہ وھو مما یحتفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت فاسق جب ہی کہ قاضی کے گمان غالب مین اوسکا صدق ہووے اور یہ دن باتون مین سے ہی کہ یاد رکھی جاوینگی اور ظاہر قول اوسکا یاد رکھا جانا یہ ہی کہ اسپر اعتماد ہی اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ نص صرف اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ شہادت دو عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہی اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حجت نہین ہی فافھم واستقم ص اور یہ بھی شرط ہی کہ شاہد لفظ شہادت کہے ف یعنی اشھد بصیغۂ مضارع جسکے معنی یہ ہین گواہی دیتا ہون مین درمختار وجہ اس شرط کی یہ ہی کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہین سب مین لفظ شہادت مذکور ہی فرمایا اللہ تعالی نے واشھدوا ذوی عدل منکم اور فرمایا واشھدوا اذا تبایعتم واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری واستشھدوا علیھن اربعۃ منکم اور فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اذا رأیت مثل الشمس فاشھد والا فدع اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی ہان روایت کیا ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہی آفتاب کو بولا ہان فرمایا اسکے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام ص تو اگر شاہد نے لفظ اشھد کا نہ کہا بلکہ کہا اعلم یا ایقن یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی امام اعظم کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرکے اوسکی کیفیت دریافت نکرے یہان تک کہ خصم جرح نکرے ف کیونکہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ انھون نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہین بعض اونکے اوپر بعض کے مگر جسپر حد قذف لگی ہووے یا لکھی حضرت عمر نے ایک کتاب طرف ابو موسی کے اور اسمین لکھا کہ مسلمان عادل ہین بعضے اونکے بعض پر مگر جو مجلود ہو کسی حد مین یا تجربہ کار ہو شہادت زور مین یا قریب ہو تیرا ولا مین یا قرابت سبین روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ایک طریق سے کہ اوسمین عبد اللہ ابو حمید ہی اور وہ ضعیف ہی

اور بخارا والے کو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اوسکو اور نکالا اوسکو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا اون دونون طریقون
و دارقطنی کے ص گر حد و قصاص مین بغیر حرج خصم کے بھی اونکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین کے نزدیک ہر مقدمہ مین
اونکی عدالت کو دریافت کرے خفیہ اور ظاہر ف امام ہی مذہب شافعی اور احمد کا ہے ص اور اسی پر فتوی دیا جاویگا ہمارے
زمانے مین ف فقہا نے لکھا ہے کہ یہ خلاف اختلاف زمانہ کا ہے نہ خلاف حجت و برہان کا اسواسطے کہ امام صاحب کے
زمانے مین صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبین کے وقت مین زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ یہ ہے
کہ امام اعظم قرن تابعین مین تھے جنکے واسطے حضرت نے بشارت دی ہے اس بات کی کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم
الذین یلونھم ثم یجی قوم تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ متفق علیہ یعنی بہتر قرن میرا ہے پھر قرن اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم اونکے
آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین مین سے ہین لیکن اتفاق
فقہا کا سو ظاہر ہے اسلیے کہ فقہاے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہین بہت سے صحابہ سے اگرچہ اس حدیث کے طریقے مین وہ ثابت
نہین ہے اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہے قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیون کو پایا ہے اور وہ انس بن مالک رض
بصرہ مین اور عبداللہ بن ابی اوفی رض کوفہ مین اور سہل بن سعید رض ساعدی ہین مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ مین کہا ابن حجیم
نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد مین کہ امام نے دیکھا انس بن مالک رض کو
اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انس رض کو صحیح ہے جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ دیکھا امام نے انس رض کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت
تین ہے کہ کہا امام نے دیکھا ہے اونکو کئی بار اور تھے انس رض خضاب کرتے سرخ اور آیا ہے کئی طریقون سے کہ امام نے روایت کی اون سے تین
حدیثین اور بعض نے جو نفی کی ہے تو وہ معارض اثبات اون لوگون کی نہوگی اس وجہ سے کہ اثبات اسنے محل مین مقدم ہے نفی پر
باتفاق علما اور نہین انکار کریگا اسکا مگر معاند جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہو نعوذ باللہ من
العناد وسوء الفہم ص اور کافی ہے دریافت کرنا خفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اوسکے عیوب بیان کرے
تو دونون کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتا ہے شاہد کے سامنے اوسکا حال کہنے
سے ف امام محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہے ھلالیہ ص اور کافی ہے تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص
عادل اور بعضون نے کہا ضرور ہے کہ مزکی یون کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہے تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر اصح یہ ہے کہ فقط
عادل کہدینا کفایت کریگا کیونکہ آزادی اصل ہے دار الاسلام مین صاحب خصومت یعنی مدعی علیہ گواہ مدعی کے گواہون کو اسطرح
عادل بتاوے کہ یہ گواہ عادل ہین لیکن انھون نے شہادت مین خطا کی یا بھول گئے تو اوسکا اعتبار نہین ف اسوجہ سے کہ مدعی کے
نزدیک مدعی علیہ جھوٹا ہے اپنے انکار مین باطل پر ہے اپنے اصرار مین تو تعدیل اوسکی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تعدیل مدعی علیہ
کی درست ہے مگر محمد کے نزدیک ایک اور شخص بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ انکے نزدیک عدد شرط
ہے تزکیہ مین ھدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہین انھون نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاویگا دعوی کا اور تزکیہ
شہود مین قول ایک شخص کا کافی ہے اسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لیے اور قاضی کے پیغام پہنچانے کے لیے

طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہی اور دو کا ہونا احتیاط ہی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا ہی اور محمد رح کے نزدیک دو شخص ضرور ہین اور یہ خلاف اوس تزکیہ مین ہی جو خفیہ ہو اور تزکیہ علانیہ مین خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہین سب کے نزدیک اسی واسطے کہ تزکیہ علانیہ مثل شہادت کے ہی یہان تک کہ تزکیہ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہین ہی **ف** بخلاف تزکیہ خفیہ کے کہ اوسمین عبد مزکی ہو سکتا ہی **ھدایہ** **ص** اور ضرور ہی کہ مزکی عدل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہین ہی **ف** مجہول الحال وہ شخص جسکی عدالت اور فساد کا علم نہووے **ص** جیسے اپنے کانون سے سنا بیع کو **ف** یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا **ص** یا اقرار کو **ف** یعنی مقر کی زبان سے سنا **ص** یا قاضی کی زبان سے اوسکا حکم سنا یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اوسکو شہادت دینا درست ہی اگرچہ وہ اوسوقت گواہ نہ بنایا گیا ہووے **ف** حاصل مطلب یہ ہی کہ جو چیزین سننے سے متعلق ہین جیسے بیع و اقرار زبانی یا اقرار رسانی یا حکم قاضی تو اوسکو اگر اپنے کانون سے زبانی مشہود علیہ کے سنے تو شہادت دینا اوسکی درست ہی اور جو چیزین دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اوسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے اقرار کیا حلال نہین اگرچہ وہ کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ بعد حمد وصلوٰۃ معلوم کرنا چاہیئے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہین کیونکہ لکھنا گلے آزمایش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہی البتہ اگر لکھکر شہود کے سامنے پڑھے تو اونکو گواہی دینا اوسکی درست ہی اگرچہ وہ اون کو گواہ نکرے اسطرح اگر پڑھا اوسکو کسی اور نے اور کاتب نے کہا کہ گواہ رہو تم اس روپیہ کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اوپر تو اگر اون گواہونکو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار ثابت کیا جاویگا ورنہ نہین **طحطاوی و شامی** **ص** مگر گواہ کی گواہی منکر اوسپر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اوسکو گواہ بناوے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اوسکی گواہی سنی تو اب اسکو اوس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین جب تک وہ شاہد اسکو گواہ نہ بناوے دوسرے یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اسکو یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اوس شخص کو شاہد بنایا جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو **ف** شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہوا اوسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین **نہایہ** مین ہی کہ اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین اوسے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادۃ علی الشہادۃ دینا درست ہی البتہ اوسصورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتب مین اسکے خلاف ہی جیسا معلوم ہوا تجکو تو صحیح اسصورت مین وہی ہی جو نہایہ مین ہی اور یہی مستنبط ہی تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین کہ صدر الشریعہ نے اسکے خلاف کہان سے کہا **ص** اور رد شخص گواہی نابینا جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اوسکو یاد نہین یہ مذہب امام صاحب کا ہی **ف** خلاصہ مین ہی کہ امام اعظم رح نے جمیع امور مین تنگی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال اور دیکھنا ضرور ہی تو اگر اون مین سے کوئی چیز اوسکو یاد نہو

بیان محل شہادت

وجہ قلت روایت عدم تحقق شرائط نظر امام

اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اور میری مہر ہی تو اوسکو گواہی دینا لایق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی
کذا فی المنح ص اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی خط کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی جب اوسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہی
اسواسطے کہ تبدیل وتمین نادر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ امین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجایز ہی بلکہ اختلاف
اوسمین ہی کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے مدعی علیہ
پر حکم دیسکتا ہی صاحبین کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اوسکے قبضے مین ہی تو اوسمین احتمال تغیر وتبدل کا نہین ہوسکتا اور امام
صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے جب تک کہ حادثہ یاد نہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے
کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہی ف تو اگر کسیسے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی اور اپنا خط اوسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد
نہین ہی تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہو قاضی یا شاہد کے پاس تو اوسکو شہادت دینا درست ہی
صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہو تب بھی شہادت
دینا درست ہی جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے لیے کذا فی البحر الرائق ص
ایسی چیز کی گواہی نہ دے جسکو معاینہ نہ کیا ہو ف یعنی نہ اپنے کانون سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور
نہ آنکھون سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزون مین ص محض سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول ف یعنی وطی زوجہ
ساتھ زوجہ کے ص اور ولایت قاضی ف یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکے قضا
کی شہادت درست ہی اگرچہ اوسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ص اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین ف اصل
وقف سے مراد یہ ہی کہ فلانا مکان وقف ہی فلانی جماعت پر اور شروط اس سے زیادہ ہون اور باتین متعلق ہین اوس سے لیکن در مختار
مین ہی کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سمعی جایز ہی اسی طرح مہر مین بھی ص مگر شرط اسکی یہ ہی کہ شاہد کو ان باتون
کی دو عادل شخصون نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو ف مگر یہ یاد رہے کہ موت مین شاہد کو تو اتنا ہی کافی ہی کہ ایک عادل
مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سنکر ص اور ضرور ہی کہ شاہدان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہدیوے کہ ہمین شہادت دیتا ہون
بسبب سماع کے تو اگر یہ کہدیگا تو باطل ہوجاویگی شہادت اوسکی ف در مختار مین ہی کہ بطلان شہادت اوسی صورت مین
ہی کہ شاہد یون نہ کہے کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہے کہ ہمنے اوسکو معاینہ نہین کیا ولیکن
وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جایز ہی سب امورمین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین تو اگر
استفسار کی نوبت نہ پونہچے تو بہتر ہی اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی اسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم
ہوا تو اوسکا جواب اسطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہی اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاوین تا مشہود لہ
کا حق ضایع نہو ے ص ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اوسکے پاس متحاصمین آمد ورفت کیا کرتے ہین
تو اوسکو گواہی دینا درست ہی کہ زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین
رہتے ہین اور آپسمین اسطرح کھلا کھلا رہتے ہین جیسے جورو خاوند تو اوس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہی کہ یہ عورت
زوجہ اوس مرد کی ہی یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے مین اسطرح پر دیکھی جیسے مالکونکے تصرف مین

ہوتی ہی تو اوسکو شہادت دینا اسبات کی درست ہی کہ یہ چیز زید کی مملوک ہی ف اگرچہ اوسنے سبب ملک کا مشاہدہ نکیا ہو بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم ویقین ہوجاوے بہ اسبات کا کہ یہ چیز زید کی ہی تو اگر ایک چیز بیس برس سے بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہوگی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہی جو عاقل ہون یعنی اپنے دل کی بات کو بیان کرسکتے ہون برابر ہی کہ بالغ ہون یا غیر بالغ تو اون مین صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی نابالغ صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کرسکتے ہون تو اونمین قبضہ سے شہادت بالملک دے سکتے ہین مانند سائر اشیاء کے ص جس شخص نے یہ گواہی دی کہ مین زید کے دفن کیوقت حاضر تھا یا سینے اوسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لیے مقبول ہوگی اسواسطے کہ مرتے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہوا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معائنہ موت کے ہی اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا **مسائل الحاقیہ** جو شخص پردہ مین بیٹھا ہوا اور اوسکے پردہ کی آڑ مین شاہد نے ایک کلمہ سنا تو اوسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہوجاوے یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہان صرف مقر کو دیکھا بعد اوسکے باہر آکر دروازہ بند کرکے کوٹھری سے بیٹھ گیا اور اوس کوٹھری کی دروازے کے اور کسی طرف سے نہین ہی اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اوسکی شہادت دینا درست ہی مگر اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کریگا تو شہادت اوسکی مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہی کہ مقر عورت ہی شاہد نے اوسکا چہرہ دیکھا اور اوسکی آواز سنی بعد اوسکے دو مردون نے شاہد سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان بن فلان کی ہی تو بھی اوسکو شہادت اوسکے بیان پر درست ہی اور اگر شاہد نے اقرار کرنے والی اوس عورت کا چہرہ نہ دیکھا تو اوسکو گواہی دینا اوسکے اقرار پر درست نہین اگرچہ دو گواہ اوس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلان بن فلان کی بیٹی ہی اور چہرہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا مُنہ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہون میںنے اپنے خاوند کو مہر معاف کردیا تو اب گواہون کو بغیر دو مردون کے بیان کیے کہ یہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی اوسکے اقرار پر شہادت دینا درست ہی جب تک وہ عورت زندہ ہی کیونکہ ممکن ہی شاہدون کو کہ اوسکی طرف اشارہ کردیون اور جب مرگئی تو اب اون گواہون کو احتیاج ہی دو عادلون کے گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی شامی **مسالہ** مدعی نے اپنے دعوی مین خط اقراری مدعی علیہ کا پیش کیا مدعی علیہ نے اوسسے انکار کیا اور قاضی نے اوسسے لکھوایا اور دونون خط ماہرین کی نگاہ مین یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوتو قاری الہدایہ کے فتوی کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مدعی کا کردیا جاویگا اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہی اور بہت سے فقہانے اسکو رد کیا ہی اور در مختار مین قاضی خان کی تصحیح پر اعتماد کیا ہی لیکن اسصورت مین اتفاق ہی کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم معروف کے موافق ہو تو مدعی علیہ کے انکار کی تصدیق نہوگی اور مال اوسپر لازم کیا جاویگا اور اگر مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہی اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گذری اسطرح پر کہ شاہدون نے معائنہ کیا ہو اوسکو لکھتے ہوئے مدعی علیہ کو یا مدعی علیہ نے لکھکر شہود کو سنایا ہو وے اور وہ تحریر مصدر مرسوم معنون ہو تو حکم اوس مال کا مدعی علیہ پر کردیا جاویگا اور اوسکے انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہی تحقیق فقہاے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

باب بیان مین اون لوگون کے جنکی گواہی مقبول ہے اور جن کی مقبول نہین

اس باب مین اسی کا ذکر ہے نہ اس بات کا کہ کن لوگون کی گواہی صحیح ہے اور کسکی صحیح نہین اسواسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نہ کیجاویگی اور قاضی اگر حکم کرے اوسکی شہادت سے تو صحیح ہوجاویگا بخلاف غلام اور مرکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہین ہے لیکن خزانۃ المفتین مین ہے کہ جسوقت قاضی نے حکم کردیا ساتھ شہادت مدعی اور محدود فی القذف کے جب توبہ کرچکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے اولاد کے یا بالعکس نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو اوسکا ابطال نہین پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اوسکے ابطلان کا قائل ہو ص شہادت قبول کیجاویگی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور اصول اونکے چھ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ بارہ فرقے ہین تو سب ملاکر بہتر فرقے ہوئے ف جیسا روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہوگی میری امت تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے کہ وہ کون سا فرقہ ہے یا رسول اللہ فرمایا آپ نے جس پر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور احمد اور ابوداؤد کی روایت مین ہے کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین اور وہ فرقہ سنت وجماعت کا ہے جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہے اور اوسکو کسی طرح کا اختیار نہین جیسے شجر قدریہ کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کاموں کا آپ خالق ہے اور نفی کرتے ہین قضا وقدر کی روافض اکثر صحابہ اور شیخین کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین منجملہ ہین حضرت علی اور حسنین اور دیگر اہل بیت کے اونکی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہین حضرت عثمان اور علی کی اور دشمن ہین اہل بیت کے اونکی بھی تکفیر کرتے ہین طلحہ اور زبیر اور معاویہ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہین اللہ تعالی کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق مین صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہین قوم نجانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ ذکر کیا ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا معطلہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی بیکار محض ہے یعنی صفات سے اوسکو خالی سمجھتے ہین معاذ اللہ ص اور بعضے فقہا فرق کرتے ہین اون اہل ہوا مین جنکا اعتقاد کفر تک پہونچ گیا ہے اور جن کا اعتقاد کفر تک نہین پہونچا ف تو شہادت نہین قبول کرتے فرقہ اولی کی اور قبول کرتے ہین فرقہ ثانیہ کی ص اور امام شافعی کے نزدیک ان مین سے کسی کی شہادت قبول نہین بسبب انکے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ وہ اس اعتقاد کو باطل جانکر نہین اختیار کرتے بلکہ اوسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہین دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق ان سب فرقون کے حرام ہے اور خطابیہ ایک فرقہ ہے رافضیون مین سے اونکا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اپنے دعوی پر قسم کھالیوے تو اوسکے واسطے شہادت درست ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے گروہ کے لیے شہادت کو واجب سمجھتے ہین ف اگرچہ چھوٹی ہوچلی حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ خطابیہ بفتح خای معجمہ اور طاء مشددہ ایک فرقہ ہے رافضیون مین سے منسوب ہے ابو الخطاب کی اور وہ ایک شخص تھا کوفہ مین قتل کیا اوسکو عیسی بن موسی نے اور سولی دی اوسکو کناسہ مین اسواسطے کہ اوسکا گمان یہ تھا کہ علی خدا ہے اکبر ہین اور جعفر صادق خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ ص

اسی طرح تحمل کیا ویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگر ہو دونون ذمی دونونکی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر
اگر ایک ہی ولایت کے ہون ف شہادت ذمی کی مقبول ہے ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالک اور شافعی کے نہین مقبول اگر
اسواسطے کہ وہ فاسق ہے اور فرمایا اللہ تعالی نے وَالْكَافِرُونَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہین
ہے لاتفاق تو ہو گیا مثل مرتد کے کہ شہادت اوسکی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہے نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاریٰ کی بعض کی اون مین سے بعض پر اخراج کیا اوسکا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے
نہین ملی ہان روایت کیا ابن ماجہ نے سنن مین آنحضرت علیہ السلام سے کہ جائز رکھی آپنے شہادت ذمیون کی اوپر ذمیون کے اور فسق
اوسکا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہے قبول شہادت سے اسواسطے کہ کذب اوسکے نزدیک بھی حرام ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے سب ملتون سے
انتہی مافی الہدایہ ملخصاً اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہون جیسے ترک اور روم تو اونکی شہادت ایک دوسرے پر
مقبول نہوگی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نکیجاویگی اور کفر مین اختلاف دین کا اسواسطے
اعتبار نہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت مین داخل ہین ص اور قبول کی جاویگی شہادت اوس شمن کی جو بسبب دین کے
عداوت رکھتا ہو ف یعنی اگر دو مسلمان مین عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ عداوت
دینی مین احتمال کذب کا نہین ہے برخلاف عداوت دنیاوی کے جسکا بیان آگے آویگا ص اور اوس مسلمان کی جو مبتلا ہو کبیرہ
گناہ کے نہو صغیرہ گناہ پر اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہ پر اور غالب ہو صواب اوسکا اوسکی خطا پر ف یہی معنی عدالت
کے ہین جیسا کہ اوپر گذرا ص جاننا چاہیے کہ علما نے کبائر کی تفسیر مین اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کبائر سات ہین
ایک شرک کرنا ساتھ اللہ کے ف یعنی جو باتین خص ہین اللہ تعالی کے ساتھ وہ غیر کے لیے ثابت کرنا مثلاً سوا خدا کے
کسیکو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لیے ثابت کرنا ص دوسرے بھاگنا کفار کے
مقابلہ سے جہاد مین تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی چوتھے خون ناحق کرنا پانچوین طوفان چوڑنا مسلمان پر چھٹے زنا ساتوین
شراب پینا اور بعضون نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہے اور بیشک وارد ہوا حدیث مین بچو تم سات گناہ
سے جو ہلاک کرنے والے ہین شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اوس نفس کا جسکو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا
یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلہ کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان عورتون پاک دامنون کو ف روایت کیا اوسکو
بخاری مسلم نے ابوہریرہ سے ص اور فرمایا علیہ السلام نے کبائر شرک کرنا ہے ساتھ اللہ کے اور نافرمانی کرنا والدین کی اور خون
ناحق کرنا اور قسم جھوٹی عمداً کھانا ف روایت کیا اوسکو بخاری نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے اور انس رضی کی روایت مین
جھوٹی گواہی ہے بدلے مین جھوٹی قسم کے متفق علیہ ص تو صحیح یہ ہے کہ یہ حدیثین نہین ہین واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ ہر وہ گناہ
ہے جسکو فاحشہ کہین جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا اوس باب مین کوئی نص قاطع وارد ہو عذاب کا دنیا
یا آخرت مین اور کہا امام حلوانی نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو شائع ہو مسلمانون مین اور اوسمین ہتک حرمت الٰہی ہوے یا ہتک
حرمت دین ہو تو عدالت مین جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہے اوسی طرح یہ بھی چاہیے کہ صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو واسطے اس کے اصرار
کرنا یعنی بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہے اور یہ جب کہ غالب ہو صواب اوسکا خطا پر یعنی نیکیان اوسکی برائیون پر زیادہ ہون اسواسطے

کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہیں کہتا ہوں کہ اسکے سوا اور ایک قید ضرور ہے وہ یہ ہے کہ نیچے
اون افعال سے جو دلالت کرتے ہیں خست اور دناءت یعنی ہیچ مرزی اور بے لحاظی پر جیسے سر راہ میں کھانا کھانا یا راہ میں
پیشاب کرنا ص اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جسکا ختنہ نہ ہوا ہو مگر اوس صورت میں جب اوسنے دین کو ہلکا سمجھکر
ختنہ نکیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہو تو اوسکی شہادت مقبول نہ ہوگی درمختار ص اور خصی کی ف
یعنی جسکے خصیہ نکالے گئے ہوں اسواسطے کہ اوسمیں اوسکا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ جبراً اوسکا ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے
کسیکا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کہ حضرت عمرؓ نے قبول کی شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی
ذکر کیا صاحب ہدایہ نے ص اور ولد الزنا کی ف اسواسطے کہ یہ اوسکے ماں باپ کا فسق ہے اوسکا اسمیں اختیار نہیں
اور امام مالک کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا میں مقبول نہیں ص اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل وہ لوگ ہیں
جو بادشاہوں کیطرف سے واسطے تحصیل حقوق واجبہ کے معین ہیں جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوۃ وصول کرنیکے لیے ص
بشرطیکہ معین نہوں ظلم پر اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت
ہو کہ بیہودہ بنکے اپنے کلام میں تو شہادت اوسکی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابی یوسف سے کہ فاسق جب
وجیہ ہو جسکو جرات نہیں کرتا ہو کذب پر تو شہادت اوسکی مقبول ہے ف اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی ص اور ایک
بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی ص
اور سسرالی کے لیے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس درست ہے ص
اور نہیں مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت میں امام صاحب سے ہے کہ گواہی اندھے کی اون چیزوں میں جن میں
شہادت سمعی جاری ہے مقبول ہے اور یہی قول زفر کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتوی نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے
کی گواہی مطلقاً درست نہیں درمختار ص اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک قبول کی جاویگی شہادت
اندھے کی اوسصورت میں جب انکھیارا ہوئے وقت اوسنے شہادت کے ف یعنی جسوقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت
دو کنارے ہیں ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جسوقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اوسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہیں اور ایک
آخیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کرنیکا قاضی کے سامنے اوسکو وقت ادائے شہادت کہتے ہیں ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت آنکھ والا ہو اور ہر طرح وقت ادائے
شہادت اندھا لیکن قبل اسکے کہ قاضی فیصلہ کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو چاہیے اوسکے شہادت کے ساتھ فیصلہ درست نہیں طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
درست ہے اور یہی قول ظاہر ہے ف شامی نے کہا کہ اور کتابوں سے اس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوی قول طرفین پر دیا جاویگا
ص اور نہیں مقبول ہے شہادت غلام کی اور اوس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے
ف اور شافعی کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالی کا وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً
أَبَدًا یعنی نہ قبول کرو اون لوگون کی جنھوں نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی گواہی کبھی ص مگر اوس شخص کی
جسکو حد قذف حالت کفر میں پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اوسکی گواہی مقبول ہے اور نہیں ہے مقبول شہادت
اوس شخص کی جو شتمن ہو بسبب نیک کے ف زید نے شتمن پدر نہ غیر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی مظنہ فسق ہے اور فاسق

تحقیق قول اہل حدیث قبول شہادت

کی گواہی کسی پر مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ وغیرہ بہت سی کتابون سے لیکن محققین فقہا نے تصریح کردی ہے کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا وہ اوسکا دشمن ہوگیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہیے جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی حاج پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والون کی جنکا اسباب لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت مقبوضہ یہ ہے کہ قبول کیجاویگی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اوسی پر اعتماد ہے لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہوچکا کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اوسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے ص اور نہین مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ اصل اوپر درست ہے اور شہادت عدو کی بالعکس ف یعنی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہے اصل جیسے باپ دادا مان نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے ناجائز ہے ویسے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لیے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہے جسکو بیان کیا صاحب ہدایہ نے کہ قبول کیجاویگی شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن ذکر کیا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اوسکو حصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے حضرت عایشہ رضی سے اور روایت کیا عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے قول شریح قاضی کا مثل اوسکے اشباہ والنظائر مین ہے کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی حضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج نے عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دو سرے کہ زوج نے سمع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اوسکا مدعی ہے ص اور نہین مقبول ہے گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور مکاتب اپنے کے شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین ف یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل اون مسئلون کی وہی حدیث حضرت عایشہ اور اثر شریح کا ہے جسمین یہ مضمون ہے کہ نہین جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اوس چیز مین جسمین شرکت ہے تو اوس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے ص اور غیر کی واسطے اقارب اپنے کے ف اسکی دلیل بھی اوپر گذری مراد اجیر سے یہان وہ اجیر ہے جو اپنے اوستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہے اور اوسکا نفع اپنا نفع سمجھتا ہے اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت دینی کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کی واسطے جائز رکھی روایت کیا اوسکو ابوداود نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہے اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص ہے یعنی نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو اور اس سے احتراز ہوگیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار برہمی نائی کہ انکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہے اور شہادت اوستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کی بھی درست ہے در مختار ص اور نہین مقبول ہے شہادت اوس محنث کی

جو نالائق افعال کرتا ہے ف یعنی عورتون کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہے اور لواطت کرتا ہے جیسے زنانے اس ملک کے خنث ابو حنیفہ
مین ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے
اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہین جماع پر اور نرمی اور
لجلجا پن ہو اوسکے اعضا مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے ف اسواسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے درمختار مین ہے کہ مخنث بمعنی اول
بفتح نون ہے اور بمعنی ثانی بکسر نون ص اور نہین مقبول ہے شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنیوالی
کی ف اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو اگر اوسکا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہے درمختار مع
کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اوسکو ترمذی نے
نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہے جاکر نوحہ کرتی ہے اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے
تو گواہی مقبول ہے درمختار ص اور جسنے خمر ف مصنف نے خمر مین بھی قید مداومت کی لگائی لیکن درمختار مین
خلاف اسکے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاویگا اوسمین مداومت شرط نہین کیونکہ حرمت
خمر کی قطعی ہے درمختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ مین انشاء اللہ تعالی آویگا ص یا اور شیاے مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی
اسواسطے کہ جو اشربہ مسکرہ نہین ہے اوسکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی بلکہ ادمان مسکر موجب ہے سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہے فقہا نے
کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہے جو عادت سے ہوتا ہے یعنی ایکدفعہ پیکے پھر نیت یہ رکھے کہ جب اوسکو پاویگا پی لیویگا کما امامرسی
نے کہ شرط ہی ہے اوسکے ساتھ یہ بات کا ظاہر ہو جاوے کہ یہ لوگون پر یا حالت نشہ مین نکلے اور لڑکے اوس سے مسخرہ پن کرین یہان تک اگر
خمر پیا اوسنے پوشیدہ تو عدالت اوسکی ساقط نہوگی اور مذکور ہے حواشی مین کہ قید لہو کے غیر خمر کے ہے اور خمر مین کچھ اس قید کی حاجت
نہین ہے کہتا ہون خمر مین بھی قید لہو کی ضرور ہے اسواسطے کہ پینا اوسکا فاسق دوکے جب اطباے عادقین یہ کہدین کہ اس مرض کا علاج
سوا خمر کے اور نہین ہے مختلف فیہ ہے بعضون کے نزدیک حرام ہے اور بعضون کے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہوگا اسی طرح
ساقط ہو جاویگی عدالت اوس شخص کی جو بیٹھے شرابخانون مین پینے والون کے ساتھ اور نہ مقبول ہوگی شہادت اوسکی اگرچہ خود
نہ پیے کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب فتح القدیر نے خمر مین باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہین رکھا لیکن صحیح یہی ہے کہ خمر مین
بھی ادمان شرط ہے تا فصل اوسکا ظاہر ہو ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور ظہیری اور عینی اور نہایہ سے
ص اور جو شخص کھیلتا ہے مرغیون سے ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوترون کو یون ہی پالے واسطے دفع
وحشت کے تو درست ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب حرام خوری کے درمختار ص یا
طنبورہ سے ف داخل ہین اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہے لوگون کو جمع کرکے اوسکے
لیے اور جو اپنے لیے آپ گاوے واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصا اوس صورت مین
جب وہ کلام وعظ اور نصیحت ہو تو وہ اتفاقا جائز ہے درمختار ص یا ارتکاب کرتا ہے کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب ہے ف جیسے زنا قتل طریق
ص یا داخل ہوتا ہے حمام مین بغیر تہبند کے ف اسواسطے کہ کشف عورت حرام ہے ہدایہ ص یا سود کھاتا ہے
ف لیکن شرط کی ہے مبسوط مین کہ مشہور ہو سود خوار مین اسواسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیوع فاسدہ سے

حال آنکہ وہ سب سو مین داخل ہین کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بدکر کھیلتا ہو ف درمختار مین ہے کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج مین چونکہ اختلاف ہے اسلیے چھ چیزون مین سے ایک چیز بھی اگر اوسکے ساتھ پائی جاویگی تو ساقط عدالت ہوگی فوت صلوۃ کثرت ملعب لعب در راہ سب دشتم مداومت شرط ص یا اون سے نماز فوت ہوجاوے ف ہدایہ مین ہے کہ یا شرط بدکر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج عدالت کو ساقط نہین کرتا اسواسطے کہ اجتماد کو دخل نہین ہے اور اس سے سمجھا گیا کہ چوسر مین شرط کا ہونا یا نماز کا قضا ہوجانا سقوط عدالت مین ضرور نہین تو قید شرط کی اور نماز کی فوت کی چوسر مین جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ کھیلنا چوسر کا ردکرتا ہے شہادت کو اور پھر ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت ہو یا نہ ہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب کرتا ہے راستہ مین یا کھاتا ہے راہ مین ف داخل ہین اسمین وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہین جیسے راہ مین فقط پاجامہ پہنے ہوئے چلنا یا لوگون کے روبرو پاؤن پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان پر کہ اہل دین داخل ہون اور ایک لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب خفاف ہو اور کمینون رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور وغل کرنا فتح وط ط ص یا علانیہ کہتا ہے اگلے دینداروں کو یعنی صحابہ کرام یا علماے مجتہدین رحمہم اللہ کو ف درمختار مین ہے کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابوحنیفہؒ اور قید سلف کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اوسکا کفر ہے روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے **مسائل الحاقیہ** شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لیے جنمین انتہا درجہ کی دوستی ہو اسطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز نہین گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین تو اونکی شہادت مقبول نہوگی اسلیے کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہوگئے اسکی حق مقبول نہین شہادت جعلساز وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور کاتبین دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی اور لڑکون کی آپس کے کھیل کود مین اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانیوالے کی اور تارک زکوۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیون کی اور ناچنے والون کی اور کفن بیچنے والے کی درمختار بمقتضی اوس تحقیق کے جو ہمنے شہادت فاسق مین ذکر کی جو لوگ ان مین سے ایسے ہین کہ اونکی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے درصورت وجود شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کیجاویگی ایسے مواقع اور محال مین قاضی کو اختیار ہے کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع وروش شاہد کے عمل کرے ص دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو اگر زید مدعی ہے وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہوگی جیسے میت کے دو دائنون یعنی قرضخواہون نے یا میت کے دو مدیونون یعنی قرضداروں نے یا اون دو شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو بیٹون نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونیکا مدعی ہے تو شہادت جائز ہے ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو کیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعوی کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی ف

وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی ص اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجردہ ہی جسمین اظہار ہو وے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے ف یعنی ایسے فسق سے جرح ہووے جو موجب نہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا ص جیسے طعن کرنا شہود پر اسطرح سے کہ وہ فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہی صورت اس مسئلہ کی یون ہی کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعی علیہ نے شہود قائم کیے اونکے جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگا مقبول نہوگا اور اسطرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی نہوئی ہو اور قبل اوسکے کوئی شخص قاضی کو خبر کردیوے کہ شہود فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی اجرت دیکر اون کو لایا ہی تو قبول ہوگا خاص کر اوس صورت مین جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہین ف یعنی مسموع نہونا جرح مجرد کا اوسصورت مین ہی کہ عدالت شہود مدعی گواہون سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت اون شہود کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اون شہود پر مقبول ہی علی الخصوص دو شخص کا در مختار مین ہی کہ اسی پر اعتماد کیا مصنف نے اور ثابت کیا اوسکو ملا خسرو نے لیکن ابن الکمال نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہی خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہووے یا بعد ثبوت اوسکے اور بہت سے علما اوسطرف مائل ہووے ہین اور دفع کیا ہی اس تناقض کو طحطاوی نے اپنے حاشیے مین اور یہان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا ص ہان مقبول ہونگے گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہی دین اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہی یا گواہ مدعی کے غلام ہین یا محدود فی القذف ہین یا ابھی شراب پیکر آئے ہین یا تہمت لگانے والے ہین زنا کی ایک شخص کو اور وہ شخص مدعی ہی یا مدعی کے شریک ہین یا اس اقرار پر مدعی کے کہ مین ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہون فاسطے گواہی کے یا مدعی ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہی میرے مال مین سے جو نزدیک ہی مدعی کے یا مینے مدعی کے گواہون سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپیہ مین اون گواہون کو دیچکا ہون اور باوجود اسکے انھون نے شہادت دروغ دی ف یا گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا باپ ہی یا ان گواہون نے کسی معمہ مار ڈالا ہی ص تو ان سب صورتون مین شہادت شہود مدعی علیہ کی بیشک مقبول ہوگی اسواسطے کہ امور مذکورہ موجب ہین یا حکم شرع کی یا حکم عبد کو تو دخل نہوگا جرح کا حکم قاضی کے تو قبول کیا جاویگا اگر ایک شاہد عادل تھا اور اوسنے مجلس شہادت مین بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ مین بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا دس روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اوسی مجلس مین کہا کہ پانچ مین بھول گیا تھا بلکہ دس روپیہ مدعی کے چاہییں یا مدعی خطا کا ہوا زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دس روپیہ پر پھر کہا اوسی مجلس مین کہ خطا کی مینے اور کہا مینے دس عوض مین پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اوسکی اور یہ قیاس قبول کیا جاویگا شخص عادل سے بشرطیکہ اوسی مجلس مین ہووے اگرچہ مقام شبہہ کا ہووے اسواسطے کہ مدعی نے جسوقت دعوی کیا پانچ روپیہ کا تو نہین قبول کیجاتی ہی شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہی گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت مین تو نہین قبول کیجاویگی شہادت شاہد کی اسواسطے کہ احتمال ہی مدعی کے بہکانے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہین کیا تو وہ دوسری مجلس مین اوسکو بیان کرسکتا ہی **مسائل الحاقیہ** گواہی اسکی کہ زخمی زخم سے مر گیا اولیا بقبول

اس گواہی سے کہ وہ خم سے اچھا ہو کر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیئے زید پر کہ اوسنے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجکو زید نے نہین مارا تو گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اکراہ کے معتبر ہین گواہون سے رضامندی کے اگر دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ بیان نہ کرین تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اولی ہی گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہی قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہی قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہی قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کر سکتے ہین جیسے دو شاہدون نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہی اور دو اور شاہدون نے یہ پورا کر دیا کہ وہ قبضہ مین مدعی علیہ کے ہی یا دو شاہدون نے ملک کی گواہی دی شی محدود مین اور دو اور نے حدود اوسکے بیان کر دیے یا دونے شہادت دی اسم اور نسب پر اور دونے اوسکی تعیین کر دی اگر ایک شاہد نے اظہار دیا اور اور شاہدون نے کہا کہ ہمارا اظہار اوسکے موافق ہی تو نہین قبول کیا جاویگا یہان تک کہ ہر شاہد اپنا جدا جدا اظہار دیوے شہادت جب باطل ہو جاتی ہی بعض مین باطل ہو جاتی ہی کل مین مثال اوسکی یہ ہی کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کہ شہادت بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہووے از انجملہ یہ ہی کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اس کی مذکور ہین اشباہ مین درمختار و طحطاوی سے

باب گواہی مین اختلاف ہونیکے بیان مین

ص شرط ہی موافقت شہادت اور دعوی مین بسیطرح درمیان مین دونون شاہدون کے لفظا اور معنی نزدیک امام صاحب کے **ف** تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ نفی عین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو یعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی **ص** اور صاحبین کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہی تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحب کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہوگی **ف** اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہوگا **ص** اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کیجاویگی **ف** یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاویگا **ص** جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت باتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہی دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہی دعوی سے **ص** اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اسطرح پر کہ کہے کہ میرے مدعی علیہ پر نہین ہی مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اون سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اوس گواہ کی جو زیادہ بیان کرتا ہی البتہ اسصورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پا چکا ہون یا مینے ابرا کیا ہی سو روپیہ سے **ف** یعنی معاف کر دیے **ص** تو شہادت اوسکی مقبول ہو جاویگی

بسبب موافقت کے ف در مختار میں ہے کہ یہ حکم دین میں ہے اور دعوی عین میں جسقدر پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوگا دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شرا میں مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہے قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر قبول ہوگی ف اسواسطے کہ ان مسائل میں دونوں شاہد متفق ہیں ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً ص اگر دونوں شاہدوں نے ہزار روپیہ کی گواہی دی اور دونوں میں سے ایک نے کہا کہ پانسو روپیہ مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہے تو قبول کیجاویگی شہادت ان دونوں کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ مدعی علیہ پر اور نہ اتفاق ہوگا اوس شاہد کے قول کیطرف پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہے اسواسطے کہ وہ متفرد ہے اس شہادت میں مگر جب اوسکے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت ایسی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی نے اپنے دین میں سے کچھ وصول پا چکا ہے تو نہ شہادت دیوے یہاں تک کہ مدعی اوسکا اقرار نکرے تاکہ مدعی علیہ کا ضرر نہووے جبکہ دو شاہدوں نے گواہی دی مدعا علیہ کے اوسنے زید کو دس تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکہ میں قتل کیا ہے اور گواہی دی اور دو شاہدوں نے کہ اوسنے زید کو اسی تاریخ کو مدینہ میں قتل کیا ہے اور دونو شہادتیں قاضی کے پاس گذریں قبل حکم کے تو دونوں مردود ہونگی اسلیے کہ ایک انمیں سے جھوٹی ہے یقین اور کوئی دوسرے سے اولی نہیں کہ اوسکا اعتبار کیا جاوے اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اسکے دوسری شہادت خلاف اوسکے گذری تو دوسری مقبول نہوگی کیونکہ شہادت اولی کو ترجیح ہوگئی ساتھ قضاء قاضی کے تو نہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہوں نے زید پر شہادت دی کہ اوسنے ایک بیل چوپایا لیکن اوسکے رنگ میں اختلاف کیا تو شہادت قبول ہوگی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شئی مسروقہ کو زرد بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں قطع ید کا حکم نہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین کا اون دو رنگوں میں ہے جو قریب قریب شابہ ایک دوسرے کے ہیں جیسے سیاہی اور سرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کی اور کہا گیا ہے کہ اختلاف سب رنگوں میں ہے ف اور یہی صحیح ہے عنایہ ص امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہے شب میں اور گواہ اوسکو دور سے دیکھتے ہیں تو اختلاف رنگ کو مانع نہوا ف اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیل کالا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہے کہ ایک شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا ھلایہ ص اور ظاہر تر قول صاحبین کا ہے ف جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اوسصورت میں ہے کہ مدعی دعوی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اوسکا رنگ بیان نکرے اور جو اوسنے رنگ بیان کر دیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہے ایک شاہد کی چلیے ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ یہ غلام خریدا ہے ہزار کو یا مکاتب ہے ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے تو شہادت دونوں کی مردود ہوگی ف برابر ہے کہ مدعی مدعی اکثر کا ہووے یا اقل کا در مختار ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولی نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح کی قصاص سے یا گروہ رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عین میں ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے اور مدعی غلام ہے ف عتق کے دعوی میں ص اور قابل ہے ف صلح کے دعوی میں ص اور رہن ہے ف رہن کے دعوی میں ص اور عورت ہے

ف خلع کے دعوے مین ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر مدعی مولی ہے یا والی مقتول ہے یا مرتہن ہے یا شوہر ہے تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہونگے لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر مدعی دعوی کرتا ہے اقل کا تو یہ مقبول ہوگی شہادت اوس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے اور اگر مدعی دعوی کرتا ہے تو شہادت اقل پر مقبول ہو جاویگی کذا فی الاصل ص اور اجارہ مین اگر قبل گذرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین مین اختلاف نہ ہوا ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اوسکا مثل بیع کے ہوگا ف یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر ربعد مدت گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف جسطرح ابھی گذرا ص اور اگر نکاح مین اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہو جاویگا نزدیک امام صاحب کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا در مختار ص اور صاحبین کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہو تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی ف لیکن صحیح وہی قول ہے کہ ہر صورت مین اختلاف ہے در مختار ص اور لازم ہے میراث کی گواہی مین شاہد کو جزء میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مرگیا اور ترکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یون کہنا کہ مورث مدعی کا مرگیا اور تا دم موت یہ چیز اوسکے قبضے مین تھی یا ملک مین تھی اور امام ابی یوسف کے نزدیک جزء میراث ضرور نہین ف اور فتوی قول طرفین پر ہے اور جزء میراث کے ساتھ زیادہ اور ضرور ہین ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا ہے یا دوسرے کہ سوا اسکے اور کسی کو مین وارث میت کا نہین جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہین در مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اور اوسکی عاریت یا امانت یا اجارہ مین دی تھی اور شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہو جاویگا بلا ذکر جزء میراث کے اگر دو شاہدون نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی اتنی مدت سے اور وقت دعوی کے وہ چیز اوسکے قبضے مین نہین ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہوگی ف اسواسطے کہ شہادت نامقبول ہے کیونکہ گواہون نے یہ نہین بیان کیا کہ مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی اور قبضہ چیز کا ہوتا ہے بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسف کے شہادت مقبول ہوگی ص ہان اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی یا گواہون نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہو جاویگی اور ملک مدعی کی ثابت ہو جاویگی ف اسطرح اگر گواہون نے یہ کہا کہ چیز مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہو جاویگی در مختار

باب شہادۃ علی الشہادۃ کے بیان مین

شہادت علی الشہادۃ سب مقدمات مین سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہے لیکن شرط اوسکے قبول ہونے کی یہ ہے کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اونکے مرجانیکے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونیکے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہوون قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہو جسطرح کہ کتاب الصلوۃ مین گذرا ص اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہے کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر مین نہ آسکے ف در مختار

ہیں ہے کہ اسی مذہب پر فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت سے علمانے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہے کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کے کسی اور کی قید میں ہووے **ص** اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر گواہ اصل کے گواہی پر دو آدمی گواہ ہووین لیکن ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہووین **ف** مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اصلی دو گواہون مین سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہون تو اس کی ہمارے نزدیک دو صورتین ہو سکتی ہین مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہین اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہے کہ خالد اور بکر دونون زید کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور دوسری صورت یہ ہے کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہون اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہون **ص** اور امام شافعی کے نزدیک صورت ثانی جائز ہے **ف** یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو گواہ ہون **ص** اور یہ صورت درست نہیں ہے کہ اصلی شاہدون مین سے ایک ایک کی شہادت پر ایکی ایک گواہ ہووے گواہ فرعی بنانیکا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ فرعی گواہون کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر اس بات کی کہ فلانے نے اس امر کا اقرار کیا تھا اور فرعی گواہ وقت ادائے شہادت کے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون فلانے کی گواہی پر یہ ساتھ اس بات کے **ف** یہ قول ابو جعفر کا ہے اور اسی کا فتویٰ دیا ہے امام سرخسی نے اور اصل مین دو عبارتین اور مذکور ہین مگر دونون طویل ہین **ص** اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان کر دیوین تو صحیح ہو جاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہے اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان نہ کرین تو قاضی اونکی عدالت تحقیق کر لیوے **ف** یعنی قاضی اصلی گواہون کا حال دریافت کرے تو اگر اونکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہون کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد کا اس مین خلاف ہے مذکور ہے اصل مین اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہے **ص** باطل ہو جاتی ہے شہادت فرعی گواہون کی اگر اصلی گواہون نے شہادت سے انکار کیا **ف** چنانچہ اصول نے یون کہا کہ ہم گواہ نہین اس مقدمہ کے یا ہمنے اونکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا انھون نے منع کر دیا فرعی گواہون کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہو جاویگی در مختار **ص** زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات پر کہ ہند بنت عتبہ قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہمارے روبرو کا واسطے فلان کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اوس عورت کو پہچانتے ہین بعد اسکے مدعی ایک عورت کو لایا اور اوسنے کہا کہ یہ وہی عورت ہے جسپر گواہی دی زید اور عمرو نے اوسپر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہین جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جس کا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہے **ف** اور اصل کتاب مین اس مسئلہ مین تفصیل کی ہے **ص** اسطرح ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانے والے گواہ مدعی علیہ کو پہچانتے نہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا. دو گواہ اس امر کے کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہے وہی مدعی علیہ ہے جسکو قاضی کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونون صورتون مین گواہون نے مدعی علیہ کی نسبت طرف منتصر کے کر دی تو یہ جائز نہوگا جب تک کہ

کہ اوسکی نسبت خاص چھوٹے دادا کیطرف بیان نکریں یا عرب ہیں ہے اور لیکن عجم ہیں تو اون لوگوں نے اپنے انساب ضائع کر دیے تو فقط ذکر شہر کا قائم مقام ہے اونکے دادا کے ذکر کرنے کے ف عجم کہتے ہیں ماسوائے عرب اور لوگوں کو ص جس شاہد نے اقرار کیا کہ میںنے شہادت دروغ دی تو اوسکی شہرت کر دیجائیگی اور نہیں تعزیر دیا جاویگا ساتھ نزدیک حبس کے اسواسطے کہ شریح ف قاضی کوفہ تھے مقرر کیا تھا اونکو عمر بن خطاب رضی نے ص جھوٹے گواہ کو شہر کرتے تھے اور تعزیر نہیں دیتے تھے ف روایت کیا اوسکو محمد بن حسن نے کتاب الآثار میں ص تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اوسکو اوسکے بازار میں روانہ کرتے تھے ورنہ اوسکی قوم کیطرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ شریح نے تکلم کیا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو یہ پیغام اوسکی قوم سے اور آگاہ کر دو لوگوں کو اوسکے حال سے اور صاحبین کے نزدیک اوسکو سزا ضرب اور حبس ہوگی ف اور تقدیر اوسکی سزا کے قاضی کیطرف مفوض ہے ھدایہ ص اور یہی قول شافعی کا ہے دلیل اس بات کے کہ حضرت عمر رضی نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اوسکا ف روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن الہمام نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے ص بعضوں نے کہا ہے کہ مصنف نے مسالہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور کرنا اوسکے سے نہیں ثابت ہو سکتی ہے بدون اقرار کے ف کیونکہ گواہ ہونے سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہیں ص میں کہتا ہوں کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہوتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے قتل کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اوسکو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گذرے اور آسمان میں کوئی آفت ابر وغیرہ کی نتھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اس کے بہت سی صورتیں ہیں

فصل گواہی سے رجوع کرنیکے بیان میں

گواہ اگر پھر جاوے اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اوسکا اعتبار ہوگا ف اگرچہ وہ قاضی دو معزول ہو یعنی وہ قاضی نہو جسکے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اوسکا اعتبار نہیں اسواسطے اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا رجوع شاہد کا غیر مجلس قضا میں تو یہ دعوی مسموع نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوے کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدان نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو مقبول ہوگا درمختار ص تو اگر قبل حکم کے پھرا ف یعنی ابھی تک قاضی نے اوسکی شہادت سے حکم نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گیا ص تو ساقط ہو جاویگی شہادت اور کچھ تاوان نہوگا اوسپر ف اسواسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گیا تو اوسکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہیں ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ کی ھدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرا تو حکم فسخ نہ کیا جاویگا بلکہ اوس شاہد کو تاوان دینا پڑیگا اوس چیز کا جو اوسکی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شئی مدعی علیہ سے لیچکا ہے اور جو ابھی تک وہ شئی مدعی نے مدعی علیہ سے نہیں لی ہے تو تاوان واجب نہوگا بلکہ مدعی رہیگا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شئی مدعی دین ہو یا عین اور امام شافعی رح کے نزدیک تاوان نہوگا شاہدوں پر ف اور دلیل ہماری اور اونکی اصل میں مذکور ہے درمختار میں ہے کہ مذہب یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کریگا تو مطلقاً تاوان اوس سے لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شئی مدعی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اسواسطے کہ جب حکم

فسخ نہین ہوسکتا تو خواہ مخواہ مدعی اوس حکم کی تعمیل کرادیگا اور مدعی علیہ کو وہ شے ادا کرنی پڑیگی تو مدعی علیہ اپنا نقصان شاہدون سے بھریگا **ص** اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ سکا یہ ہے کہ باقی گواہون کا شمار ہوتا ہے نہ پھرنے والون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہین اب البتہ اگر ایک اور پھر جاویگا تو دونون پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے اور اگر ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر دونون عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو انپر ابھی ضمان کچھ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اب اگر ایک اور پھر جاویگی تو اون نو عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا پاؤ اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملاکر تین ربع ہوئے اور اگر صورت مذکورہ مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دس عورتون پر اور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر **ف** صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتین اگرچہ کثیر ہین لیکن سب ملاکر قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب کہتے ہین کہ دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد ملاکر گویا چھ مردون کی گواہی ہوئی اور انپر یہی حکم ہوگا کہ ایک مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی اسصورت مین **ہدایہ** **ص** اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اوسکے دونون مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان اون دونون مردون پر لازم آویگا اسواسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور اوس سے کچھ ثابت نہین ہوتا **ف** اسواسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہین ہوسکتی بلکہ ایک ناکارہ شاہد کا تو نہ کم مضاف ہوگا اوسکی طرف **ہدایہ** **ص** اگر دو شاہدون نے گواہی نکاح پر عوض مین اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل سے اوس عورت کے مقدار مین کم ہے یا برابر بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہونگے برابر ہے کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اوس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اوس عورت کے زیادہ ہے بعد اوسکے رجوع کیا تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا تو اون دونون گواہون نے زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر مسمی زیادہ ہے مہر مثل سے اوتنا شوہر سے زوج پھیریگا اور اگر مدعی زوج ہے اور اوسکی طرف سے گواہی دی تھی تو شوہر پر کچھ ضمان نہین **ف** حاصل یہ ہے کہ یہان چھ صورتین ہین بسطریقہ کہ مہر مسمی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت مین یا شہادت زوج کیطرف سے ہوگی یا زوجہ کیطرف سے تو ضمان زیادتی صرف ایک صورت مین ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمی یعنی جسکو شہود نے بیان کیا ہے مہر مثل سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی شہود سے ضمان لیکر زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتون مین گواہون پر کچھ تاوان نہین **ص** اور اگر دو گواہون نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد اوسکے رجوع کیا تو ثمن مسمی یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر ہے یا کم ہے تو اول دونون صورتون مین تاوان نہین اور تیسری صورت مین جسقدر مبیع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اوتنا گواہون سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہے تو اول صورت مین مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے اوسکا

تاوان گواہون سے لیوینگا اور دوسری یا تیسری صورت مین کچھ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہد نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہی قبل دخول کے اور خاوند پر ادا نصف مہر کا حکم ہوا بعد اوسکے اون دو گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اون سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے گواہون نے گواہی دی طلاق کی بعد اوسکے رجوع کیا تو اون پر ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہان واجب ہوچکا ہی شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہون نے زوج کا کچھ تلف نہین کیا مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہین شرع مین اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کردیا ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہونگے گواہ اوس غلام کی قیمت کے **ف** اور ولاء اوس غلام کی مولی ہی کو ملیگی شاہد کو **ص** اور قاضی حنفی رحمہ اللہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اوسکے رجوع کیا گواہون نے تو دیت زید کی لازم آویگی گواہون پر اور امام شافعی رح کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص مین **ف** دلیل ہماری اور شافعی کی ہدایہ مین مسطور ہی **ص** اگر بعد حکم کے فرعی گواہون نے رجوع کیا تو اون پر ضمان لازم آویگا اور اگر اصلی گواہون نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہون کو گواہ نہین بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہمنے تو اون پر ضمان نہوگا نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رح کے اور محمد رح کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہون نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہون پر ہوگا اور محمد رح کے نزدیک شہود علیہ کو اختیار ہی خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہون سے لیوے یا فرعی گواہون سے اور اگر فرعی گواہون نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انھون نے غلطی کی تھی اس شہادت مین تو اس قول کی طرف التفات نہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہون کی بتاتا ہی اگر اوسنے بعد حکم کے رجوع کیا نزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہوگا **ف** لیکن اگر اوسنے یہ کہا کہ ہمنے تزکیہ خطا سے کیا تھا تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہوگا **ص** اگر چار گواہون نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیون نے اوسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اوسکے احصان کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ ضمان ندینگے **ف** البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے **ص** اگر دو گواہون نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کردیا اوس غلام کی آزادی کا بعد اوسکے سب گواہون نے رجوع کیا تو تاوان اون دونون گواہون پر لازم آویگا جنھون نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا **ف** اور جو فقط پچلے گواہون نے رجوع کیا تو اوسمین مشائخ کا اختلاف ہی یعنی جنھون نے گواہی دی وجود شرط کی

کتاب الوکالۃ

ف جواز وکالت کا ثابت ہی کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالی نے فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ یعنی بھیجو ایک کو تم مین سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصہ کو اللہ تعالی نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہین ظاہر ہوا نسخ اوسکا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہین از انجملہ یہ ہی کہ روایت کیا ترمذی اور ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اونکو ایک دینار تاکہ خرید لاوین واسطے حضرت کے قربانی تو حکیم نے اوس دینار کے بدلے مین ایک بکری خرید لی اور بیچا اوسکو بدلے مین دو دینار کے پھر ایک دینار کے

۱ قال اس مسئلہ کا ذکر کہ جب دو شاہد شہادت دین ایک شخص کی اور دو شاہد وجود شرط کی بعد اوسکے سب رجوع کرین تو ضمان نہوگا ۱۲ ہدایہ

عوض مین قربانی خریدی اور لائے قربانی نما اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپنے کہ برکت ہو تجارت مین اونکی اور روایت کیا مانند اسکے بخاری نے عروہ بن ابی الجعد بارقی سے از انجملہ وہ ہی کہ روایت کیا ابو داود نے جابر رضہ سے کہا کہ ارادہ کیا مینے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور سلام کرکے کہا مینے کہ مین ارادہ رکھتا ہون خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپنے جب تو پہنچے تو ہمارے وکیل سے تو لیجیو اوس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا اوپر گلے کے اور از انجملہ وہ ہی کہ روایت کیا مسلم نے جابر رضہ سے کہ نحر کیا ہم نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترسٹھ جانورون کی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی رضہ کو کہ باقی تمام ذبح کرے اور از انجملہ یہ ہی کہ وکیل کیا حضرت نے عمر بن ام سلمہ کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہ اونکی ماں سے روایت کیا اوسکو نسائی نے سنن مین **ص** اور معنی توکیل کے یہ ہین کہ سپرد کردینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اوسکی یہ ہی کہ موکل خود تصرف کا مالک ہووے **ف** یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ضرور نہین کہ موکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اوسی خاص تصرف کا موکل مالک ہو یہان تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہی اونکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل

ص اور وکیل اوس عاملہ کو سمجھتا ہووے اور اوسکا قصد دارا وہ رکھتا ہووے **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہی ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہی ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو موکل کیطرف سے نہ ہوگا کذا فی الاصل **ص** تو صحیح ہی وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہی یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونون سے حقوق عقد متعلق نہونگے بلکہ انکے موکل سے متعلق ہوجاوینگے **ف** خلاصہ یہ ہی کہ ضرور ہے یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو تو اگر جنون یا صبی غیر عاقل ہی تو اوسکی توکیل مطلقا صحیح نہین اور اگر صبی عاقل ہی لیکن غیر ماذون ہی تو اوسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ مین جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ مین درست ہی اور تصرفات ضارہ محضہ مین یعنی جن مین ضرر ہی جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہین اور جو تصرفات دائر ہین نفع وضرر مین جیسے بیع وشرا اجارہ اونمین اجازت ولی پر موقوف ہی اسی طرح صحیح نہین ہی توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہی اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی ہو اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا کر مل گیا تو باطل ہوگئی **ص** توکیل ضرور ہی کہ یا حر عاقل بالغ ہو **ف** یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد مجور یا صبی مجور بشرطیکہ عاقل ہون لیکن عبد مجور او صبی غیر مجور نے اگر تصرف کیا موکل کیطرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ جو ہوا کرینگے اصل موکل کیطرف یعنی وکیل سے ان حقوق کے بابت مواخذہ نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلون کے کہ اون مین حقوق عقد متعلق ہوتے ہین اصل عاقد سے جو خود وکیل ہی درمختار مع زیادۃ من شروحہ وحواشیہ **ص** جتنے معاملات موکل خود کرسکتا ہی اونمین دوسرے کو وکیل بھی کرسکتا ہی اور بھی جائز ہی وکیل کرنا سوال وجواب کے لیے مقدمات مین یعنی مدعی کو درست ہی کہ خصومت اور آغاشہ کے لیے تر دیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کرلے ویسے ہی طرح مدعی علیہ کو بھی درست ہی کہ جواب دہی کے لیے جسکو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشائخ کہتے ہین کہ وکیل کرنا خصومت کے لیے بغیر رضامندی طرف ثانی

باطل ہے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہے صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے یعنی صحیح سب کے نزدیک ہے بلکہ اختلاف لزوم وکالت میں ہے **ف** یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضائے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہے کیا یعنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہیں ہو سکتی اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاویگی **ص** اور ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے **ف** میں کہتا ہوں کہ اسی قول مفتی بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضائے دوسرے فریق کے درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعی علیہ اور مدعی میں سے پہونچتا ہے کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اوس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہ ہو **ف** اور یہی مذہب ہے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کا اور اختیار کیا ہے اوسکو عتابی نے اور صحیح کہا اوسکو نہایہ میں اور اوسی پر فتوی دیا فقیہ ابو اللیث وغیرہ نے اور بعض فقہا نے اوسکو معوض کیا ہے طرف رائے حاکم کے **ص** در مختار وکالت بالخصومت کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضی رض کے ثابت ہے روایت کیا بیہقی نے کہ حضرت علی رض وکیل کرتے تھے مقدمات میں عقیل رض کو اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیار رض کو **ص** ہاں اگر موکل مریض ہوا ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اوسکو ممکن نہ ہو یا مدت سفر کی راہ پر ہو یا تیار ہو واسطے سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشین ہو تو بغیر رضائے خصم کے توکیل لازم ہے اجماعاً **ف** اور فقہی یہ ہے کہ سب صورتیں میں درست اور لازم ہے جیسا کہ معلوم ہوا **ص** وکیل زنا درست ہے سب حقوق کے دینے اور لینے کے لیے مگر حد زنا اور قصاص کے لینے کے لیے وکیل کرنا درست نہیں جب موکل غائب ہو **ف** اسی طرح دینے کے لیے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے اصل مجرم کا حاضر ہونا **ص** اسواسطے کہ احتمال ہے عفو کا قصاص میں **ف** یعنی احتمال ہے کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفائے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھ کر رحم کرتا اور عفو کرتا **ص** اور شبہہ ہے کہ قاذف کی تصدیق کرنا مقذوف حد قذف میں **ف** یعنی اگر موکل جو مقذوف ہے حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اوسکی تصدیق کر کے حد کو اوسپر سے ساقط کرتا **ص** یا مدعی مال کا دعوی کرتا اور سرقہ کا دعوی نہ کرتا **ف** سرقہ میں اور جائز ہے توکیل واسطے استیفائے تعزیر کے مدعی علیہ سے طحطاوی **ص** جن عقدوں کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہے **ف** یعنی اوسمیں موکل کے ذکر کی حاجت نہیں جیسے بیع شراء میں وکیل اتنا ہی کہتا ہے کہ بیچا یا میں نے خرید اکذا فی الاصل **ص** جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اوسکے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہونگے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت میں اور ثمن اوس سے مانگی جاویگی دوسری صورت میں اور اوس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اول صورت میں اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت عیب نکلنے کے دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاویگا شفیع سے بابت اوس چیز کے جو اوسنے بیچی ہے جب تک وہ چیز اوسکے قبضے میں ہے اور جب موکل کو تسلیم کر دے تو اب رد نکرے عیب کے سبب سے بے اوسکے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہے **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعی کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف موکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق

ف اور ایک قاعدہ ہے کہ توکیل کرنا درست ہے واسطے استیفائے حقوق کے واسطے اثبات حقوق کے اور واسطے اثبات حقوق کے نہیں ہو سکتا

مزدور **ف** اگر وکیل وکیل کرے کسی کو بغیر اجازت موکل کے تو وکیل ہو جاویگا وکیل کا موکل کی طرف سے اور مزدور ہو جاویگا وکیل کا **۱۲** در مختار

جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب مین اور پھیر لینا ثمن کا درصورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت مین تو ان قسم کے حقوق مین وکیل کو اختیار ہوتا ہی لیکن اور تعمیل انکی واجب نہین یہان تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان افعال پر اوسکو جبر نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہی ان کامون مین تو وکیل کر سکتا ہی موکل کو ان کامون کے لیے اور قریب ہی کہ آویگا کچھ بیان اوسکا کتاب المضاربۃ مین اور اگر وکیل مرجاوے تو اختیار ان حقوق کا اوسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کر دینگے اپنے مورث کے موکل کو اور امام شافعی کے نزدیک موکل یہ کام کر سکتا ہی بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اوسکے وارثون کے وکیل کیے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اوسکے وارث پھر موکل کو وکیل بناوین اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی موکل کر سکتا ہی اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان مین وکیل مدعی علیہ ہوجاتا ہی طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہی کہ ان کے ادا کرنے کے لیے اوسپر جبر کرے کذا فی الاصل ص اور جب کسی وکیل خریدتا ہی اوسی وقت سے اوس شی مین ملک موکل کی ثابت ہوتی ہی تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہوگا ف اسواسطے کہ وکیل اوسکا مالک ہی نہین ہوا ص اور جو عقود ایسے ہین کہ وکیل اونکو اپنے موکل کیطرف نسبت کرتا ہی جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے ف یعنی جب مدعی علیہ نکر ہووے اور پہلے صلح وہ تھی کہ مدعی علیہ اوسمین مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرک کے تھی اسی سبب سے وکیل اوسکو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف اسکے ص اور قبل عدت اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو کرنا اور قرض دینا تو انکے حقوق بھی متعلق ہونگے موکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ سے تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہی کہ باوصف طلب کرنے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہی پھر وکیل اوس سے طلب کرے ف اسواسطے کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض مثالون مین دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہین طرف وکیل کے یا موکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہین اسمین کہ وہ مستغنی ہین موکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول مین سے ہین اسی طرح نکاح اور خلع موکل کے ذکر سے مستغنی نہین تو وہ قسم ثانی مین سے ہین لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت مین ہووے یا انکار کی حالت مین کچھ فرق نہین ہی دونون صورتون مین اضافت مین یعنی دونون قسمون مین اوسکی یکسان ہین مثلاً زید نے جب دعوی کیا ایک گھر کا عمر پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اس بات کا کہ صلح کرے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیہ کے اور زید نے اون روپیون پر صلح کی اور وکیل نے قبول کر لیا تو یہ صلح تمام ہوجاویگی پر اسی کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہووے یا منکر اسواسطے کہ اگر عمرو مقر ہی تو یہ صلح مثل بیع کے ہی تو حقوق اوسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع مین تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آویگا اور اگر عمرو منکر ہی تو وہ عوض دی قسم کا حق مین مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ پر کر حلف سے اپنے تئین چھوڑایا تو وکیل سفیر محض ہی تو نہ راجع ہونگے حقوق ادا اسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسألہ ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہین البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اوسکے قبضے کے لیے تو درست ہی

باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان مین

ص اگر ایک شخص نے کسی کو دوسرے کو کچھ درہم دیکر طعام خریدلا تو اگر درہم کثیر دیے ہین ف مثلاً دس سے زیادہ ہین ص تو مراد طعام سے گیہون ہونگے ف یعنی ہر ملک کے عرف پر تو عرب مین طعام کا عرف بیع وشرا مین گیہون پر ہوا ہے تو یہی مراد ہونگے ص اور اگر دراہم قلیل دیے ہین ف جیسے تین درہم یا ہم ص تو مراد جو سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بدرجہ متوسط دیے ہین یعنی نہ قلیل نہ کثیر ف جیسے تین اور دس کے بیچ مین چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا ف وجہان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اوسکی ایسے طعام سے ہے جسکا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہوسکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہین رہ سکتا اور روٹی بالکل رہ نہین سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اوسکی گیہون ہین اور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہے اور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان مین روٹی اور گیہون کے باقی رہنے مین ص اور جو موکل نے دعوت ولیمہ کی ہو چند لوگون کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال مین ف کیونکہ لوگ اوسکے یہان بیٹھے ہوئے ہین منتظر کھانیکے اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اوسکی طعام سے ایسی چیز ہے جس سے دست کار روائی ہوسکے ص اور توکیل نہین صحیح ہے اوس چیز کی خریدکے لیے جسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اوسکی بیان کردیے ف جاننا چاہیے کہ جو دو چیزین ایسی ہین کہ انکی حقیقت اور نسبت غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس مین داخل ہین جیسے بکرا بکری قربانی کے حق مین اور اگر انکی حقیقت اور غرض مختلف ہو تو وہ چیزین علیحدہ علیحدہ جنس ہین جیسے مرد اور عورت کہ ہر ایک کی حقیقت جدا اور ہر ایک سے غرض مختلف ہے اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اوسکے نیچے اور اجناس ہووین جیسے بردہ آدمین غلام اور لونڈی دونون داخل ہین اور وہ دونون الگ الگ جنس ہین بنی آدم مین کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہین مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہین اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہین بلکہ ہر ایک مین بھی اغراض پھر مختلف ہین جیسے غلام ترکی مین جس مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی مین خدمت اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونون مجہول ہین بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنے کے لیے وکیل کرنا درست نہین ہے اگر چہ قیمت بیان کردی جاوے جبتک اوسکی نوع بیان نہ کرے گذا فی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان کردیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محل بیان کردیوے تو درست ہے ف اسی طرح اگر گھوڑا کہدیا یا نچیر تو توکیل درست ہوجاویگی تو اگر موکل نے ثمن بھی بیان کردی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جسطرح کا گھوڑا یا گدھا خریدلاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اوسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گاے یا بکری کے اگرچہ اوسکی صفت بیان نہ کی کہ دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اوسکی نوع یعنی ترکی ہندی یا ثمن اوسکی بسطرح کہ اوس سے نوع معلوم ہوجاوے بیان کرے تو درست ہے مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلان غلام معین تو مجھے خریدے اوس ہزار روپیہ کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر ہین تو صحیح ہوجاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنیکے تلف ہوگیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام مجھے خریدے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اوس ہزار کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر آتے ہین اور عمرو نے غلام خرید

اور قبل اسکے کہ زید کو وہ غلام حوالہ کرے عمرو کے پاس ہلاک ہوگیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے حوالہ کردیا عمرو کے تو زید کا ہو جاویگا **ف** یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہی مذکور ہی اصل مین اور ہدایہ مین **ف** اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئین خرید کر لے میرے لیے اپنے مولی سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ تو مجکو میرے ہاتھہ فلانے کے لیے اور مولی نے بیچا تو وہ غلام اوس شخص کا ہو جاویگا جسنے حکم کیا تھا **ف** اسواسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لیے ہوسکتا ہی **ص** اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجکو میرے ہاتھہ اور فلانے کے لیے نہ کہا تو آزاد ہو جاویگا **ف** اور ثمن اوس غلام پر لازم آویگی **ص** اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجکو خرید لے میرے مولی سے بدلے مین ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اوس شخص کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہے گا کہ مین اوس غلام کو اوسی کے لیے خریدتا ہون اور مولی نے بیع کی آزاد ہو جاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ مین اوسکو اوسی کے لیے خریدتا ہون تو وہ مشتری کا غلام ہو جاویگا اور ثمن کے روپے اوس شخص پر لازم آوینگے اور وہ جو ہزار غلام نے اوسکو دیے تھے وہ مولی کے ہونگے **ف** اسواسطے کہ وہ کمائی اوسکے غلام کی ہی تو اوسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اوسکے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا **ص** اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لیے ایک غلام خریدے بعد اسکے عمرو نے کہا کہ مینے غلام تیرے لیے خریدا تھا وہ تیرے پاس آکر مرگیا اور زید یہ کہتا ہی کہ وہ غلام تو نے اپنے لیے خریدا تھا تو ہر صورت مین اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لیے ایک شی خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اوسکے لے سکتا ہی گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دی ہو اور وکیل کو پہونچتا ہی کہ وہ شی موکل کو نہ دیوے جب تک اوس سے دام وصول نکرلے اگرچہ اوسنے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہون تو اگر وہ شی ہلاک ہوگئی وکیل پاس قبل اوسکے روک رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال مین سے ہلاک ہوگی **ف** یعنی موکل پر اوسکی ثمن لازم آویگی **ص** اور ثمن اوسکی ساقط نہوگی ادا گر وکیل نے اوسکو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شی ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہو جاویگی موکل کے ذمی سے **ف** یعنی موکل کو وہ ثمن جو وکیل نے اپنے بائع سے ٹھہرائی تھی ندینا پڑیگی اور اسمین زفر اور ابو یوسف کا خلاف ہی مذکور ہی اصل کتاب مین اور ہدایہ مین **ص** وکیل کو یہ نہین پہونچتا کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لیے کہا ہو اوسکو اپنے لیے خریدے **ف** تو وہ شی موکل ہی کی سمجھی جاوے گی گو وہ عقد کو اپنے طرف منسوب کرے اسطرح پر کہ تخصیص کردے اپنے نفس کی مثلاً احمد سے گواہ رہو کہ اس چیز کو مین اپنے لیے خریدتا ہون یا نیت کرے اپنے لیے کفایہ **ص** تو جب کسینے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شی معین کے تو اگر وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہین کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہو جاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاویگی خلاف کرنیکے یہ صورتین ہین کہ موکل نے ثمن کو خاص کردیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیون کے یا اشرفیون کے محوض مین خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض مین خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سو دراہم دنانیر کے لو کسی شی کے بدلے مین خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اسوجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف مین مراد نقود یعنی دراہم دنانیر روپیہ

اشرفی ہوتے ہین یا سو روپیہ وکیل کے اور کسی شخص نے خریدا وکیل کے حکم سے اوسکی غیبت مین تو اگر اوسکی موجودگی مین خریدیگا تو مخالفت نہوگی کیونکہ رہے اوسکی خرید مین شامل ہوگئی اور مقصود مؤکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیواسطے خریدنے ایک شئے غیر معین کے اور وکیل نے اوسکو خریدا تو وہ شئے وکیل ہی کی سمجھی جاویگی الا جب وکیل عقد کو مضاف کردے اپنے مؤکل کے مال کیطرف مثلاً یون کہدے کہ خریدا مینے اس چیز کو تیرے لیے ان ہزار روپیہ کے اور وہ روپے مملوک ہین مؤکل کے یا عقد کو مضاف نکرے اوسکے مال کیطرف لیکن نیت کرے مؤکل کے لیے خریدنیکی اگر ایک شخص نے توکیل کیا دوسرے کو کہ ایک گیہون کا خریدے بطور عقد سلم کے

ف خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے مین بطریق سلم کے توکیل درست نہین اور وجہ اوسکی اصل کتاب مین مذکور ہے

ص یا بیع صرف کیلئے تو اگر وکیل جدا ہوجاویگا قبل قبضہ کے تو وہ عقد باطل ہوجاویگا اور مؤکل کی جدائی کا اعتبار نہین اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اوسنے بیچی بعد اوسکے مشتری نے انکار کیا ان بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ خریدتے وقت اقرار کرچکا ہے زید کے لیے خریدنیکا تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ مینے اوسکو حکم نہین کیا تھا خرید کا اصل تو مین زید پھر جبر اوس چیز کو نہین لے سکتا ہان اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع بالتعاطی ہوجاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لادے عمرو نے روپیہ سیر والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑیگا **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے **ص** اگر وکیل سے کہے کہ نکاح دے دو غلام میرے واسطے خریدو قیمت نہ بیان کرے پس وکیل ایک غلام اون دونون مین سے اوسکے لیے خریدے تو صحیح ہے اگر اون دونون کو ہزار روپیہ مین خریدنے کو کہے اور دونون کی قیمت برابر ہو پھر ایک کو وکیل پان سو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانسو سے زیادہ کو خریدے تو نہین صحیح ہے ہان اگر مؤکل کے جھگڑنے کے پہلے دوسرے غلام کو پانسو سے اتنے کم کو خریدے جتنے پہلے مین زیادہ دیے ہین تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونون غلامون کا ہزار روپیہ مین آنا تھا اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر پانسو سے اتنے دام زیادہ دیے ہین جتنے کی کمی بیشی معاملون مین ہوا کرتی ہے اور باقی اتنے روپے مین کہ اوسنے دوسرا غلام خرید کر سکتا ہے تو مؤکل کی طرف سے صحیح ہوگا اگر مؤکل نے وکیل کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خریدے اوسنے جب خریدی تو کہا کہ مینے ہزار روپے کو خریدی اور مؤکل کہتا ہے کہ تو نے پان سو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر وہ لونڈی بازار مین ہزار کی ہوگی اور اگر ہزار کی نہوگی تو قول مؤکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو مؤکل نے ہزار روپے وکیل کو دیے نہین تھے تو اگر اوس لونڈی کی قیمت بازاری پانسو یا زیادہ لیکن ہزار سے کم ہے تو مؤکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہے تو دونون حلف کرینگے جب دونون نے حلف کرلیا تو بیع فسخ کرکے لونڈی وکیل ہی کے اوپر پڑا لینگے اور ان صورتون مین قول اوسکا معتبر ہوگا تو بلا قسم کے معتبر ہوگا یعنی اوپر جہان جہان لکھا ہے کہ قول اوسکا معتبر ہوگا مراد اوس سے یہ ہے کہ بلا حلف معتبر ہوگا و مختار ہین ہم کہ ایسا ہی کہا ابن الکمال اور ملا خسرو نے دارین تبعاً لصدر الشریعۃ یعنی مصنف شرح وقایہ کے اتباع سے لیکن جزم کیا دانی نے کہ یہ تحریف ہے اور مخالف ہے عقل و نقل کے اور صواب یہی ہے کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی **ص** اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنیکا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اوسکی بیان نکی تب عمرو نے اوسکو خریدا اور کہا کہ مینے اوسکو ہزار روپیہ مین خریدا ہے اور زید نے کہا

کہ نہین تو نے یا نسو کو خریدا ہی تو دونون سے حلف لیا جاویگا اگر چہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونون حلف کرینگے تو لونڈی وکیل ہی پر پڑیگی اور بعضے فقہا یہ کہتے ہین کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اوس صورت مین دونون سے حلف نہ لیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہوجاویگا لیکن ظاہر تر یہ ہی کہ دونون سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہی امام ابی منصور ماتریدی کا

ف طحطاوی مین ہی کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہی قاضی خان نے تبعاً للفقیہ الی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو تصحیح مین اختلاف ہی انتہی اسمین تعمیم قاضی کو مناسب ہی کہ سنوکی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کرینگا قسم پر وکیل کی تو بھی روا ہی واللہ اعلم

فصل بیان مین ان لوگون کے جنسے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ کرے

وکیل بیع و شرا ایسے شخص سے معاملہ کرے کہ جسکے واسطے گواہی اوسکی مقبول ہوتی ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہین اور صحیح ہی وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور جیسے مین سباب کے اور لوہا و ہار اور کل اسباب مین سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل مین صاحبین کا اختلاف ہی اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض مین ثمن کے گروی کر لی یا اوس سے ضمانت لی بعد اوسکے وہ شی مرہون تلف ہوگئی وکیل پاس یا ضامن سے مال وصول نہوا بسطرح کہ ضامن مفلس ہوکر مر گیا اور مکفول عنہ بھی مفلس گیا یا غائب ہوگیا اور اوسکا پتہ معلوم نہین اور یہی صورت ہی کہ معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہی اس بات کا کہ اصیل بری ہوجاتا ہی کفالت کفیل سے اگر کفیل مفلس ہوکر مر گیا جیسا کہ یہی مذہب مالک کا ہی مسألہ وکیل بالشرا کو ضرور ہی کہ بر قیمت و بالیت پر چیز مول لیوے خواہ اوسنے دام مٹھر جو نرخ کرنے والون کی قیمت مین آجاتے ہین **ف** یعنی کئی نرخ کرنے والون سے جو اوسکی قیمت پوچھی جاوے تو وکیل کی ثمن اون مین سے کسی کے قول کے برابر ہوجاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ ہے **ص** اگر ایک کے خریدنے کا وکیل کیا اور اوسنے وہ چیز آدھی خریدی تو خریدہ موقوف رہیگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو مول پر پڑیگی ورنہ نہین اگر وکیل نے ایک شی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شی وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہی کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہین ہوسکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہی جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اوسکو اپنے مول پر پڑ کر دے برابر ہی کہ ر مشتری کی وکیل پر گواہ ہونے ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہی کہ مثل اوسکے اس مدت مین پیدا ہوسکتا ہی تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہون سے یا نکول سے ثابت کرکے رد کیا ہی تو وہ مول پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہی تو وکیل مول پر نہ پھیر سکے گا اگر وکیل نے اودھار بیچا اور مول نے کہا کہ مینے تجکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول مول کا مقبول ہوگا

ف قسم سے اور اگر مضارب اور رب المال مین یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا **ف** قسم سے ذکر مضاربت کا آویگا انشاء اللہ تعالی **ص** اگر کوئی دو شخصون کو وکیل کرے تو ضرور ہی کہ اوس تصرف کو جسمین وکیل ہوئے ہین دونون ملکر ایک ساتھ کرین مگر جو وکیل بالخصومت **ف** یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑنے کے وکیل **ص** بیون یا امانت کے پھیر دینے مین یا قرض ادا کرنے مین یا بغیر عوض طلاق دینے مین اور آزاد کرنے مین وکیل ہون تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کرسکتا ہی اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع و شرا کرے تو صحیح نہین تو حاصل یہ ہی کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہین اپنے

صغیر فرزند کے مال مین اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال مین جو صغیر سن ہو ولایت نہین واللہ اعلم **ف** وکیل کسی کو وکیل نہین کرسکتا اوس امر مین جسمین وکیل ہوا ہے الا اوس صورت مین کہ موکل نے اوسکو اذن دیا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا هذا ایه

باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان مین

وکیل بالخصومت کو یہ پہونچتا ہے کہ مدعی علیہ سے مال وصول کرے اوسپر قبضہ کرلیوے نزدیک تینون اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظم اور محمد اور ابو یوسف کے برخلاف زفر کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کے لیے ہو اوسکو پہونچتا ہے کہ مال لے لیوے ظاہر الروایت مین اور اب فتوی اس زمانے مین اسپر ہے کہ یہ دونون وکیل قبض مال کے مالک نہین ہین بسبب خائن ہوجانے وکیلون کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہے اوسکو خصومت کا اختیار ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک نہین **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہین **ص** نہ اوس وکیل کو جو ایک شے معین کے لینے کے لیے وکیل ہے **ف** یعنی اوسکو بالاتفاق اختیار خصومت نہین ہے **ص** تو اگر کسینے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اوسکو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ تقدیہ ملتوی رہیگا جبتک کہ موکل حاضر ہووے **ف** اور جب تک وہ غلام زید کے پاس رہیگا **ص** اوران گواہون کی گواہی سے بیع ثابت نہوگی تو جب موکل حاضر ہوویگا اوسکے سامنے پھر گواہون سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی اسی طرح یہ مسائل ہین کہ ایک شخص آیا اور اوسنے کہا کہ مین زید کا وکیل ہون واسطے لیجانے اوسکی زوجہ کے یا اوسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اوسکے آزاد کردینے پر تو ان گواہون کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہدیا جاویگا بلکہ تقدیہ ملتوی رکھا جاویگا یہان تک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آویگا پھر گواہی دوبارہ لیجاویگی **مسألہ** اگر وکیل بالخصومت اپنے موکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار موکل پر نافذ نہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار حجت نہوگا اگر مکفول لہ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول عنہ سے تو یہ کفالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آن کر کہا کہ مین وکیل ہون زید کا جو غائب ہے اوسکا قرض وصول کرنیکے لیے اور زید کے قرضدار نے اوسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اوس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اوسنے اوس شخص کی جسنے اپنے تئین وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھ نہ پاویگا الا اوس صورت مین جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہوگیا ہو اس بات کا کہ اگر زید آکر میری وکالت کا انکار کرے گا تو مین ضامن ہون اس مال کا یا قرضدار نے مال اوسکو صرف اوسکے کہنے سے دیدیا ہووے اور اوسکی وکالت کی تصدیق نکی ہووے اور اگر ایک شخص نے آکر کہا کہ مین زید کیطرف سے اوسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہون اور مودع یعنی جسکے پاس ودیعت ہے اوسنے اوس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت حوالے کردینے کا حکم نہوگا اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک امانت مرگیا اور اوسکا وارث مین ہون اور وہ امانت میرے لیے میراث چھوڑکر مرگیا اور تصدیق کرے اوسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہے تو اوسکو حکم ہوگا کہ امانت اوس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسینے کہا مودع سے کہ مینے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو حکم دینے کا نہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیے بکر سے جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر

توبکر نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ زید نے مین وصول پاچکا ہی اور گواہ نہین ہین مدیون پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے موجب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول پاچکنے کا تو اوس سے بکر قسم لیوے اور وکیل کو قسم نہ لائی جاویگی اور مات ہیرکہ مین نہین جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصول پاچکا ہی اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اوس عیب کے بابت جو مبیع مین نکلا ہی اور مبیع واپس کردے بعد اوسکے مشتری غائب ہوگیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر رضامند ہوگیا تھا تو وکیل مبیع کو نہین پھیر سکتا یہان تک کہ مشتری قسم کھاوے کہ مین راضی نہین ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبین کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسف کے یہ ہی کہ دونون مسألون مین یعنی مسئلہ دین جو پہلے گذرا اور اس مسئلہ مین تاخیر چاہیے یہانتک کہ حلف کرلیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپیہ دیے کہ اسکو میرے اہل و عیال پر خرچ کرنا اور عمرو نے دس روپے اپنے پاس سے لیکر اونپر خرچ کیے تو وہ دس روپے جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہوجاوینگے اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ استحسان ہی اور قیاس اسکو چاہتا ہی کہ عمرو نے جو روپیہ اپنے پاس سے صرف کیے ہین وہ تبرعاً ہوجاوین وجہ استحسان کی یہ ہی کہ وکیل خرچ کرنیکے لیے مثل وکیل بالشراء کے ہی اور کیہ بالشراء ہووے اسکے کہ شی اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہی بسیط یہان بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

باب وکیل کے معزول کرنیکے بیان مین

موکل کو پہونچتا ہی کہ جب چاہے وکیل کو معزول کردیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہی کہ وکیل کو اوسکا علم ہوجاوے ف تو جب تک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہووے یعنی اوسکو ایک شخص عادل یا دو ستور الحال خبر عزل کی نہ سناوین تو جتنے تصرفات قبل اوسکے کریگا موکل پر لازم ہونگے ھدایہ ص اور باطل ہوجاتی ہی وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا سنکے بہ مجنون ہونے سے ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر مجنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اوسکی باطل ہوجاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات منقول ہی اور وہ جو متن مین ذکر کیا قول محمد کا ہی اور اسی مین احتیاط ہی لیکن در مختار مین ہی کہ فتوی ایک مہینے کی مقدار پر جدا اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقلانی نے ص یا مرتد ہوکر دار الحرب مین چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ اداء کتابت سے عاجز ہوگیا یا دو شریکون نے بلکہ ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونون شریک جدا ہوگئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اوسکو منع کردیا تصرفات سے تو ان سب صورتون مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہوجاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالون کی خبر نہو اگر موکل نے جس کام کے لیے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کرلیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اوسکو خود آزاد کردیا یا وکیل کیا اوسکو ایک عورت سے نکاح کرنیکے لیے پھر موکل نے خود اوس سے نکاح کرلیا اور جدا بھی کردیا اوسکو تو بھی وکیل کو یہ نہین پہونچتا کہ پھر اوسکا نکاح موکل سے کردیوے ف اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہوچکی البتہ اگر وکیل نے اوس سے نکاح کرلیا اور نکاح کرکے اوسے جدا بھی کردیا تو اب اوسکو پہونچتا ہی کہ موکل سے نکاح اوسکا کردیوے ھدایہ

کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر ف اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین بلکہ تعریف

جامع ومانع وہ ہی جو صاحب درمختار نے بیان کی ہی کہ دعوی ایک قول مقبول ہی نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہی اوسسے
طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اس مین رفع دعوی تعرض داخل ہوگیا
صورت اسکی یون ہی کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بیجا کرتا ہی مجھ سے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ دفع کرے
تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہی اور منع کریگا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جب تک مدعی علیہ کے
پاس کوئی حجت نہوگی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع
نہین صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہی میرے
اوپر تو کرے اوسکو ورنہ روبرو گواہون کے بری کردے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نکریگا واسطے دعوی
کرنیکے کیونکہ دعوی حق اوسکا ہی ط طحطاوی ص مدعی وہ ہی کہ اگر خصومت کو ترک کردے تو اوسپر جبر نکرین اور مدعی علیہ وہ ہی کہ جبر
کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیر یون چاہیے کہ مدعی وہ ہی جو خبر دیتا ہی اپنے حق کی غیر پر تو یہ
تفسیر دوسری تفسیر ہی ذکر کیا ہی اسکو بعض مشائخ نے اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھ اوس امر کے
جو غیر ظاہر ہی ف یعنی وہ دعوی کرتا ہی ملک کی ایک شی کا حال انکہ وہ شی اوسکے قبضے مین نہین ہی بلکہ قبضہ مین مدعی علیہ کے حکم
اور یہ برخلاف ظاہر ہی کہ شی مالک کے قبضے مین نہووے ص اور مدعی علیہ وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھ اوس امر کے کہ وہ ظاہر ہی
ف یعنی ظاہر یہی ہی کہ شی آدمی کی ہی جسکے قبضے مین ہی اور مدعی علیہ یہی کہتا ہی ص لیکن باعتبار شناخت مدعی اور مدعی علیہ
مین معنی کا ہی نہ ظاہر کا یہان تک کہ اگر مودع نے دعوی کیا رد ودیعت کا طرف مودع کے تو وہ ظاہر مین مدعی ہی لیکن
حقیقت مین مدعی علیہ ہی کیونکہ انکار کرتا ہی ضمان کا ف یعنی غرض مودع کی جسکے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعوی
سے یہ ہی کہ اوسپر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر مین اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ رد ودیعت کا مدعی مودع ہی اور مودع
مدعی علیہ ہی لیکن یہان چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہی اور حقیقت مین منکر ضمان کا مودع ہی تو اوسی کو مدعی علیہ قرار دیا گیا
اسواسطے کہ منکر مدعی علیہ کو کہتے ہین تو قول اوسی کا قسم سے معتبر ہوگا ھدایہ ص اور دعوی کی صحت کے کئی شرطین ہین
ف رکن دعوی یہ ہی کہ نسبت کرنا حق کی طرف اپنے اگر اصالتاً دعوی ہووے یا اپنے موکل کیطرف اگر وکالتاً ہووے اور اہل دعوی
وہ شخص ہی جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہوگا اور شروط دعوی یہ ہین کہ مجلس قضا ہو اور مدعی علیہ حاضر ہووے
اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہین ہوسکتی اور کہا مدعی علیہ کو حاضر کرنا اوسی وقت چاہیے جب مدعی دعوی کرے تو جواب
اوسکا یہ ہی کہ اگر مدعی علیہ شہر مین ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا مین آکر پھر رات کو اپنے مکان مین رہ سکتا ہی
تو بمجرد دعوی طلب کیجے مدعی علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جب تک مدعی سے وجہ ثبوت نہ لیجاوے مدعی علیہ کو طلب
نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ حلف لے لی جاوے مدعی سے اپنے دعوی کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرلے تو طلب کرے
مدعی علیہ کو ورنہ نہین ط طحطاوی کہا شلبی نے اور ہمارے زمانے مین قاضیون کا یہ حال ہی کہ جب انکے پاس کوئی
شخص آکر دعوی کرتا ہی تو وہ طلب کرلیتے ہین مدعی علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کرین مدعی سے کیفیت اوسکے
دعوی کی اور تمیز کرلین صحت دعوی کو اوسکے فساد سے اور یہ غفلت ہی اون قاضیون کی یا جہل ہی ان مسائل سے

اقول ص ایک یہ کہ جس چیز کا دعوی ہو اوسکی جنس اور قدر بیان کرے ف جنس یعنی اوسکی قسم کہ شئی مدعی دراہم ہین یا دنانیر یا گیہون ہین یا چاول اور قدر یعنی مقدار اوسکا کہ سو درہم ہین یا سو دینار یا سو من گیہون یا چاول ہین اور اوسکا بیان صفت بھی ضرور ہے کہ وہ دراہم کیسے ہین جید یا ردی کہ اطراف اوس شہر مین نئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہون تو بیان وصف یعنی فلان قسم کے دراہم کا مین دعوی کرتا ہون ضرور ہے اور اگر شہر مین ایک ہی طرح کے دراہم چلتے ہون تو بیان جنس و قدر کافی ہے بیان وصف کی کچھ حاجت نہین ص اور یہ شرط دعوی دین مین ہے اور جو دعوی کسی شئی معین کا ہووے تو اگر وہ شئی حاضر ہو اوسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہے اور اگر غائب ہووے تو اوسکا وصف بیان کرنا اور اوسکی قیمت ذکر کرنا ضرور ہے دوسری یہ کہ اگر دعوی شئی معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ وہ شئی مدعی علیہ کے قبضے مین ہے ناحق ف ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی شئی ہوتی ہے غیر مالک کے پاس بسبب حق کے جیسے شئی مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن کے کذا فی الاصل ص اور دعوی عقار مین ف عقار بالفتح شئی غیر منقول کو کہتے ہین اصطلاح فقہا مین جیسے باغ زمین مکان وغیرہ ص قابض ہونا مدعی علیہ کا ثابت نہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے ف یعنی اگر مدعی اور مدعی علیہ باہم متفق ہوجاوین اس بات پر کہ اس مکان یا زمین کا قابض مدعی علیہ ہے تو قبضہ اوسکا ثابت نہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ دونون نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا اسطرح پر کہ دونون تصدیق کرین قبضہ مدعی علیہ کی حال انکہ وہ شئی شخص ثالث کے قبضہ مین ہے تو قاضی حکم کرے ملک مدعی کا برخلاف شئی منقول کے کہ اوسمین قبضہ کا مشاہدہ اور معاینہ ہوجاتا ہے تو صرف تصادق متخاصمین کافی ہے ثبوت قبضہ مدعی علیہ کے لیے کذا فی الاصل باختصار درمختار مین ہے کہ دعوی غصب عقار اور دعوی شراء عقار مین کچھ حاجت قائم کرنے شہود کی نہین اس بات پر کہ وہ عقار قبضے مین مدعی علیہ کے ہے کیونکہ دعوی غصب اور شراء جیسا صحیح ہے قابض پر ویسے ہی غیر قابض پر برخلاف دعوی ملک مطلق کے ص تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی یہ کہے کہ مین اوسکو طلب کرتا ہون مدعی علیہ سے تو اگر وہ شئی مدعی مدعی علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اوسکو حلم ہوگا حاضر کرنیکا اوس شئی کو مجلس قضا مین تا مدعی اپنے دعوی مین اوسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہے گواہون کی گواہی دینے اور مدعی علیہ کے قسم دلانے مین یعنی چیز کا حاضر کرنا چاہیے تاکہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعی علیہ اپنی قسم مین اوسکی طرف اشارہ کرین اور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا مین متعذر ہووے ف بسبب اوسکے ہلاک ہوجانے یا غائب ہوجانے کے ص تو مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے ف اور اگر باوجود باقی ہونے اوسکے حاضر کرنا اوسکا مجلس قضا مین متعذر ہووے جیسے چکی یا بورہ غلہ کا یا گلہ بکریون کا تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کردیوے کہ اوسکے ساتھ جاکر مدعی اوس شئی کیطرف اشارہ کردیوے اور جس صورت مین وہ شئی ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہے تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اوسکے سن اور ذکورت اور انوثت کا ضرور نہین اگر وہ جانور ہلاک ہوگیا ہو مدعی علیہ پاس اور دعوی غصب اموال مین اور اسی طرح دعوی شئی مرہون مین بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہین کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہین جانتا بلکہ قول غاصب اور مرتہن کا اوس کی قیمت مین حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعوی سرقہ مین اگرچہ وہ شئی حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہے

تانصاب کی کیفیت معلوم ہووے **فائدہ** دعوی شی مجہول القیمت پر حلف نہیں لیجاتی مگر چھ جگہ دعوی شی مغصوب دعوی مہر
مرہون دعوی شی امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعوی شی مسروقہ شباہ

مسئلہ اگر مدعی نے بہت سی چیزوں کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہی دعوی کیا تو کل کی قیمت ذکر کر دینا کافی ہی اگرچہ ہر ہر چیز کی
قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اوسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اوسکے مدعی علیہ کو کل مال پر ایک ہی
بار اگر انکار کریگا اور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اوسکے بیان پر جسکیا جاویگا شامی وطحطاوی **ص** عقار کے دعوی میں یہ
بھی شرط ہی کہ مدعی اوسکے حدود بیان کرے یعنی چاروں حدین یا تین حدین اور اون حدون کے مالکون کا نام اور اونکے
باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے **ف** حدود کا بیان کرنا شرط ہی دعوی عقار میں نزدیک امام ابو حنیفہ رح کے اگرچہ وہ عقار
مشہور ہووے اور صاحبین کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہیں پھر بیان کر دینا تین حدود کا کافی ہی نزدیک ہمارے
کیونکہ جب تین حدین ظاہر ہوگئین تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہی اور زفر کے نزدیک چار
حدون کا بیان ضرور ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہی اور اصحاب ومالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہی امام اعظم
کے قول میں لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہی تو فقط اوسی کا نام ذکر کر دینا کافی ہی اور گھر کے دعوی میں یہ بھی شرط ہی کہ مدعی اوس شہر
کا نام اور اوس محلہ کا نام اور اوس گلی کا نام جہاں پر وہ گھر ہی بیان کرے یہ سب شرائط دعوی عین کے ہین لیکن دعوی دین میں
تو ذکر جنس وقدر کا ضرور ہی اور ذخیرہ میں مذکور ہی کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اوسکی صفت بھی کہ کھری ہی یا کھوٹی
بیان کرنا ضرور ہی اور اوسکی نوع کا بھی ذکر ضرور ہی کہ مثلاً اسکہ بخارا کا ہی یا نیشاپور کا **ص** جب دعوی مدعی کا صحیح ہووے **ف**
یعنی ہر قسم کے دعوی میں جو اوسکی شرائط ہین سب پائی جاوین تو اگر مدعی درخواست کرے **ص** تو قاضی مدعی علیہ سے سوال کرے اوس دعوی سے **ف** یعنی تو
کہے کہ فلان شخص نے تیرے اوپر یہ دعوی کیا ہی تو تو کیا جواب دیتا ہی اور اگر دعوی کی صحت نہووے تو طلب مدعی علیہ کی اور سوال کرنا اوس سے
کچھ ضرور نہین بلکہ دعوی کو خارج کر دیوے درمختار **ص** تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعوی مدعی کا یا انکار کرے اور مدعی وجہ ثبوت
پیش کر دیوے تو قاضی حکم کر دیوے مدعی علیہ پر **ف** بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ مین مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہون
تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر قریبے دن کچہری ہوتی ہی اور جور وز ہوتی ہی تو ایک دن کی دینا چاہیے اور اگر
تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہی پھر اگر اوس مدت مین مدعی علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اوسپر حکم کر دیوے درمختار وشرح
للطحطاوی **ص** اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون وجہ ثبوت کے تو درصورت درخواست مدعی قاضی مدعی علیہ سے قسم لیوے
ف اسواسطے کہ روایت کیا بخاری ومسلم نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر لوگ دیدیجاتے
صرف اپنے دعوی سے البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خون ومالون کا دعوی کرتے لیکن قسم ہی مدعی علیہ پر اور روایت کیا بیہقی
نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اوس مین یہ لفظ ہین اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ یعنی گواہ مدعی
پر ہین اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاری اور مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پاس تو حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یا رسول اللہ اسنے میری زمین لے لی ہی تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہی مدعی کا اوسمین کچھ
حق نہین تو فرمایا حضرت صلعم نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہین کہا اوسنے کہ نہین فرمایا آپنے پس تیرے لیے قسم اوسکی ہی

کہا اوسنے یا رسول اللہ کندی مرد فاسق ہی وہ پروا نہیں رکھتا قسم کی فرمایا آپنے نہیں ہی تیرے لیے کچھ سوا قسم کے تو جلد اکندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کریگا مدعی کے مال پر تا کہ کھاوے اوسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اوس سے مُنہ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں مروی ہیں بعضوں نے اسکو متواتر کہا ہی روایت کیا مسلم نے ابی امامہ رضؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کا ماحق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو واجب کیا اللہ تعالیٰ اوسکے لیے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اوسکے جنت کو تو کہا آپسے ایک شخص نے یا رسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپنے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی **فائدہ** اگر مدعی علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اوس سے حلف لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تا کہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اوسکی زبان میں دُر بختار **مسئلہ** اجماع کیا گیا ہی حکام نے بلا طلب قسم دلانے پر اوس شخص کو جو بیت پر دعوی دین کرے بصورت اوسکے قسم دلانے کی یہ ہی کہ قاضی اوسکو یوں قسم دیوے کہ قسم اللہ کی میںنے اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ لیںنے اوسکی طرف سے محکوم بادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اوسپر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ لیںنے اوسکو معاف کیا یا نہ کل نہ بعض اور نہ لیںنے اوسکا کسی سے حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہی کذا فی الجلبی عن البحر **ص** تو اگر مدعی علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں کھاؤنگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اوسکا نکول نہوگا **ص** اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے نکول پر تو صحیح ہی اور احتیاط آمین ہی کہ قاضی قسم کے واسطے تین بار مدعی علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعی علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے **ف** نُکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے کیا معنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور مال مُدّعیٰ مدعی علیہ پر لازم کر دے **ص** اور شافعیؒ کے نزدیک صرف نُکول سے مدعی علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہی جب مدعی حلف کر لیگا تو حکم کر دیا جاویگا مال کا مدعی علیہ پر اور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہی اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ رضؓ نے اور یہ مخالف ہی حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہی احمد اور مالک کا اور یہی کہتے ہیں ائمہ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لیکر حکم کر دینگے مال کا مدعی علیہ پر اور قسم اوسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظمؒ نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ائمہ ثلثہ کا یعنی اونکے نزدیک مدعی سے کسی حال میں حلف نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہی مدعی علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر جاوپر گندی کہ فرمایا حضرت نے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ یعنی جس قسم منکر پر ہو اور الف لام العین میں اس واسطے ہی کہ جنس ہی یعنی تمام قسمیں مدعی علیہ پر ہیں اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہی مدعی علیہ سے ائمہ ثلثہ دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے جسکو روایت کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور طحاوی نے عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے انھوں نے امام جعفر صادق رضؓ سے انھوں نے اپنے باپ محمد باقرؒ سے انھوں نے جابر رضؓ کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقرؒ سے مرسلاً اور یہی اصح ہی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے محمد باقرؒ سے انھوں نے حضرت علی رضؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم مدعی سے اور یہ منقطع ہی کہا دارقطنی نے علل میں کہ جعفر صادق رضؓ نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل

اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقی نے کہ عبد الوہاب نے وصل کیا اوسکو اور وہ ثقہ ہے مین کہتا ہون کہ ذہبی نے اوسکو ضعیف کیا
اور کہا کہ مختلط ہو گیا تھا آخر عمر مین اور مالک اور ثوری کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک
قابل احتجاج کے نہین ہے اور روایت کیا ابوداود اور طحاوی نے ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد
اور قسم کے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو طحاوی نے اسواسطے کہ روایت کیا اوسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے
اور اوسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہین جانتے اور روایت کیا شافعیؒ اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابوہریرہ رضی سے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا
اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سنا اوسنے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے
تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہین کہ مینے اوسنے حدیث بیان کی ابوہریرہ کی کہا طحاوی نے نقلاً عن المعینی کہ سہیل راوی اس
حدیث کا منکر ہوا اوسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر ہونے اوسکے اوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث
کی ضعیف ہین **جواب** امام صاحب کا اس حدیث سے بچند وجوہ ہے **اولاً** اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہین رد کیا
اوسکو نقاد فن حدیث یحیی بن معین نے **ثانیاً** یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے واستشہدوا
شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان الآیہ یعنی گواہ کرو تم دو مردون کو اپنے مین سے تو
اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین **ثالثاً** مخالف ہے یہ حدیث اوس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہین اور
قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اوسمین جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر **رابعاً** اس حدیث مین ذکر ایک واقعہ کا ہے
اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہین احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اوس واقعہ سے یا اوس مدعی سے جسپر کہ
حضرت نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتون کے اور خاص ہے یہ خزیمہ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار
ہمارے قولی ہین عام تو واجب ہوگی ترجیح اونکی اس حدیث پر **خامساً** بصورت تسلیم معنی اوس حدیث کے یہ ہو سکتے ہین
کہ حضرت نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اسکے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس پر
بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعا علیہ ہے نہ یمین مدعی **سادساً**
یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث مین مروی ہے کہ حضرت نے اوسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا
اور یہ حکم اوسکی خصوصیات مین سے ہے **سابعاً** یہ کہ الف و لام قضی بالیمین مع الشاہد مین عہد کا ہو اور مراد حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی مراد ہے جسطرح سے کہ یمین سے یمین معہود
یعنی یمین مدعی علیہ **ثامناً** یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہو یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کہے کیونکہ اشہد الفاظ
یمین مین سے ہے **تاسعاً** یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین مین اور یہ دلیل قاطع
ہے اس حدیث کے متروک یا مؤول ہونے پر **عاشراً** یہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات حقوق کے اس سے
تمام نہین ہوتا کیونکہ مذہب اونکا رد شہادت ہی مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف
ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اوس مسئلہ کے اثبات کی دلیل نہین بلکہ روایت کیا دارقطنی نے ابن عمر رضی سے کہ نبی صلی

علیہ والا مسلم رد کیا قسم کو اور پر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اوسکا یہ ہی کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہی دو سے یہ کہ احتمال ہی کہ بیان اوسی واقعہ عین مع الشاہد کا ہو وے اسناد اوسکا نہایت ضعیف ہی تصریح کی اوسکی سب محدثین نے قبلک عشرۃ کاملۃ هکذا ینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافہام **استدلال عجیب امام مالک** نے موطا مین لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہین بسبب قول اللہ تعالی کے فان لم یکونا رجلین الایۃ تو حجت اون لوگون پر یہ ہی کہ آیا تم نہین دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہین حلف لیا جاتا مدعی علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہی باطل ہو جاتا ہی اوس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہی تو پھر حلف دلاتے ہین صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہی کہ نہین ہی اختلاف اوسمین کسی کا لوگون مین سے اور نہ کسی شہر مین شہرون مین سے تو کس دلیل سے نکالا ہی اوسکو اور کس کتاب اللہ مین پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہی کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہین ہی یہ کتاب اللہ مین انتہی باختصار **مین کہتا ہون** کہ یہ استدلال عجیب ہی امام مالک سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے موجود ہی بلکہ اوسپر اجماع ہی مجتہدین کا تو کیونکر نکالا ہی اسکو بعید ہی صواب سے اور اگر مراد اونکی اوس امر اتفاقی سے حلف مدعی علیہ مع حلف مدعی در صورت نکول مدعی علیہ ہی تو اوسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد و امصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہی بایں ہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہین جانتے ہین وہ کب کہتے ہین کہ حلف رد کی جاویگی مدعی پر تو ملازمت ان دونون امرون مین غیر ثابت اور نہ دلیل ہی اور شاید کہ امام مالک کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہو وے کہ وہ ہمارے فہم ناقص مین نہ آیا ہو واللہ اعلم **براد عبادہ ص** اور نہین حلف لیجاتی ہی امام صاحب کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اور مدت ایلا کے اندر رجوع کرنے مین اور ام ولد ہونے مین اور غلام ہونے مین اور نسب مین اور ولد مین برخلاف صاحبین کے **ف** اصل کتاب مین صورتین ان مسائل کی یون مذکور ہین کہ ایک شخص نے دعوی کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہو یعنی عورت مدعی نکاح کی ہو وے اور مرد انکار کرے یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گذر جانے عدت کے کہ مینے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد گذر جانے مدت ایلا کے کہ مینے رجوع کیا تھا ایلا سے اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہی یا اسکا اولٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونون نے آزادی کی ولا یا ولاء موالاۃ مین اسی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ یہ میرے اولاد ہوئی تھی مولی سے اور دعوی کیا تھا اوسکا مولی نے اور مر گیا ہی ولد اور اسکا اولٹا یہان نہین ہو سکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی کیا کہ یہ میری ام ولد ہی تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اوسکے اقرار سے آمین اوس لونڈی کے انکار کی طرف التفات نہ ہوگا ویلتفت الامام صاحب اور صاحبین کی مذکور ہین اصل مین لیکن صحیح و مختار یہ ہی کہ ان ساتون چیزون مین حلف لیجاویگی در مختار **ص** اور نہین قسم لیجاویگی حد اور لعان مین **ف** جیسے حد زنا اور حد قذف مین صورت حد کی یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھکو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھپر حد لازم ہی اور مدعی علیہ نے انکار کیا تو اوسپر حلف نہ آویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ ہی کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجھکو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھپر لعان واجب ہی اور مرد نے انکار کیا تو اوسکو حلف نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل **ص** اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا

تو اوس سے حلف لیا جائے مال کے لیئے تو اگر اوسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھہ نہ کاٹا جاویگا سوا سطے کہ نکول الیمین کی مثل آگے جسمین شبہہ ہے تو مال اوس سے لازم ہوگا نہ اسطرح خاوند کو حلف دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اوسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق مین بالاجماع حلف لیجاتی ہے تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ مین عورت کے نصف مہر کا اسیطرح نکاح مین جب عورت دعوی کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو حلف لیجاویگی اوس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اوسپر لازم ہوگا اور عورت اوسپر حلال نہوگی نکول سے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اسی طرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعوی کرے جیسے میراث یا نفقہ کا **ف** یا عتاقت کا یا عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہوسکنے کا **شامی ص** تو مدعی علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ حق ثابت ہوجاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اوس سے حلف لیا جاویگا اجماعاً تو اگر نکول کریگا قصاص بالنفس مین **ف** قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے مین اسکا قتل واجب ہو اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعی علیہ نے کسی کے ہاتھہ یا پانون کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہے کہ مدعی علیہ کے بھی ہاتھہ یا پانون کاٹے جاوین **ص** تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف مین تو صرف اوسکے نکول سے اوس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک قصاص بالنفس مین عجز و نکول دیت لازم ہوگی قاتل پر **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے **ص** مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین **ف** یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا میرے شہود غائب ہین تو مدعی علیہ سے حلف لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی **ص** اور چہارم طلب ہوگی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اوس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی **ف** لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہو اور اوسپر خوف بھاگ جانے کا نہو اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت **ص** تو اگر مدعی علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی امین اوسکا مدعی علیہ کے ساتھہ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک اگر مدعی علیہ غائب نہوجاوے یہ صورت جب ہے کہ مدعی علیہ مقیم ہو اوس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اوس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لیجاویگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اوسکے ساتھہ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ مین گواہ لایا تو بہتر ورنہ قاضی اوس سے حلف لے لیوے یا اوسکا چھوڑ دیوے **ف مسائل لاحقیہ** اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کرلیا اس امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کسمین قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو یہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب مدعی تو اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لی جاوے اسپر کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہے یا گواہ اوسکے سچے ہین تو قاضی اوسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے **فائدہ** طریق قضا کے تین ہین ایک اقرار مدعی علیہ دوسری برہان مدعی تیسری نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیئے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہوین اور وہ طلب کرے قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم لینے کے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اوسپر مال کا حکم کرے نہ یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کردیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیجاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اوس سے مال دلایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہین اور یہ امر یا جہل ہے اونسے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے قاضی کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اوسپر نکول سے حکم کردیا مال کا بعد اوسکے مدعی علیہ متعہ ہوا طاعت پر تو اب کچھہ

سماعت اوسکی نہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گواہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے حلف لے سکتے ہین یہ تینون اور حلف نہین کر سکتے نیابۃً اپنے منعم پر آدمی سے حلف لیا جاتا ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جسطرح مدعی کہتا ہے اوسطرح یہ نہین جانتا اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ ہین نہین جانتا اور بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا وارث ہونیکا یا میراث ہونیکو جانتا ہے یا مدعی نے اوسکے میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اوسکے میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ ہین نہین جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اوسکو برہان سے بعد اوسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ ہین نے مدعی کو یہ دین ادا کر چکا ہون تو مدعی علیہ سے گواہ ادا کے دین کے لیے جاوینگے اسی طرح اگر دعوی کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعی علیہ کے پاس گواہ نہون ایصال دین یا ابرا دین کے اور طلب کرے قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کر لے تو مال دلایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر لازم ہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعی علیہ پر اور دوسرے نے اوسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا ایکبار کل دین کا اور گواہون نے ادائے متفرق متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اگر وارث نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اوسکے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر کے اب وارث کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اوسکو طلاق دی تھی تو اسنے ابرا کیا تھا اسسے تو قبول ثبوت کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ صحیح یہ ہے کہ ابرا قبول کرنے پر موقوف نہین

باب کیفیت حلف کے بیان مین

بیان حلف اور ہر حد اسکے

قسم ہوتی ہے اللہ جلشانہ کے نام پاک سے کہ کسی اوسکے نام سے ف تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا مان باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبہ کی تو اوسپر احکام قسم کے مرتب نہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاویگا تو مشرک ہو جاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا اور کسی اوسکے اسم سے اسماے متبرکہ سے جیسے رحمن رحیم قادر ذوالجلال یا اوسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اوسکبریا اور عظمت اور قدرت تو قسم معتبر ہوگی شامی روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تمکو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپون کی سو جسکو قسم کھانی ہو تم مین سے قسم کھاوے اللہ کی یا چپ رہے اور روایت کیا بخاری مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جسنے اپنے حلف مین کہا قسم ہے لات اور عزی کی تو چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبدالحق نے شرح مشکوۃ مین کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہین ہے تو اوس سے کافر نہین ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اوس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہی واجب ہے کہ عزت کرے اوس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کیا ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤن کی اور نہ بتون کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کیا نسائی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسشخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اوسنے شرک کیا ص اور قسم نہوگی طلاق اور عتاق سے ف یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یون قسم کھاوے کہ اگر

مدعی کا دعوی سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہی یا یہ غلام آزاد ہی تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہی کذا فی الخانیہ ص اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر ہمارے زمانے میں مدعی الحاح اور زاری کرے تو مدعی علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیجاوے ف یعنی قاضی کو لے لینا درست ہی اور یہ قول مردود ہی بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کی حرام ہی تو اگر چہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اوسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی اختیار کیا ہی صاحب درمختار اور فقہاے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمیں ظاہر نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اوسکے نکول سے اوسپر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف سے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہانے یہ کہا ہی کہ جس شخص نے جائز رکھا ہی اس تحلیف کو تو وہ قائل ہی اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ اوسپر لازم کیا جاویگا درمختار اور شامی نے نقل کیا در البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا ظاہر ہوتا ہی کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہی اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہیں تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کرے کہ مال کا اقرار کر لیتا ہی تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہیں مجتہدین اربعہ سے اور نہ کتب فقہاے بلکہ متون میں اسکی ممانعت لکھی ہی تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہاے متاخرین کا ہی جنکی تقلید ضرور نہیں علی الخصوص جب کہ مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور سخت کر سکتا ہی قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم کھا تو اوس اللہ کی جو طالب غالب درہم بخشنے والا ہی بادشاہ ہی زندہ ہی کبھی اوسکو موت اور فنا نہیں اوسکی مثل اسکے ف ہدایہ میں اسکی مثال یوں لکھی ہی کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہی غائب اور حاضر کا وہ رحمن رحیم ہی جانتا ہی وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہی کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے پر یہ مال نہیں ہی اور نہ اوسمیں سے کچھ انتہی اور قاضی کو پہنچتا ہی کہ تاکید کرے قسم کی اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہ ہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اوسپر صرف ایک قسم کا ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ جو شخص نیکبخت دیندار مشہور ہو اوسپر تاکید قسم کی حاجت نہیں البتہ جو ایسا نہ ہو اوسپر قسم سخت کرے اور بعضوں نے کہا ہی کہ اگر مال قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہیں البتہ اگر مال خطیر کا دعوی ہووے تو قسم کو سخت کرے ھدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ حاصل ہو گیا درمختار عن الزیلعی ص اور نہی کی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے ف تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لیوے درمختار میں ہی کہ یہ تغلیظ مستحب نہیں ہی قاضی کو تو ظاہر یہ ہی کہ اگر کرے تو مباح ہی لیکن نقل کیا شامی نے محیط سے کہ نہیں جائز ہی تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے ص اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ قسم کی چاہیے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد میں نزدیک منبر کے اور یہودی کو یوں حلف دلاوینگے کہ قسم ہی اوس خدا کی کہ جسنے اوتاری توراۃ موسی علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہی اوس خدا کی جسنے اوتارا انجیل کو عیسی علیہ السلام پر اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے ف کیونکہ سبب پرست اقرار کرتے ہیں وجود خدا تعالی کا فرمایا اللہ تعالی نے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ + یعنی اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کسنے پیدا کیا آسمان اور زمین کو البتہ کہینگے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا کے جائز نہیں ہی بلکہ یوں کہے کہ قسم اوس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو درمختار

ہیں ہی کہ فرقہ دہریہ جو مقر نہیں خدائے عزوجل کا بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو اوسنے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہیں ہوا شرح حکم کہتا ہے کہ اوسنے دہر کی قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی بمنزلہ اسمائے الٰہی ہے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں دہر ہوں اور آدمی پر اکتا ہے دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے تو کافی ہوجاویگا در مختار میں ہے کہ اگر مدعی علیہ کہ گیا ہو تو اوسکو حلف دینے کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے شاہ کہے کہ ہاں تو وہ حالف ہوجاویگا اور اگر بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہو تو اوسکو اشارہ سے قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہو تو اوسکا باپ قسم کھاوے یا اوسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہ ہو تو قاضی نے جس شخص کو اوسکے قائم مقام کیا ہے وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہے یا الیقین و قطع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کریگا یہ قول مخالف متقدم کے کہ بنایت اتحاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں انتہی ص اور نہ حلف دیے جاوینگے یہ لوگ ف یعنی یہود اور نصاریٰ اور بت پرست ص اپنے عبادت خانوں میں ف اسواسطے کہ قاضی کو اونکے عبادت خانوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر ہے کہ اہیت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور مینے فتوی دیا ہے اوس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ کے ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ص اور قسم دلائی جاوے مدعی علیہ کو حاصل دعوی پر ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ اگر سبب ایسا ہے کہ جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اوسمیں حلف سبب پر ہوگی اور اگر وہ سبب مرتفع ہوسکتا ہو جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہاں قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور اسکی مثالیں آگے آتی ہیں ص اور جیسے بیع اور نکاح میں قاضی یوں قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونوں میں بیع قائم نہیں اور نکاح قائم نہیں اور طلاق میں اسطرح کہ وہ عورت تجھسے اسوقت بائن نہیں ہے اور غصب میں اسطرح کہ تجھپر اوس چیز کا پھیر دینا واجب نہیں اور نہ دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی مینے نہیں بیچا یا مینے طلاق نہیں دیا یا مینے غصب نہیں کیا یا مینے نکاح نہیں کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہوجاتے ہیں اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلاوینگے سبب پر تو اوسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹھ بولنے کے یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک سب صورتوں میں حلف سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعی عاقد قاضی سے کنایۃً کہے کہ اسی قاضی نہ حلف دلا تو مجلوب سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہیں بیع کرتا ہے پھر اقالہ کرلیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کرلیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی علیہ کے انکار کو دیکھکر اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اوسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ لایق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ میں مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ گواہ لازم ہیں اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل ص اگر اوسصورت میں جہاں پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہاں حلف سبب پر ہوگی جیسے شفعہ کا دعوی بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعی علیہ ان چیزوں کا قابل نہ ہو ف مثلاً مدعی علیہ شافعی ہو اور ابو حنیفہ کے نزدیک ہمسایہ کو شفعہ دینا مطلقہ بطلاق بائن کو نفقہ تو یہاں اگر مدعی علیہ سے حلف لیجاویگی حکم پر یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہیں یا نفقہ واجب نہیں تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ کو یوں قسم دینگے کہ قسم خدا کی مینے یہ گھوڑا نہیں خریدا یا مینے اوسکو طلاق بائن نہیں دیا کذا فی الاصل ص اسیطرح قسم لی جاویگی اوس سبب پر جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے

غلام مسلمان عتق کا دعوی کرے مولی پر **ف** تو مولی کو یون قسم دیوینگے کہ قسم خدا کی تجھنے اوسکو نہین آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل حلف لینے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ سبب کا ارتفاع یہان نہین ہوسکتا اسواسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام نہین ہوسکتا **کذا فی الاصل ص** اور لونڈی اور غلام کافرمین اگر مدعی ہون یہ دونون عتق کے مولی پر تو حلف لیجاویگی حاصل پر **ف** اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہان ہوسکتا ہی لیکن لونڈی مین تو اسطرح کہ مرتد ہوجاوے اور دار الحرب مین چلی جاوے پھر قید ہوکر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب سے ملجاوے پھر قید ہوکر آوے **کذا فی الاصل ص** اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہوے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اوس چیز کا تو وارث سے حلف علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ مجھے معلوم نہین کہ یہ شیئ تیری ملک ہی اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے **ف** اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر **در المختار ص** اور قسم کے بدلے مین مدعی کو کچھ دینا اور صلح کرلینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہی تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجھکو بدلا قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو حلف نہ دی جاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہوجاویگا **فائدہ** مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجکو قسم دیچکا ہی ایک بار تو اگر تحالف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو اور وہ اوسپر گواہ لایا تو مدعی علیہ کا قول معتبر ہوگا ورنہ مدعی اوس سے حلف لے سکتا ہی ۱۲

باب التحالف یعنی دو شخصون کے باہم قسم کھانے کے بیان مین

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین **ف** مثلاً بائع نے ثمن دو سو روپیہ تبلائے اور مشتری نے سو روپے **ص** یا مبیع مین **ف** یعنی مشتری نے مبیع زیادہ تبلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے اوننیس من **ص** تو جو شخص گواہون سے اپنا بیان ثابت کریگا اوسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونون نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلہ اوسکے موافق ہوگا جو دعوی کرتا ہی زیادت کا **ف** اور وہ بائع ہی صورت اول مین اور مشتری صورت ثانی مین **ص** اور اگر اختلاف ہو مقدار ثمن اور مبیع دونون مین مثلاً بائع نے کہا کہ مینے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض مین بیچا ہی اور مشتری نے کہا نہین بلکہ تو نے دو غلامون کو بدلے مین ہزار روپے کے بیچا ہی تو گواہ بائع کے ثمن مین اور مشتری کے مبیع مین معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونو گواہون کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینون صورتون مین **ف** یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن مین یا فقط مقدار مبیع مین یا مبیع اور ثمن دونون مین **ص** تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہوجاوے **ف** یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر **ص** یا دونو حلف کرین تو اگر اختلاف ثمن مین ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہوجا اوس ثمن سے جسکا بائع دعوی کرتا ہی ورنہ بیع فسخ کی جاویگی اور اگر اختلاف مبیع مین ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کردے اوس چیز کو جسکا دعوی کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرتے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونون مین ہوے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہوگیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہی ورنہ دونون سے حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا **ف** تینون صورتون مین اسواسطے کہ پہلے اوسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہی تو انکار بھی اوسکا اسبق ہی اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہی فائدہ نکلوا کر اور وہ وجوب ثمن ہی برخلاف اوس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیجاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا موخر رہیگا اسلیئے کہ ثمن تک اور اگر مبیع اسباب کی ہے مین اسباب کے

ہوئے یا بیع صرف ہونے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یوں قسم کھائے کہ واللہ میںنے ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میںنے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اسکے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میںنے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میںنے دو ہزار کو خریدا ہے تو بھی صحیح ہے کذا فی الاصل معہ الشرح من الھدایہ **ص** اور فسخ کر دیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں میں سے اوسپر لازم کیا جاویگا دعوی دوسرے کا **ف** یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اوسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہو گیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاویگی بائع پر تو اگر اوسنے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اوسپر لازم ہوگا **جاننا چاہیے** کہ اختلاف جب مقدار ثمن میں ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا انکار کرتا ہے اور مشتری دعوی کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اوسکا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آویگی لیکن بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہیں کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اوسکے پاس آگئی ہے البتہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونوں کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونوں حلف کریں اور دونوں پھیر دیویں یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ہاں روایت کیا ابن ماجہ اور دارمی نے عبداللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور اون دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیویں دونو بیع کو اور نقل کیا اسکو صاحب جامع صغیر میں روایت طبرانی سے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذا اختلفا والا بینۃ ترادا البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کریں اور اون دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو پھیر لیویں بیع کو **ص** اگر اختلاف ہو میعاد میں یا شرط خیار میں یا قبض میں بعض ثمن کے تو حلف دلایا جاویگا منکر **ف** برابر ہے کہ اختلاف اصل اس میں ہووے جیسے مشتری کہے کہ میںنے اودھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اوس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے بعد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہیں بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اوسکو حلف دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اوسکا انکار کرے یا کہے ایک دن کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ میں بعض ثمن دیچکا ہوں اور بائع اوسکا انکار کرے **ص** اسطرح تحالف نہ ہوگا اگر مبیع تلف ہو گئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں تو بائع حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا بخلاف محمد کے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی ہے بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہ ہوگا مگر اوس صورت میں تحالف ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہے اوسکے چھوڑ دینے پر راضی ہو جاوے **ف** اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثنا ہے یعنی مشتری سے تو مشتری پر اس صورت میں حلف نہ آویگی اور قضیہ اس کا اصل کتاب میں ہے **ص** اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف کیا تو تحالف نہوگا **ف** بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا **ص** اسیطرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال

مین اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ کا ملف سے مقبول ہوگا اور عقد سلم عود نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری مین مقدار ثمن مین تو دونون حلف کرین جب دونون حلف کر لینگے تو بیع لوٹ آویگی ف اسواسطے کہ اختلاف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی ص اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت مین موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت کے تو دونون حلف کرین اور ہر ایک دوسرے کی شی کو چھوڑدیوے اور پہلے مستاجر کو حلف دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے اور موجر کو پہلے حلف دیجاویگی اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اوسکا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونون برہان لاوین تو قول موجر کا اجرت مین اور مستاجر کا منفعت مین مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونون مین واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگے دعوی زیادت مین جیسے موجر نے کہا کہ مینے تجکو مکان کرایہ مین دیا ایک برس تک دو سو روپیہ مین اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ دو برس تک سو روپیہ مین اوقائم کیا دونون نے گواہون کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپیہ مین ف تو موجر کے گواہون کا اذدیاد اجرت مین اور مستاجر کے گواہ ہونگے زیادتی بیعاد مین اعتبار ہوا ص اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت مین تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت کی ہو اور بعض باقی ہو تو دونون سے حلف لیکر اجارہ کو باقی مین فسخ کرینگے اور جتنی مدت گذری ہو اوس مین قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی مین تو جو اسباب خاص عورت کے لایق ہو ف جیسے اوڑھنی کرتی چولی زیور وغیرہ ص تو وہ عورت کو دیا جاوے گا قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے لایق ہو ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونون کا ہوسکتا ہو ف جیسے ظروف وغیرہ ص تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہووین اور دونون زندہ ہووین تو اگر دونون گواہ پیش کرین تو زندہ کے گواہ مقبول ہونگے ص اور جو کوئی مرگیا ہووے تو قول زندہ کا اوس اسباب کے حق مین جو دونون کے لایق ہو قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسائل مین تو قول ہین مجتہدین کے مذکور ہین حواشی درمختار مین ص اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت کو اسباب جہیز حسب لیاقت اوسکے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اوسکے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہے اونکے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہون تو مثل قول ابو حنیفہ رح کے ہو اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہو وہ خاوند کے وارثون کو دیا جاویگا اور اگر جورو خاوند مین سے کوئی مملوک ہو تو کل اوسکا ہوگا جو اون مین سے آزاد ہے حالت حیات مین اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا ف اور صاحبین کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہے مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر مین واقع ہووے تو اوسکی صورتین کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی مین گذر چکین اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی مین اختلاف کیا تو کل چیزین مستاجر کی ہونگی قسم لیکر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہین وہ موجر کے ہونگے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہون اور آلات مین اختلاف کرین تو ہر ایک کو اوسکے پیشہ کے آلات حوالے نہ کیے جاوینگے بلکہ جتنے آلات ہین دونون مین مشترک ہوجاوینگے دو شخص ایک مکان مین رہتے ہین اور ایک کے پاس ایک شی گرانبہا مکلی جو اوسکے لایق نہین ہو جیسے جاروب کش پاس چادر کمخاب کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیون کا اور دوسرا شخص اوسکے لایق ہو اور دونون ہو سکے مدعی ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو وہ شی اوسکی ہوگی جو اوسکے لایق ہو کشتی مین دو شخص

ف موجر کو پہلے حلف دیجاویگی اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور مستاجر کو پہلے حلف دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے

سوا رہین اور دوسرین آما جر اہوا ہی ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہی اور ہر ایک دعوی کرتا ہی آٹے اور کشتی کا تو آما آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی مختار

فصل دفع دعوی مین

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب مین کہا کہ شیئ جو میرے قبضہ مین ہی اور تو اوسکا دعوی کرتا ہی امانت ہی زید کی یا عاریت لیا ہی اوسکو مینے زید سے یا کرایہ مین لیا ہی یا گرو لیا ہی یا غصب کیا ہی مینے زید سے اور اوسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع ہوجاویگی ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے گواہون سے ثابت کردیا اس امر کو کہ قبضہ اوسکا بطور خصومت نہین ہی تو دعوی کا دعوی بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعی علیہ سے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی مین مشہور ہو یعنی لوگون کا مال لیکر بعد اوسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہی تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی اور اسی کو پسند کیا ہی مختارین در مختار ص اور اگر مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین کہا کہ یہ چیز مینے خریدی ہی زید سے یا مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہی یا چوری ہی یا میرے پاس سے چوری گئی ہی تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتون سے مقبول نہوگا اگرچہ مدعی علیہ اوس شی کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ مینے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اوسنے خود اقرار کیا کہ یہ اوسکا نہین خصومت کا ہی تو اوس سے خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا کہ یہ چیز میرے پاس سے چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ یہ میرے پاس امانت ہی فلانیکی تو بھی خصومت ساقط نہوگی ز دیک طرفین کے ورز دیک محمد رح کے ساقط ہوجاویگی ص جیسے گواہ کی گواہی ان باتون کی گواہی مین مدعی علیہ کیطرف سے کہ مدعی علیہ اس شی کو ایک شخص سے امانت رکھا ہی ہم اوسکو نہین پہچانتے ف تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ شخص بھی مدعی ہو ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہین کہ ہم اوسکو نہین پہچانتے اوسکی صورت کو پہچانتے ہین اور اوسکے نام و نسب کو نہین جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی ز دیک امام صاحب کے ف کیونکہ جب گواہون نے نام و نسب امانت رکھنے والے کا بیان کردیا اور اوسکی صورت کو بھی پہچانتے ہین یا فقط اوسکی صورت کو پہچانتے ہون تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہین ہی اور ز دیک امام محمد رح کے خصومت ساقط نہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام و نسب بھی اوسکا بیان نکرین کیونکہ انھون نے ایک شخص معین کو نہین ذکر کیا ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ شیئ جو قبضہ مین مدعی علیہ کے ہی وہ مینے زید سے خریدی ہی اور مدعی علیہ نے یہ کہا کہ یہ شیئ زید نے میرے پاس امانت رکھنے کو دی ہی تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن سمصورت مین خصومت دفع نہوگی جب مدعی گواہون سے یہ بات ثابت کردے کہ زید نے مجکو وکیل کیا ہی اوس چیز کے لے لینے کے لیے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اوسنے یہ چیز مجھ سے خریدی ہی زید سے تو اوسنے اقرار کیا کہ زوالید زید تھا اور اوسکی طرف سے مجھے پہونچنا چاہیئے تو یہ مدعی علیہ کی خصومت نہین ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کردیوے اوس شی کے لے لینے کے لیے جاننا چاہیئے کہ ان مسائل کو منتہی کہتے ہین کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہین ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور یہی اس جہت سے کہ اوسمین پانچ قول ہین تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت دفع نہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم کرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسف رح کے

اگر مدعی علیہ مرد صالح ہوگا تو اوس سے خصومت دفع ہو جاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی میں تو دفع نہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ جتنا مال اوسکے قبضے میں ہے ایک شخص غائب ہونے والے کو دیوے اور اوس سے کہے کہ تو روبرو گواہوں کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھ دے تا کوئی اوس مال کا دعوی نکر سکے اور نزدیک محمدؒ کے صورت دفع نہوگی جب گواہوں نے کہا کہ ہم اس شخص کو نہیں پہچانتے بصورت سے اور نام نسب اوسکا نہیں جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہو جاویگی مدعی علیہ کو اگر قائم کرے بینہ بیان پر کذا فی الاصل

باب ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوی کے بیان میں

قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہیں قابض کے گواہوں سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کریں اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کریں ف جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصوں کا ہو کہ ایک چیز پر ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اولی ہیں پھر اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو فرق بیک امام اعظم اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اوسکے گواہ معتبر ہونگے جنھوں نے وقت بیان کیا کذا فی الاصل ص اور اگر دونوں شخص خارج ہیں اور دونوں نے ایک شے کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شے آدھوں آدھ دونوں کو دیجاویگی ف یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعی کے نزدیک دونوں طرف کے گواہ مردود ہو جاوینگے یا قرعہ کیا جاویگا سو جسکے نام پر قرعہ نکلے گا وہ شے اوسکے حوالے کیجاویگی دلیل شافعیؒ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپ نے قرعہ ڈالا اور کہا کہ اے اللہ تو ہی فیصلہ کرنیوالا ان دونوں میں روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط میں اور ہماری دلیل صحیح الاسناد ہے جسکو روایت کیا ابوداؤد نے سنن میں ابو موسی اشعری سے کہ دو شخصوں نے دعوی کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کر دیا دس اونٹ کو اون دونوں میں آدھا آدھا اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس ایک اونٹ میں اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹ کا دونوں میں نصف نصف کہا طحاوی نے کہ قرعہ کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے

ص تو اگر دو شخصوں نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونوں گواہ ساقط ہو جاوینگے ف اسواسطے کہ بچہ دو میں شرکت نہیں ہو سکتی برخلاف ملک کے کہ اوسمیں شرکت ہو سکتی ہے کذا فی الاصل ص اور وہ عورت اوسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے کہ دونوں شخصوں کے گواہوں نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہو اور جو دونوں نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہے عورت اوسی کی ہوگی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہوں کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اوسکی ہو جاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کر دیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلاوینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اوس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے گواہوں پر اس بات کا کہ یہ زوجہ اوس شخص کی ہے بعد اوسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضاے اول فسخ نہ کیجاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہوں کی تاریخ سے مقدم بیان کریں تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلاوینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے میں ہے بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جاویگی

الّا اوس صورت مین جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اوس شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے **ف** حاصل اسکا یہ ہے مین یون مرقوم ہے کہ جب دو آدمیون نے تنازع کیا ایک عورت مین اور دونون نے گواہ پیش کیے تو اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان کی ہین تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ اولی ہے اور اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان نہین کی یا تاریخین متحد بیان کین تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان مین رکھنے سے وہ اولی ہے اور اگر یہ کوئی امر نہو تو عورت سے پوچھا جاوے جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہے **ص** تو اگر دو شخصون نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض ہے تو ہر شخص کے لیے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونون کے لیے نصف نصف لینے کا یا ترک کر دینے کا فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو نہین پہونچتا کہ کل مبیع لیوے **ف** کیونکہ نصف مین اوسکی بیع فسخ ہو چکی ہے ھدایہ **ص** اور اگر اس صورت مین دونو شخصون کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی متقدم تاریخ ہوگی اوسکو وہ شے ملیگی اور اگر ایک کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہون نے بیان کی یا دونون نے تاریخ بیان نکی تو جو قابض ہے اوسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہین ہے تو صاحب وقت اولی ہوگا اور جو کسی نے وقت نہین بیان کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے مین نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز مینے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجکو زید نے ہبہ کی ہے اور مینے اوسپر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہے اور مینے اوسپر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعوی خرید کا کرتا ہے اوسکے گواہ مقبول ہونگے **ف** تو دعوی شرا مقدم ہے دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہین ھدایہ **ص** اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہین **ف** صورت اسکی یون ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہے اور بندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کر کے مجھسے نکاح کیا ہے اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونو گواہیان اور دعوی ساقط ہو جاوینگے تو وہی حکم مسألۂ سابق کا جاری ہوگا **ص** اور دعوی رہن مع القبض اولی ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونون مدعی خارج ہین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اوسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا اوسنے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون کی ایک ہین لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہے **ف** مثلاً ایک کہتا ہے کہ مینے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہے کہ مینے عمرو سے خریدا اور دونون کی تاریخین ایک ہین گذا فی الاصل **ص** یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونون برابر ہونگے **ف** یہ بھی صورت اوسی مین ہے جب ہر ایک دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اور اگر ایک خارج ہے اور دوسرا قابض اور دونون نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر **ف** یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نکیا **ص** اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خریدنے پر اوسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض نے دونون نے گواہ قائم کیے اسی سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوا ہے مذکر جیسے نتاج

یعنی پیدا ایش بچہ جوان کی یا دودھنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور بالون کے تراشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے اور وہی قابض کو دلایا جاویگی ف اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے اونٹنی سے کہ میری ہے اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کردیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کا اوس شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ص اور اگر گواہ لایا ہر ایک ف خواہ دونون خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید عینے ص دوسرے پر کہ مینے اوس سے خریدا ہی ف یعنی دونون مدعیون مین سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مینے تجھ سے خریدا ہی اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مینے تجھ سے خریدا ہی ص اور بغیر ذکر وقت کے دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اوس شخص پاس ہوگا جسکے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اوسکی تفصیل مذکور ہی ہدایہ مین تو تیرا جی چاہے تو اوسکا مطالعہ کرلے ف ہدایہ مین یہ لکھا ہی کہ اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کہا قبضہ اپنا ثابت نکیا اور وقت خارج کا مقدم ہی تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخین کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا بیچ پھر بیچا اوسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ مرجانز ہی عقارمین نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہی بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہان دونون بینون درست ہوسکتی ہین شیخین کے اور محمد کے مذہب پر اور جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ گواہون نے قبضہ کی بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو گویا ایسا ہوگا کہ خریدا ہو گا اوسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اوسپر پھر بیچا ہوگا اوسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ کے یا عاریت کے قابض کے پاس آگیا ہوگا انتہی

ص اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہی اور مین اوسکو ذہن سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہون تو مین کہتا ہون کہ اگر دونون مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہوئی تو اگر دونون ذوالید یعنی قابض ہین تو دونون برابر ہونگے اسی طرح اگر دونون خارج ہونگے اور دعوی ملک مسلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور یہ شامل ہی اس بات کو کہ دونون تاریخ بیان نکرین یا صرف ایک شخص اون مین سے تاریخ بیان کرے یا دونون تاریخ بیان کرین اور کسیکی تاریخ مقدم نہوئی کیونکہ اگر کسیکی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعوی ملک بسبب مین مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعوی کرین تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہی دعوی ملک مطلق مین سب صورتون مین مگر جب دعوی کرین ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک اون مین سے کہ وہ میرا غلام ہی مینے اوسکو آزاد کیا ہی یا مدبر کیا ہی تو شخص قابض احق ہوگا برخلاف اوسصورت کے جب ہر ایک اونمین سے کہین کہ وہ غلام میرا ہی مینے اوسکو مکاتب کیا ہی تو وہ دونون برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب پر کسیکا قبضہ نہین ہوتا تو وہ دونون خارج ہین اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہی مینے اوسکو مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ مینے اوسکو مدبر کیا ہی یا آزاد کیا ہی تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہی کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا یہ صورتین خارج اور ذوالید کی ہین ملک مطلق مین لیکن ملک بالسبب مین تو اگر دونون نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی

یعنی جاننا چاہیے کہ دعوی ملک کا اور ذوالید ہونا گواہ کا قابض ہونا ہی ہے اور یہ بیچنا ہوا اور ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا اور رہن کی ملک مین پانا پھر بیان کی ملک کا ملک مین ۱۲ منہ منظور

خارج کا تین مسائل بطور ضبط

ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہین تو وہ والید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہین تو خارج احق ہوگا سب صورتون مین
اور اگر دونون نے سب ملک علیحدہ علیحدہ بیان کی جیسے شرا اور ہبہ تو جسکا سبب قوی ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا

ف یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور ترجیح نہین دی جاتی گواہون کی کثرت سے ف
مثلاً ایک کے دو گواہ ہین اور دوسرے کے چار ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت دلائل سے ف
یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایکطرف
دو حدیثین ہین اور ایکطرف ایک ہی حدیث ہے تو دو حدیثون کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث بیہ سیطرح ایک آیت پر دو آیتون کو
ترجیح نہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابون مین بتفصیل مذکور ہے ص اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر ایک نے کہا
گھر کے گڑے کا دعوی کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونون دلیل لائے تو کل کے مدعی کو تین حصے اور نصف مکان کے اور نصف کے
مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث اور نصف کے مدعی کو ثلث دلایا جاویگا ف
دلیلین امام اور صاحبین کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہین ص اور اگر ایک گھر دو شخصون کے قبضے مین تھا اور ایک
نے دعوی کیا اوسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا
اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ دلایا جاویگا ف اسوجہ سے کہ گھر جب دونون کے قبضے مین تھا تو ہر ایک کے قبضے مین نصف نصف
مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے مین تھا اوسکا تو کوئی مدعی نہین تو وہ اوسکا ہوگا بغیر قضاے قاضی کے اور جو نصف
مدعی نصف کے قبضے مین تھا اوسکا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ خارج کے اولی ہین گواہون سے قابض کے اسواسطے
وہ نصف بھی قاضی اوسکو دلاویگا ص اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک جانور کی پیدایش کا اور دونون کے گواہون نے
تاریخ اوسکے پیدایش کی بیان کی تو اوس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اوسکو دلایا جاویگا اور اگر موافقت
اور مخالفت کچھ معلوم نہوسکے تو وہ جانور دونون کا ہوگا اور جو سن اوسکا دونون کے گواہون کے مخالف نکلے تو
دونون کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا اوسکے قبضے مین رکھا جاویگا تو اگر دونون خارجون مین سے
ایک نے دعوی کیا ذوالید پر کہ یہ چیز تو نے میری غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ مینے یہ شے تیرے پاس امانت رکھی
تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونون کے لیے حکم کیا جاویگا اوس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونون برابر
ہوگئے کیونکہ جسکے امانت پر ہونے کا دعوی کیا ہے وہ اوسکے انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونون شخص مدعی غصب کے ہوئے
ف اور اوسمین برابر ہونگے اسی وجہ سے ص جو کپڑے کو پہنے ہوئے ہو وہ زیادہ مقدار ہے اوس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے
ہے ف یہان سے وہ مسائل شروع ہوئے ہین جنمین دو شخص مدعی ہین بسبب قبضے کے اور کسی پر گواہ نہین ہین بدائع مین ہے
کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ وہ شے اوسکے قبضے مین ہے تو اوسپر قسم واجب ہوگی اگر مدعی ثانی طلب کرے
پھر اگر وہ قسم کھانے سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتے گا ط ص اسیطرح جو گھوڑے
پر سوار ہے وہ مقدم ہے اوس شخص پر جو اوسکی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اولی ہے اوس سے جو اونٹ کی پچھاڑی پر بیٹھا ہے
اور جسکا بوجھ اونٹ پر ہے وہ اولی ہے اوس سے جسکا کجاوہ اونٹ پر لٹک رہا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے وہ جو اوسکا پکڑے ہوئے ہے

دونون برابر ہین ف جیسے دونون بیٹھے ہین ایک فرش پر یا سوار ہین ایک زین پر در مختار ص اور جو ایک کے ہاتھ مین کپڑا ہی اور دوسرے کے ہاتھ مین اوسکا کنارہ ہی تو دونون برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ جو بنا ہوا ہی نہ سرا فقط جو بنا ہوا نہین ہوتا در مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہی اور بات کو سمجھتا ہی ایک شخص کے قبضے مین ہی وہ یہ کہے کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اوسی کا معتبر ہوگا اور جو وہ قبضے مین زید کے ہی اور کہے کہ مین غلام عمرو کا ہون تو وہ زیدی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نسکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہو تو جس شخص کے قبضے مین ہی اوسکا غلام ہوگا دیوار اوس شخص کی ہوگی جسکی کڑیان اوسپر رکھی ہونی ہون یا اوسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہو بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہی کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہوئی ہو کہ ایک دیوار کی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال تربیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے بنائی جاتی ہین کہ اور دو دیوارون کے ساتھ ملکر ایک مکان مربع کا احاطہ کرلیوین کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہی وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہوا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون قسمون مین دیوارین معلوم ہوئین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار مین گئی ہو در مختار ص اور اگر دو شخصون نے دعوی کیا دیوار کا اور ایک کے اوس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیون پر رکھے جاتے ہین ص دھرے ہوئے ہین ف یا ایک کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہی در مختار ص تو وہ شخص اولی نہوگا بلکہ دیوار دونون مین مشترک رہیگی ف اور اگر ایک شخص کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون اور دوسرے کی دیوار کے ساتھ اتصال تربیع رکھتی ہو تو صاحب اتصال زیادہ مقدار ہوگا اور بعضون نے کہا کہ جسکی کڑیان رکھی ہین وہ اولی ہوگا لیکن صحیح اول ہی اور جو کڑیان ظلم سے رکھی گئی ہین دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اوسکے اوکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کردیوے یا صلح یا عفو کردے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اوسکے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچڈالا تو مشتری کو مطالبہ اوس حق کا پہونچتا ہی اسی طرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا دیتبان رکھنے والے کو تب بھی اوسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا در مختار ص اگر ایک دار مین ایک شخص کے دس بیت ہین اور دوسرے کا ایک بیت ہی تو وہ دونون اوسکے صحن کے منافع مین برابر ہونگے ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال مین برابر ہین یعنی پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیر ذالک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے مین اگر نزاع ہوگا تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہی تو جسکی زمین زیادہ ہی اوسکو زیادہ حاجت ہی در مختار ص دو آدمیون اگر ایک زمین کا دعوی کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہی کہ وہ زمین میرے قبضے مین ہی تو قاضی حکم نہ دیوے کسیکے قبضے کا یہانتک کہ دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونون گواہ قائم کردین تو وہ زمین دونون کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف پر اسطرح کہ اوس شخص نے زمین متنازع فیہ مین اینٹین بنائی تھین یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اوسی کے قبضے کا حکم ہوگا ف اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونون لبلین قبضے کی ہین ھذا آ

ف یعنی متنازع فیہ دیوار

ص باب دعوی نسب کے بیان مین

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو سے ہاتھ بعد اوسکے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اوس ولد کا نسب ثابت ہوجاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلائی جاویگی اگرچہ عمرو بھی اوس لڑکے کا دعوی کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اوسکے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک دعوی زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اوس لونڈی کو اقرار ہے اسبات کا کہ یہ میری ام ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو یہ دعوی ولد میں تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ لطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو ہمیں تناقض عفو کیا جاویگا اور لطفہ ٹھہرنا زید کی ملک میں دلیل ہے اسبات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گذرے ہیں تا احتمال ہو اسبات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعوی کرے اوس ولد کا ساتھ زید کے یا بعد دعوی زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعوی کیا ولد کا تو نسب اوسکا ثابت ہوجاویگا اور اس دعوی کی صحت اسطرح پر کیجاویگی کہ عمرو نے اوسسے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کے ملک میں تھی پھر استیلاد کیا اوسکا پھر خرید لیا اوسکو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ میں لونڈی مرگئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اوسکا دعوی کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہوجاویگا نہ اوسصورت میں جب لڑکا مرگیا ہو ف اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب میں فرمایا علیہ السلام نے ابراہیم کی ماں کے لیے کہ آزاد کیا اوسکو اوسکے ولد نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور جب صحیح ہوا دعوی زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک زید پوری ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبین کے نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اوسکی ماں کے حصے کو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ میں عمرو نے اوس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہوجاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا ف صورت اوسکی یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اوسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اوسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اوسکی ماں کو پہونچیگا اوسکو نہ پھیر یگا کذا فی الاصل ص اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا ف یا دونوں کو آزاد کر دیا تھا ص تو اب دعوی زید کا مسموع نہ ہوگا جیسے اوسصورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں جنی ف یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعوی زید کا غیر مسموع ہوگا ص مگر اوسوقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسموں میں ف یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی ص و تیسری قسم میں اول کا حکم ہوگا ف یعنی زید کا نسب ثابت ہوجاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی اور ثمن پھر دلا دیجاویگی ص اور تیسری قسم میں ف یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی ص بیع باطل نہ ہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگئی نکاح کی راہ سے ف ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہیں جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اوسکا مالک ہوجاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعوی کرے ولد کا اور اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اسپر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اوسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اوسکو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے

دعوی کیا اوس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعوی صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے مکاتب کردیا اوس لڑکے کو یا بائع نے اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھایا کرایہ دیا یا نکاح کردیا اوسکا پھر اوس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے ف برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری نے اوس لڑکے کو آزاد دیا یا مدبر کردیا ہو یعنی یہ اس صورت میں دعوی بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا اصل میں اس مقام پر ایک تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی ص جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام ف اوسکا بیان آگے آتا ہے ص اوسی کے پاس پیدا ہوئے اور اون دونوں میں سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اوسکو آزاد کردیا بعد اوسکے بائع نے اوس لڑکے کا جو اوسکے پاس موجود ہے دعوی کیا نسب کا تو دونوں لڑکوں کا نسب اوس شخص سے ثابت ہوجاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اوس شخص سے تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے تو اگر اون دو بچوں کو کہتے ہیں جنکی پیدایش کے بیچ میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اوسنے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید انکار کرے اسبات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اوسکی فرزندی سے تو وہ اوس شخص کا بیٹا ہوجاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہوگیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ نسب اون چیزوں میں سے ہے جو منقوض نہیں ہوسکتیں تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنیسے ف اسی طرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو یہ تیقن صحیح نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی بابت پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہو اوسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہوجاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو ضرور ہے تصدیق اوسکی در مختار ص اور اگر ایک بچہ مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے میں بالفعل رقیت پر آزادی غالب ہوتی ہے اور اسلام انجام کا کو اسلیے کہ دلائل توحید ظاہر ہیں اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اوسکو بالتبع حاصل ہوجاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزادی اوسکی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خود اپنے کو غلام کہے اور جو اوسکے پاس ہے اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا ہے در مختار ص اور اگر ایک عورت اور زوج دونوں نے اوسکا دعوی کیا ف ایک ساتھ در مختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سوا اور شوہر سے تو وہ دونوں کا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کرسکتا ہو تو جسکی تصدیق کریگا اوسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا در مختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اوسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے اوسکا دعوی بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے اسلیے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے نسب ثابت نہیں بدون دعوے کے ثابت نہیں ہوتا ص بعد اوسکے وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی ف اسواسطے کہ زید مغرور یعنی فریب میں آیا ہوا ہے اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہے قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک میں یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اوس سے جنی بعد اوسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اوسکو

مغرور ایسا کہتے ہیں کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اوسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اوسکی تھی کذا فی الاصل

ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اوسکی قیمت ہو گی تو اگر وہ لڑکا مر گیا تو اوسکے باپ پر کچھ لازم آویگا

ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا ص اور ترکہ اوس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اوس لڑکے کو خود باپ نے قتل کر ڈالا

یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اوسکی بقدر اوسکی قیمت کے یا زیادہ کے لے لی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اوپر

تا وان اوسی کے موافق آویگا درمختار ص تو تاوان دے اوسکا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے

جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لیگا اور عقر اوس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اوسنے عقر دیا ہووے **مسائل ملحقہ**

بیان موقوف تناقض موقع خفا میں اور نسب میں عفو ہی مثلاً ایک شخص نے کہا کہ میں اوسکا وارث نہیں ہوں پھر اوسنے دعوی کیا کہ میں اوسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہوجاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری شیر خوارہ ہی پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا صحیح ہی بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اوسکے قول سے یا گواہوں سے ثابت ہووے اسی طرح اگر دو شخص نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت میں اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعوی کیا اس بنا پر کہ مورث نے اوسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوی مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا عمر سے بعد اوسکے مدعی ہوا اسبات کا کہ یہ گھر میرا ہی اور مجکو میرے باپ کے ترکے سے پہونچا ہی تو دعوی مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اوسکے مدعی ہوئی اسبات کی کہ خاوند کو پہلے خلع سے طلاق بائن دیچکا تھا تو یہ دعوی سنا جاویگا اور بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا کرائے کو لیا بعد اوسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اسبات کا کہ یہ کپڑا میرا ہی تو یہ دعوی سنا جاویگا کذا فی المحیط باختصار اگر مدعی یا مدعی علیہ سے نام کے بیان کرنے میں غلطی واقع ہوئی پھر اوسکا تدارک کر دیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہوسکتے ہیں کذا فی الخلاصہ **بیان دعوی وراثت** جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اوّلاً مدعی کو چاہیئے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعوی کرے میراث کا تو اگر مدعی علیہ معترف ہو اوسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کریگا مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اوسکے باپ پر نافذ ہوگا یہانتک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوے اور مدعی علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعی علیہ منکر ہو اوسکے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اوسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہ ہوں سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اسطرح کہ میں نہیں جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مر گیا ہی اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اوسنے گواہ قائم کیے تو دعوی اوسکا ثابت ہوگیا اب مدعی علیہ پر حکم کر دیا جاویگا اوس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور یقین کے حلف لیجاویگی اگر اوسنے حلف کر لی تو بہتر ہی ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اوسپر حکم کر دیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین ملخصاً اگر ایک شخص نے دعوی کیا سگے بھائی ہونیکا تو داد اکا نام ذکر کرنا ضرور نہیں اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعوی کیا تو داد اکا نام بیان کرنا ضرور ہی اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثوں کے حصے سے ادا کیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہی اوسی کے حصے سے دین وصول

کیا جاویگا بقدر اوسکے حصے کے کذا فی الدرر الغرار وحواشیہ مسألہ شہادت نفی پر مقبول نہین ہی مثال اسکی یہ ہی کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ مین اوس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہین بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوس جگہ نہونا نفی ہی بلحاظ صورت اور معنی دونون کے اور قول اوسکا کہ مین دوسری جگہ تھا نفی ہی بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہی روایت نوادر مین امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردون نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ قول اور فعل مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت مین تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اوس جگہ تھا اوسکی تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط مین مذکور ہی کہ اگر نہونا اوسکا متواتر ہوجاوے لوگون کے نزدیک اور جانتے ہون سب لوگ کہ وہ اوسوقت اوس جگہ مین نتھا تو دعوی اوسپر مسموع نہوگا اور حکم کردیا جاویگا مدعی علیہ کے برأت ذمہ کا اسواسطے کہ لازم آتی ہی تکذیب اوس امر کی جو ثابت ہی بالبداہتہ اور اوس مین شک نہین ہوسکتا اسیطرح حال ہر ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہین کیا یا یہ کام نہین کیا تو یہ شہادت مقبول نہوگی ایسا ہی ہی نزازیہ مین کذا فی المحیط لیکن صاحب شباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہی کہ اوسمین شہادت نفی پر مقبول ہی منجملہ اوسکے یہ صورت ہی کہ خاوند نے عورت کے طلاق کو ایک امر مدعی پر معلق کیا اور شہادت اوسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہوجاویگی اور یہ صورت ہی کہ شاہدان نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسی طرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہی باقی صورتین اگر دیکھنا منظور ہین تو شباہ کو مطالعہ کرے **مسألہ** ایک مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا اوسکے ادا کا ایک ہی مجلس مین تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونون کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادا کے اوس دین کا اور قائم کیے گواہ اوس پر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے نہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادائے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہی باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

کتاب الاقرار

اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ہی تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابوذر سے اور حکم کیا حضرت نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہی مقر کے حق مین یہان تک کہ ثابت کیا انھون نے حدود قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز مین اوسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اوسکی ذات کے حق مین بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی معززیادۃ **ص** اقرار کہتے ہین خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھپر لازم ہی **ف** جو شخص اقرار کرے اوسکو مقر کہتے ہین اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اوسکو مقر لہ کہتے ہین اور جس چیز کا اقرار کرے اوسکو مُقَر بہ کہتے ہین **ص** حکم اقرار یہ ہی کہ مقر بہ اوسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی نہ یہ کہ اقرار انشا ہی مقر بہ کے ثبوت کا

ف یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہے کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اوسکو ایجاد کرے جیسے انشائی عقود ہوتے ہین اگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہے ص تو اگر کسینے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہے تو صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہوتا کیونکہ لازم آتا انشائے تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہین اور جو کسینے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوجاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہوجاتے ہین ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا غلام کو آزاد کردیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہوجاوینگے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الاکراہ مین آویگا در مختار وغیرہ مین اور مسائل بھی اسپر مفرع کیے ہین اونمین سے یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کیطرف سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہین ہوگا مگر جو عقود لازم ہین جیسے نکاح وغیرہ اونمین اقرار رد نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کرلیا بعد اوسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایکدفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکو رد کردیا بعد اوسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا محض بربنا اقرار مدعی علیہ کے ایک شے معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یون کہے کہ یہ شے میری ملک ہے اور مدعی علیہ نے اوسکا اقرار کیا ہے میرے واسطے یا یون کہے کہ یہ اوسپر اتنا ہے اور اوسنے اقرار بھی کیا ہے تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو بسبب وجوب ملک کا نہین ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو لقول مفتی بہ حلف اسکے مال پر لیا جاویگا نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شے کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ یہ کچھ حق مدعی علیہ کیطرف نہین ہے تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا ص جس شخص آزاد عاقل بالغ نے ف حالت بیداری مین خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے در مختار ص اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہے لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اوس شے مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اوس سے زیادہ کا دعوی کرے اور گواہ نہ رکھتا ہو تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا ف حاصل کلام یہ ہے کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہین ہے البتہ جہالت مقر یا مقر لہ کی مانع ہے تو جس صورت مین مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر مجبور کیا جاویگا اوسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا ص اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا میرے ذمے پانسو ہے تو ایک درم سے کم مین اوسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا میرے اوپر بہت مال ہے تو سونے اور چاندی مین مقدار نصاب زکوۃ سے ف یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے ص کم مین اور اونٹون مین پچیس اونٹون سے کم مین اور سوا لکے اور مالون مین قیمت نصاب کو قیمت سے کم مین تصدیق نکیجاویگی ف در مختار مین ہے کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم مین تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقہ مین تصدیق ہوجاویگی اور اس قول کی تصحیح بھی ہوئی ہے ص اور تین نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے یون کہا کہ علی اموال عظام یعنی مجھپر بڑے اموال ہین ف اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر ملل زکوۃ یعنی کپڑون وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی در مختار ص اور دراہم کے اقرار مین تین درم سے کم مین اور دراہم کثیرہ کے اقرار مین دس درم سے کم مین تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا

کہ علی کذا درہم تھا تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے **ف** وجہین ان مسائل کی پہلے مین مذکور ہین اور وہ متعلق ہین خاص زبان عرب سے ہماری زبان مین اسکا کچھ لحاظ نہوگا **ص** اگر کہے کہ مجھپر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اوسکے ساتھ کہے گا تو امانت شمار کیجاویگی اور اگر اوسکے بعد کہیگا تو دین ہی شمار کیا جاویگا ہان اگر یون کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین فلانے کا اتنا ہے تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسینے کہا کہ میرا سب مال اوسکا ہے یا جسکا مین مالک ہون وہ اوسکا ہے یا اوسکو میرے مال مین سے یا میرے درہم مین سے اتنا ہے تو یہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہے اتمام ہبہ کے لیے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اوسے تسلیم کرے درمختار **ص** زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہین عمرو نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ اونکو وزن کرلے یا پرکھ لے یا مجھے اونکی مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجکو وہ روپے معاف کردیے ہین یا خیرات کردیے ہین یا ہبہ کردیے ہین یا مینے اون روپیون کا حوالہ کردیا ہے تجھے زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہوجائیگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہوگا **ف** یعنی اون روپیون کیطرف ضمیر نہین پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کرلے الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اوسکی اصل مین مذکور ہے اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہین اور عمرو نے اوسکے جواب مین سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر ہے درمختار **ص** اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقرلہ کہے کہ تجھے بالفعل دیا ہے تو مقرلہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف** اگر مقر کے پاس گواہ نہون میعاد کے **ص** یعنی مقرلہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہین ہے تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل دلایا جاویگا **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ مقر نے کہا کہ روپیون کا اقرار کیا تو ویسی ہی روپے اوسپر لازم آوینگے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اوسپر قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اوسکی ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کیے تو گویا زید نے اقرار کرلیا اس بات کا کہ وہ چیز ملک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے خواہ دوسرے کیطرف سے وکالتاً یا وصایتاً اوس شے کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعوی نہ سنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعووں سے عمرو کو ابرا و اعلام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنے موکل یا صغیر کے لیے تو درست ہے درمختار **ص** ایک شخص نے کہا کہ مجھپر ایک سو اور ایک روپیہ ہے تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہے تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہے اسی طرح سو اور دو کپڑون کے اقرار مین اور اگر یون کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہین تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کا اندر تو صرف گھوڑا اوسپر لازم ہوگا **ف** نہ طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول ہمارے شیخین کے نزدیک غصب نہین ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکے لایق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونون مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف مظروف

لازم آویگا اور جو ظرف ہونے کا لایق نہیں ہے جیسے یوں کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر تو صرف اول لازم ہوگا
نہ ثانی حر مختار **ص** اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اوسکا حلقہ اور نگینہ دونوں لازم آوینگے اور تلوار کے اقرار میں اوسکا میان
اور پرتلہ اور بھال لازم آویگا اور مسہری کے اقرار میں اوسکی پلنگڑی اور پردے بھی لازم آوینگے اور جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے میں یا
کپڑے کا رومال میں یا کپڑے میں **ف** یا تیل کا کشتی میں یا گوں میں ہلایا **ص** تو ظرف اور مظروف دونوں اوپر
لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑوں میں تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس
کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہیں ہوسکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑوں کے
تہیں ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھ پر پانچ کپڑے ہیں پانچ کپڑوں میں اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے
اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس لینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور جو یہ کہا
کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہیں یا ایک درہم دس کے بیچ میں تو نو درہم لازم آوینگے امام ابو حنیفہ رح کے
نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آٹھ درہم اور زفر رح کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یوں کہے کہ فلانے کا اس گھر میں اس دیوار سے لے کر اس دیوار
تک جو تو دونوں دیواریں داخل ہونگی صحیح ہے اقرار حمل کا دوسرے کے لیے **ف** مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے
لیے ہے **ص** اور یہ اقرار قبول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص
کے لیے بعد وسکے موت کے تو اب اوسکا وارث یعنی مقر اقرار کرتا ہے اوس حمل کا غیر یعنی موصی لہ کے واسطے اسی طرح صحیح ہے اقرار حمل
کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درم ہیں بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ
مال حمل کا ہوسکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے صحیح ہے اور اسیطرح حمل وارث بھی ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت
وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچے زندہ جنے تو وہ مال اون کا ہوجاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال
موصی اور مورث کا ہوگا تو اونکے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہیں ہوسکتا جیسے
کہے اوس حمل کو ہبہ کیا تھا یا میت وصی حمل کا قبول ہوکر اس چیز کو خریدا ہے یا مجھ کو خیار ہے یا مجھ پر چیز بیع کی ہے یا مجھ سے قرض لیا ہے یا بالکل سبب بیان نکرے تو
یہ اقرار لغو ہوجاویگا **ف** بالاتفاق ائمہ ثلاثہ **ص** اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یوں کہے کہ فلانے کے مجھ پر ہزار درہم ہیں
لیکن اس شرط پر کہ مجکو تین دن تک اختیار ہے تو اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ اقتضا فسخ کے لیے ہوا ہے
اور اقرار قابل فسخ کے نہیں ہے **ص** اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد وسکے دعوی کیا کہ میں نے جھوٹھ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اوسکے
اس قول کی طرف التفات نہ ہوگا لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کہ مقر سے حلف لیجاویگی اس امر پر کہ مقر نے جھوٹھ نہیں
بولا تھا اسی طرح پر اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھ کہدیا تھا تو بعضوں کے نزدیک وارث کے
اس قول پر لحاظ نہ ہوگا اور اصح یہ ہے کہ مقر سے بیان بھی اوسی طور پر حلف لیجاویگی اور اگر مقر مر گیا ہے تو وسکے وارثوں سے
علم پر قسم لیجاویگی یعنی یوں کہ ہم نہیں جانتے کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھ کیا تھا **مسائل ملحقہ** کتابت اقرار کا سلم کرنا مثل اقرار کے ہے
اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے
اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوگیا خواہ منشی اوسکو لکھے یا نکھے

اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہو سکتی ہے اگر مدعیٰ علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اوسکو قید کرے یہان تک کہ یا اقرار کرے یا انکار باپ نے جب اقرار کیا اسبات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اوسکی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اوس عورت کے منکوحہ ہونے کا برخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہوگا کذا فی الدر المختار و الطحطاوی و القنیۃ ملتقطا من مواضع

باب استثنا کے بیان مین

یعنی اقرار مین سے کچھ نکال لینے کے بیان مین **ص** جس چیز کا اقرار کیا ہو اوسمین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکالنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ استثنا متصل ہو دے اقرار سے **ف** مثلاً کہے کہ زید کے مجھپر دس روپے ہین دو کم تو دو کم کہ ساتھ ہی ملا کر کہے گا تو یہ استثنا صحیح ہوگا **ص** اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آوینگے **ف** مثلاً مثال مذکور مین آٹھ روپے لازم آوینگے **ص** اور جو سب کا استثنا کرے سب تو باطل ہے **ف** مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہزار کم سے آتے ہین **ص** اور اوسپر سب لازم آوینگے **ف** تو مثال مذکور مین ہزار پورے دینے ہونگے **ص** جو چیزین ناپتی یا تولتی ہین یا گنتی روپون مین سے استثنا کرنا درست ہے تو اوسقدر کی قیمت کم کرکے باقی روپے دینا ہونگے اور انکے سوا اور چیزون کو نکالنا درست نہین ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہین ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہون کم تو استثنا صحیح ہوگا اور سو درہم مین سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہونگے اور جو کہا میرے اوپر سو درہم مین ایک کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح نہوگا نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت مین صحیح نہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتون مین صحیح ہوگا **ص** اگر اقرار کیا ایک درم کا اور اوسکے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار مین سے عمارت کا استثنا کیا تو صحیح ہوگا یعنی زمین اور عمارت اوس دار کی دونون مقرلہ کی ہو جاوینگی البتہ اگر یون کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن میرا ہے تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور نگینہ کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہین **ف** یعنی اگر کہنے کہا کہ انگشتری فلان کی ہے مگر نگینہ میرا ہے یا باغ اوسکا ہے مگر درخت کھجور کے جو اوسمین ہین میرے ہین تو یہ استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہیگا کہ اس انگوٹھی کا چھلا اوسکا ہے اور نگینہ میرا ہے یا زمین اس باغ کی اوسکی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہین تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر کہا کہ اوس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہین ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک مینے اوس غلام پر قبضہ نہین کیا ہے تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت مین مقر لہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور اگر غلام نہین دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہوگئے اور یہ قول اوسکا کہ مینے ابھی اوس غلام پر قبضہ نہین کیا لغو ہو جاویگا **ف** امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اوس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ اوسنے جب انکار کیا قبض کا ایک شئی غیر معین مین تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو ثمن واجب ہوگی تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اوس اقرار سے ملا ہوا ہے تو بصورت مین تصدیق اوسکی کیجاوے گی کیونکہ یہ بیان تغییر ہے اونکے نزدیک کذا فی الاصل **ص** جسطرح مقر نے یون کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے بابت شراب یا سور کے **ف** یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے درست مختار **ص** تو مقر پر

ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ قول لغو ہو جائیگا ف امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اوسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جدا کہے اور نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہے گا تو اوسکی تصدیق کیجاویگی لیکن یہ صورت جب ہے کہ مقر لہ ان اقوال کا منکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپے اوسکو لازم نہونگے در مختار ص اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار روپے ہیں بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں تو کھرے ہزار روپے اوسکو دینا ہونگے ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو اور صاحبین کے نزدیک متصل کی صورت میں تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ یہ قول جزء اقرار ہے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبین کے نزدیک لہذا فی الاصل ص اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپے ہیں جو میںنے اوس سے غصب کیے تھے یا اوسنے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپے زیوف یا نبہرجہ ہیں تو اوسکی تصدیق کیجاویگی برابر ہے کہ وہ متصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپے ستوقہ یا رصاص تھے تو در صورت وصل اوسکی تصدیق ہوگی اور در صورت فصل اوسکی تصدیق نہوگی ف وجہ فرق اصل میں مذکور ہے ص جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عبید کہے کہ پہلا دے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اوسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلانے کے مجھ پر ہزار درم ہیں اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور کپڑے ہزار دینا آوینگے اور جو کہے کہ مینے مجھ سے ہزار امانتاً لیے تھے وہ تلف ہوگئے اور مقر لہ کہے کہ تو نے غصباً لیے تھے تو مقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجکو ہزار امانتاً دیے تھے اور مقر لہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر پر ضمان لازم نہ آویگا ف وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول میں مقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی میں اقرار نہیں کیا اسکا بلکہ مقر لہ اوس پر دعوی کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہوگا لہذا فی الاصل ص اگر زید کے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو مینے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اوس کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اوس کی پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اوس کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ مینے اپنے اس کپڑے کو بلا اس کپڑے کے کو عمرو کو کرایہ میں دیا تھا سو عمرو اوس گھوڑے پر سوار ہوا اور اوس کپڑے کو پہنا بعد اوسکے مجھے پھیر گیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کے اتنے دامونکے عوض بیچا تھا بعد اوسکے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں میں زید کے قول کی تصدیق کیجاویگی ف یعنی زید کو یہ حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اوسپر دعوی کرے جیسے کہ سامان امانت میں گذرا بلکہ یہاں عمرو کو اختیار ہے اگر گواہوں سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرے بعد ثبوت کے اوس چیز کو لیلیوے ص اور صاحبین کے نزدیک یہاں بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اوسکے گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے

ف اور فتوی امام قول پر ہے **مسائل ملحقہ** اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہیں بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے اوسپر ثابت ہوگئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے اوسپر لازم ہوئے اور یہی حکم غصب میں ہے اور اگر مقر لہ ایک شخص ہو اور اوسکے لیے دو اقرار کرے تو جو اقرار روپے مقدار کے زیادہ ہے یا اوسکے دو صفتوں میں افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اوسکے میرے اوپر ایک ہزار روپے ہیں نہیں بلکہ دو ہزار روپے یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اوسکے سیاہ

نہر رد دیتے ہین کھوٹے نہین بلکہ کھرے یا بعکس تو ہزار کھرے لازم ہونگے کذا فی الدر المختار

باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اوس دین کا سبب معلوم ہو کہ یا صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اوسپر واجب ہوا ہو حالت مرض مین باسباب معروفہ سے نہ صرف اوسکے اقرار سے جیسے بدل اوس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا اس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونون برابر ہین اور ان دونون قسمون کے دین ف یعنی دین صحت مطلقاً اور دین مرض باسباب معروفہ ص مقدم ہوگا ادا کرنے مین اوس دین پر جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہو ف یعنی پہلے ترکہ میت مین سے دین صحت مطلقاً اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ہو ادا کرینگے بعد اوسکے اگر کچھ مال بچیگا تو وہ دین اوا کیا جاویگا جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور شافعیؒ کے نزدیک تینون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے ص لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثون مین اوسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہو چکین اگرچہ دیون پورے مال کو گھیر لیوین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ص اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض قرضخواہونکا قرض ادا کرے نہ بعض کا ف اگرچہ یہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے مین اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہ ہو وسکو یہ مرجائیگا کہ اپنے قرضخواہون مین سے کسی کا قرض ادا کرے اور دوسرونکا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیہ ص اور باطل ہے مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے ف دین کا یا عین کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اوسکے لیے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین ص مگر اوسصورت مین جب باقی ورثہ اوسکی تصدیق کرین ف کیونکہ معتبر ہوتا ہے اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کے لیے تھا تو جب انھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسطرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اوسکے وصول ہو جانیکا اقرار کر لیا تب بھی صحیح نہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کے اور شاہ مین ہے کہ اگر مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت اور اور وارثون کے مگر کہین جگہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین ہے میرے باپ کی طرف یا میری ماں کیطرف اور یہی نفی حیاۃ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو ص اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک شخص کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے ف اور اوس شخص نے اوسکی تصدیق کی اشبہ طلبکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہو ص تو نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح رہیگا ف اگر اوسکے لیے وصیت کی پھر اوس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی درمختار ص اگر کسینے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہو اور اوس سن کا لڑکا مقرلہ ہو سکتا ہے اور تصدیق کی اوسکی لڑکے نے تو نسب اوس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مقرلہ سے اگرچہ بقرینہ اقرار کے مریض ہو وے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے کی اسوقت ضرور ہے

کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو ورنہ تصدیق کی کچھ حاجت نہیں ہے **ف** اشباہ میں ہے کہ علی بن احمد سے سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اوسکو وارثوں نے تقسیم کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اوسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہوں سے اسطرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اوسکی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کر دیا اوسکے ثبوت نسب کا اب وارث اوس سے کہتے ہیں کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری ماں سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا دافع ہو سکتا ہے یا نہیں تو کہا کہ علی بن احمد نے کہ اگر قاضی اوسکے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہے تو نسب اور فرزندی اوسکی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت زائد کی نہیں ہے انتہی اور اوپر گذر چکا فتاوائے قنیہ سے کہ اقرار بالبلوغ عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہے فاحفظہ **ص** مرد اگر کہے یہ لڑکا میرا باپ یا مان یا بیٹا یا بیوی یا مولی یعنی آزاد کرنے والا ہے یا عورت کسی کو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا خاوند یا مولی کہے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کریں تو اقرار صحیح ہو جاوے گا مگر عورت جب کسیکو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر کی کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات میں اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہے مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے پیچھے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہ ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو جاوے گی اگر اقرار کرے سوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتہ کا جیسے بھائی کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے **ف** و مختار میں ہے کہ اسی میں داخل ہے یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہے یا دادا ہے **ص** تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار اوٹھانا نسب کا ہے شخص غیر پر **ف** کیونکہ جب اسنے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو ثابت کیا اوسکا نسب باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہے تو اوٹھایا نسب کو دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی صرف قبول ہے مقر پر نہ غیر پر تو اسکے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا **ص** اور وارث ہوگا ایسا مقر اجب کوئی اور وارث مقر کا نہ ہووے نہ قریب اور نہ بعید **ف** یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض ہے سے ہووے نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے **ص** جسکا باپ مر گیا ہے وہ اگر اقرار کرے کسیکے واسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اوسکے حصہ میراث میں شریک ہو جاویگا لیکن نسب اوسکا ثابت نہ ہوگا زید کے عمرو پسر و ولی آتے تھے اب زید و دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑ کر مر گیا جن میں سے خالد نے اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے بمجلد ذر قرنیہ پچاس روپیہ وصول پا چکا ہے **ف** اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہے اور خالد نے یہ بیان گواہوں سے ثابت نکیا **ص** تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیے جاوینگے **ف** بعد قسم لینے کے اسطرح پر کہ واللہ اوسکو معلوم نہیں کہ اوسکے باپ نے سو روپے سے نصف وصول پائے اور قسیم بھائی کے حق کے لیے ہے اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پا چکا ہے تب بھی ولید کو پچاس روپے دلا دینگے قسم لیکر لیکن یہاں قسم عمرو کے حق کے لیے ہوگی تو اول صورت میں اگر ولید قسم نہ کھائے تو خالد اوسکے حصے میں شریک ہو جاویگا اور ثانی صورت میں اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاویگا طحطاوی

کتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح کے بیان میں **ف** صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہے اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان مسلمانوں کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہیں شرطوں پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے

حلال کو یا حلال کو بے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا اوسکو محدثوں نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبداللہ ابن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اوسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے ابو ہریرہ کی روایت سے اور اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے کتاب القضا مین **ص** صلح ایک عقد ہے جو مشاد یا منازعت کو اوٹھا دیتا ہے **ف** یعنی صلح ہر حال مین خواہ مدعی علیہ مقر ہو یا منکر ہو یا چپ ہو لہذا نہ اقرار کرے نہ انکار **ف** اور شافعی کے نزدیک صلح نہین صحیح ہے مگر اقرار مدعی علیہ کی صورت مین **کذا فی الاصل ص** اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو صلح بیع کے حکم مین ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اوسمین جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویت اور خیار الشرط برابر کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے سے یا گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعی علیہ دونون کو مبدل صلح اور مصالح عنہ مین **ف** جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور مبدل صلح اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعوی چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور مکان کا دعوی نکر تو سو درم مصالح علیہ اور مبدل صلح ہوئے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کیصورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے صلح کرلی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونون مکان کے شفیعون کو دعوی شفعہ ہو سکتا ہے **ص** صلح مین اگر مبدل صلح معلوم نہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہوجاویگی **ف** اور اگر مصالح عنہ مجہول ہو تو کچھ حرج نہین ہے اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے مدعی علیہ کے ذمے سے اور اسواسطے کی جہالت باعث منازعت نہین ہے **در مختار ص** مصالح عنہ مین سے بعد صلح کے جسقدر غیر کا نکلے تو اوسکے موافق حصہ رسد مدعی مبدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر دیوے اور جتنا مبدل صلح مین سے غیر کا نکلے تو اوسکے حصے کے موافق مدعی علیہ مدعی کو مصالح عنہ مین سے پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے **در مختار ص** اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے **ف** تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جسمین مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا ورنہ ضرور نہین جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پہونچا دینا **کذا فی الاصل ص** تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھے گی اس صورت مین اگر اندر مدت کے دونون مین سے کوئی مرجاوے تو صلح باطل ہوجاویگی جو صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ رہنے کیصورت مین واقع ہو تو وہ مدعی کے حق مین معاوضہ ہے اور مدعی علیہ کے حق مین فدیہ ہے یہ قسم کا **ف** یعنی جب مدعی علیہ منکر ہے تو اوسپر شرعاً قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعی علیہ یہ بدل صلح عوض مین قسم کے دیتا ہے **ص** اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت مین شفعہ واجب نہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا **ف** اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ کے قبضے مین رہا اور مدعی علیہ کے گمان مین یہ نہین ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہو بر خلاف اوس صورت کے کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی کی ملک مین آیا اوسکے حق کے عوض مین تو شفعہ واجب ہوگا **ص** صلح سکوت و انکار مین اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اوسقدر مبدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کرلیوے اور جو مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کیصورت مین کل مصالح عنہ کا دعوی اور بعض کیصورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر پھرکرنے لگے **ف** اور مبدل صلح کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے برقسم کی صلحون مین بمثل استحقاق کے ہے

در مختار ص زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمر پر بعد اوسکے اوسی گھر کے ایک حصے پر صلح کرلی تو یہ صلح صحیح نہوگی اور حیلہ اسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دے جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ شیوع باقی گھر کا عوض ہوجاوے یا باقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کردیوے ف یہ صلح اسواسطے صحیح نہین ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہوسکتا تو جب مدعی علیہ نے بدل صلح مین ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کردیا تو یہ شے زائد عوض اوسقدر حصے کی ہوجاویگی جو مدعی علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کردیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوے سے تب بھی صحیح ہوجاویگی اسواسطے کہ یہ بری کرنا دعوی اعیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہے اسی واسطے کہ اگر کسینے ابرا کیا عین سے اور پھر اوسی عین کو پایا تو اوسکو لے سکتا ہے لیکن قاضی کے نزدیک اوسکا دعوی مسموع نہوگا اور فرق ان دونون مین ظاہر ہوگا اوس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہو اور مدعی بری کرے اوسکو دعوی سے اوس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے مین نہو مثلاً ایک شخص نے غصب کرلیا اور ترکہ چھوڑا ایک شخص نے وارثون مین سے اپنے حصے سے ابرا کیا تو یہ ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا اعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ ہوجاویگا باقی دین سے قضاء نہ دیانۃ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجاوے تو اوسکو لے لیگا در مختار ص صحیح ہے صلح مال کے دعوے اور منفعت کے دعوے سے ف دعوی منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ انکے مورث نے وصیت کی تھی اسبات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اسصورت کے نکلنے کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ مین لینے کا اور مالک اوسکا انکار کرے پھر دونون صلح کرلین تو یہ صلح جائز نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحرالرائق مین اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو اجارے کا یا مدت کا یا اجرت کا درست ہے کما فی الوشاحی ص اور جنایت نفس اور مادونوں للنفس سے خواہ عمدہو یا خطا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ترجمہ جسکو معاف کیا گیا اوسکے بھائی کیطرف سے کچھ سو پیروی ہے دستور کی اور ادا کرنا ہے طرف اوسکے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نازل ہوئی یہ آیت صلح مین ھلا یہ ص اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اور بیع مال کے ف مثلاً زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کرلی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہو اوسکے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو دلالۃ ثابت ہوگی مدعی کے لیے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے حق مین آزادی ہوگی مال پر مدعی علیہ کے زعم مین بناء اوسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو دلالۃ ثابت نہوگی مگر گواہ ہونے سے ف دلالۃ ہے بیع غلام کے ترکے کو اور بیان اسکا کتاب الوکالہ مین انشاء اللہ تعالی آویگا

ص اور صحیح ہے صلح نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہوجاویگی تو اقرار کیصورت مین دونون کے حق مین خلع ہوگا اور عدم اقرار کیصورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہان تک کہ اوسپر عدت واجب نہوگی اور جو دوسرے خاوند سے نکاح کریگی تو صحیح ہوجاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی تو اگر روایات جانتی ہوگی کہ مین پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اوسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ مین اوسکی زوجہ نہین ہون تو اوسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہوگی ف اسی قول کو صحیح کہا ہے نقایہ اور درر اور ملتقی مین اور مجتبی مین اور اختیار مین اور بعضون نے صلح کو صحیح رکھا ہے اور صحیح کہا

اوس قول کو در المحار مین دسر مختار ص اور نہین صحیح ف صلح دعوی حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہی اور غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کے بدلے سے صلح نہین کرسکتا ف اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہی اور ذات اوس غلام کی مال تجارت مین داخل نہین تو اوسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یہان اوس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہو وے اور وہ کسیکو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اوسکے نفس کیطرف سے صلح کرسکتا ہی ف اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اوسکی کمائی مین سے ہی تو تصرف اوسکا اپنی کمائی مین اور مجھور ہا اوسکا جائز ہوگا کذا فی الاصل ص اسی طرح شی مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اوسکے غاصب نے مالک سے صلح کرلی اوسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہین ف اور مختار قول امام صاحب کا ہی اور دلیلین دونون کی اصل مین مذکور ہین ص اگر ایک غلام مین دو شخص شریک تھے اونمین سے شریک تو نگر نے اپنے حصے کو آزاد کردیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو زیادتی باطل ہوجاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا جسقدر دین کا وہ سپرد دعوی ہی اوسمین سے ایک حصے پر صلح کرنیکے لیے تو بدل صلح موکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر ف اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہی لیکن قتل کیصورت مین تو ظاہر ہی اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے طرف موکل کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اوسپر لازم آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہی اوسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہی ف مراد اس سے وہ صلح ہی جو مال سے ہو بعوض مال کے اور یہان مصالح عنہ کی جنس سے نہو وے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہو وے کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص فضولی نے صلح کی مدعی علیہ کی طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال مین سے یا اپنے اس ہزار روپیہ پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپیہ پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ صلح کی میںنے تجھ سے ہزار روپیہ پر ف یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا ص اور وہ ہزار روپیہ دیدے تو ان سب صورتون مین صلح صحیح ہوجاویگی ف اور فضولی پر اون روپیون کا تسلیم کرنا باقی صورتون مین لازم آویگا اور فضولی کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ اوسکے حکم سے صلح واقع ہوئی ص اور اگر فضولی نے یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپیہ پر اور ہزار روپیہ نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپیہ دینا پڑینگے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوجاویگی جب مدعی نے اپنے قرض مین سے جو مدعی علیہ پر ہی اوسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کرلیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاویگا نہ عقد معاوضہ ف اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہین ہوسکتے ص تو صحیح ہی صلح ہزار روپیہ سے جو بلا میعاد تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر ف تو پہلی صورت مین تو سو روپیہ کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل ص یا ہزار روپیہ سے سو کھرے روپیون پر ف اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی سو روپیہ

ف فضولی نے مصالح عنہ کی جنس سے بدل صلح دیا

ف یعنی فضولی نے اوسکے حکم سے صلح کی

ف یعنی مدعی علیہ کے حکم سے صلح واقع ہوئی

اور کھرے پن کا تو اسصورت مین صلح صحیح ہو جاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہین **ص** اور صلح دراہم سے یا دینارون پر درست نہین **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہو جاویگی اور اسمین قبض کرنا دینارون پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے **گذا فی الاصل** **ص** اسی طرح ہزار روپے سیعادی سے پانسو روپے نقد پر درست نہین ہے **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بالعوض پان سو کے ہو گیا اور یہ وصف مال نہین ہے **گذا فی الاصل** **ص** اسی طرح سیاہ رنگ کے ہزار روپے سے پانسی روپے سفید رنگ پر جائز نہین ہے **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپے کا پانسو روپے سے ساتھ زیادتی وصف کے قاعدہ کلیہ اس کا درمختار مین یہ قوم ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو حاضرے کا حکم اسمین جاری ہو گا تو اگر سیاہ یا سیاہ کا شبہہ ثابت ہو گا تو معاوضہ فاسد ہو گا اور نہین تو صحیح ہو گا **گذا فی الخلاصہ** **ص** اگر زید نے عمرو پر ہزار روپے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کر دے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانسو ادا کر دیے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو سارا دین پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپے پورے اوسپر واجب ہو جاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسفؒ کا ہے دلائل سب کے مذکور ہین اصل کتاب اور بدایہ مین **ص** اور جو ادا کرنے کا وقت بیان نہین کیا **ف** یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانسو تو مجکو ادا کر دے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے **ص** تو زید کا دین پورا نہ لوٹیگا **ف** یعنی اگر عمرو نے اس صورت مین کل کے روز پانسو روپے ادا نکیے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی ہین گے **ص** اور اگر زید نے صلح کر لی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اوسکو کل نصف قرضہ ادا کر دے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نکرے تو کل دین عمرو پر ہے تو اسصورت مین اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کر دیوے تو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا ورنہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کر دیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کر دے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہو گیا خواہ باقی ادا کر دے یا نہ ادا کرے **ف** باجماع امام اور صاحبین اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر زید نے ابرا کو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یون کہا کہ اگر تو مجھے اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہے تو ابرا صحیح نہ ہو گا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے اور اگر مدیون نے دائن سے منفی کیا کہ مین تیرے مال کا اقرار کرونگا جب تو مجھے مہلت نہ دیگا یا کچھ نہ چھوڑیگا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کر دیا تو یہ صلح صحیح ہو گی تو دائن اوسکو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول بکار کر دائن سے کہا تو دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہو گیا تو وہ کل دین فی الحال لیوے

ف فصل دین مشترک مین صلح کے بیان مین

ص دو شخصون کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو اون دونون مین سے ایک شریک اپنے حصے کے بدلے مین مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قبضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لیوے مگر یہ کہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اوس کپڑے مین نہ رہے **ف** مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درمون کے بدلے مین ایک کپڑا

لیکر زید سے صلح کرلی تو خالد کو اختیار ہو کہ یا تو اپنے دو درہم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے البتہ اگر بکر خالد کے لیے ایک درہم کا ضامن ہوجاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہین لے سکتا بلکہ درہم اپنا لیگا **ص** دین مشترک اوسے کہتے ہین جسکا سبب وجوب متحد ہو جیسے ثمن اوس چیز کی جو ایک ہی عقد مین بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیون مین مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا میراث کی یا قیمت شے مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین مین جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اوسکا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اوس سے لے سکتا ہو مثلاً ان دونون مین سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اوسپر دوسرا بھی شریک ہوجاویگا اب دونون قرضدار سے باقی کا مطالبہ کرسکتے ہین **ف** یعنی قرضدار اوس شریک سے جسکا حصۂ قرض ادا کرچکا یہ نہین کہہ سکتا کہ مین تیرا حق دیچکا اب تیرا کچھ نہین ہے کیونکہ جتنا اوسنے دیا تھا وہ دونون شریکون مین بٹ گیا کذا فی الاصل **ص** اور جو دو شریکون مین سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے مین کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونون شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کرلیون اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصے قرض سے مدیون کو بری الذمہ کردیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور دین اوس دین کے عوض مین ہوگیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا مثال اوسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درہم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درہم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے مین وہ پچاس روپے ہوگئے جو زید کے اوسپر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہین پہونچتا کہ عمرو سے یون کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے کو یا وصول پائے تو نصف اوسکا مجھے ادا کردے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تاکہ اوسمین شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اوسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کردیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اوس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہین کیا اور ایک حصہ اوسکا جسنے معاف کردیا اگر دو مردون نے عقد سلم کیا ملکا ایک کر مین گیہون کے اور دونون کا راس المال سو روپے تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کر کے بدلے مین پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کرلی اور وہ روپے اپنے لیے تو یہ صلح جائز نہوگی امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیون نے ملکا ایک غلام خریدا پھر ایک نے اون مین سے اقالہ کرلیا **ف** اور طرفین کی دلیل اصل مین مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان مین

تخارج کہتے ہین اسکو کہ سب وارث اتفاق کرکے ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح **ص** خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور انھون نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور انھون نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونون ہین اور انھون نے دونون دیے یا ترکہ نقدین یعنی درہم اور دنانیر تھے اور انھون نے دونون نہین دیے تو یہ تخارج صحیح ہے سب صورتون مین برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف ہو یا

کی طرف پھیر کر ف یعنی سو کے کو چاندی کا عوض ٹھہراوینگے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے لیکن اس تخارج مین جہان مبادلہ بطور عقد صرف کے ہو تو وہان قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی تاکہ وہ لازم نہ آوے دین بالدین کا ص اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونون ہون اور وارث مذکور کو صرف روپے یا صرف اشرفیان دیکر خارج کرین تو یہ تخارج درست نہوگا جب تک کہ بدل اوس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اوسی جنس کے حصے سے پہونچے

ف مثلاً وارث مذکور کو بہ میراث مین دس درہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج مین ضرور ہے کہ اور وارث دس درہم سے زیادہ پر صلح کرین تاکہ دس بعوض دس کے ہوجاوین اور زائد عوض حصہ اسباب کے ہووے ورنہ سود ہوجاویگا ص اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ منجملہ ترکہ دیون ہین متوفی کے اوپر لوگون کے اس شرط پر کہ دیون کے باقی وارثون کے ہون کیونکہ یہ مالک کر نا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے ف جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون کے لیے چھوڑا تو اوسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے ص مگر اس صلح کے صحیح ہونیکے کئی حیلے ہین ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کرین اسبات کی کہ مصالح اپنے حصہ دین سے قرضداروں کو بری الذمہ کرے اور صلح کرلے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی ترہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اوسکا حصہ دین بقیہ ورثہ کا ہوگیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلاوے مدیونون سے اور اس حیلے مین ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثون کو نقد دینا پڑا اور اونکا حق دین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلون مین بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیون بقدر اوسکے حصے کے دیوے اور صلح کرلین دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالہ کردے وارثون کو اپنے قرض کا قرضداروں پر

مثلاً فرض کرین ہم کہ حصہ مصالح کا دین مین سے سو درم ہے اور باقی ترکہ مین سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہین بعوض دو درہم کے تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دس درہم ہون تو سو درہم تو وارث اوسکو بطور دین کے دیوین اور وہ اون سو کو اوتار دے قرضداروں پر اور وارث اوترواوے قبول کرلین پھر صلح کرلین دین کے سوا اور چیزون سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہوسکتے ہون اور جو نہو سکتے ہون تو کچھ اور بڑھاوین گے مثلاً ایک مچھری زیادہ کرین گے تاکہ دس بدلے مین دس کے اور مچھری باقی کے بدل مین ہوجاوے ف یہ حیلہ احسن الحیل اسواسطے ہوا کہ حیلہ اولی مین مصالح کا ضرر ہے ابراء کرنیسے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گذرا فتدبر ص

جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اوسمین صلح صحیح ہوتی ہے مکیل اور موزون پر اختلاف ہے مشائخ کا ف اور صحیح صحت صلح ہے در مختار دلیلین دونون کی اصل کتاب مین مذکور ہین ص اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے بقول اصح مین اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر وہ دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہو تب بھی صلح نہ کیجاوے قبل ادائے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہوجاویگی ف یعنی دین غیر محیط مین نہ محیط مین ص لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردیجاویگی

زر مدعی استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اوسمین ضرر تھا ورثہ کا اسلیے استحساناً روک رکھنا ترکے کا بقدر دین کافی ہے مسئلہ ۲۰ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہے یا شرط نہین تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت دعوی شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا مکانین اور مدعی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہے جیسا کہ گذرا باب المقبوض بالاستحقاق مین اور شک نہین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے مین اور نظیر مین بہت سے مسائل ہین جنکی ہم تائید کرتے ہین ہمارے قول کی واللہ اعلم

کتاب المضاربۃ

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہے اوس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی ف تو جو محنت کرتا ہے اوسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال ہے اوسے رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرت نے منع نکیا اوس سے اور صحابہ بھی اوسپر عمل کرتے رہے اور کسینے اوسکا انکار نہین کیا ھدایہ ص اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہین تو مضارب قبل عمل کے اصل مال مین امین کے حکم مین ہے ف تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین ص اور بعد عمل کے وکیل ہے رب المال کا ف پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اوسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الہدایہ ص اور جب نفع ہووے تو شریک ہے اور جو مخالفت کرے رب المال کی ف مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اوسکو منع کیا تھا ص تو غاصب ہے اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہووے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے لیے اوسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہ ہووے لیکن زیادہ نہ چاہیے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمد ف اور ایمہ ثلثہ کے اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی ص اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین صحیح نہین ہے مضاربت مگر اوس مال مین جس مین شرکت صحیح ہوتی ہے ف یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ مین گذرا ص اسی طرح ضرور ہے کہ رب المال اوس مال کو مضارب کے سپرد کردیوے ف اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدون تسلیم کامل کے متعذر ہے تو اگر رب المال بھی اوس مال مین اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی طحطاوی ص اور نفع شائع ہو دونون مین ف یعنی مثلاً نصف نصف یا تین تہائی یا چار چوتہائی وغیرہ ص تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کے لیے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہووے ف جاننا چاہیے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کردیوے یا نفع کو مجہول کردیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہوجاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل ص جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے ف یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو ص تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدت پر جسکا تاجرون مین دستور نہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شرا کے اور سفر کرے ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکا سفر کرنا درست نہین اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر مین دیا ہے تو اوسکو درست نہین اور اگر شہر مین نہین یا تو سفر جائز ہے کذا فی الاصل لیکن صحیح یہ ہے کہ دونون صورت مین مضارب کو سفر جائز ہے کذا فی الدر المختار ص اور مال کو ایضاً عقد کے

اگرچہ رب المال ہی کو دیکھے اور زفر کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور دیانت رکھاوے اور گروی کرے یا گروی لیوے اور کرایہ دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر اور بہ مضاربت کو تین پہونچا کہ اوس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالہ کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت میں مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر یا قرض دیوے یا قرض لیوے ف یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہیں ہے ص اگر رب المال نے وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر یا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونوں کی اجازت دیدی ہو وے تو درست ہے اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی رائے کے موافق کرنا اور اوسنے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اوسکو پانی سے دھلوایا یا لادلایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہے اوسکو واپس نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اوسنے مالک کے کہنے سے نہیں کیا اور اگر اون کپڑوں کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر رنگوایا تو جسقدر رنگ اوسمیں بڑھا ہے اوسمیں رب المال کا شریک ہوجاویگا جیسے اپنا مال اوسمیں ملا دیوے ف اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس قول میں کہ تو اپنی رائے کے موافق کام کر داخل ہوجاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اوسمیں کوئی چیز بڑھی نہیں تو اگر شاستہ یعنی کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول میں مالک کے نزدیک امام صاحب کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحب کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہیں کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص تو مضارب سرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے کہنے کے کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر ضامن نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لیگا اور کپڑے کے دام میں نفع میں شریک ہوگا ف مثلاً وہ کپڑا پانچ روپے کا مفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپے کا ہوا اور آٹھ روپے کو بکا تو مضارب ایک روپیہ تو رنگ کے لے گا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہوگا ص اور مضارب کو نہیں پہونچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کردیا ہو وے یا کسی مال خاص میں تجارت کو کہا ہو وے یا کوئی وقت یا موسم یا کوئی خاص معاملہ الا بتا دیا ہو کہ اوس سے تجاوز کرے تو اگر اوسکی مخالفت کریگا ضامن ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہے سب نفع مضارب کی ہوگی اسیطرح مضارب کو نہیں پہونچتا کہ مال مضاربت میں سے جو غلام لونڈی خریدا ہو اوسکا نکاح کردیوے یا ایسے غلام لونڈی کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہوجاوے ف مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہو وے یا رب المال نے اوسپر حلف کیا ہو اگر مضارب نے غلام یا لونڈی کو خریدا تو وہ آزاد ہے ص اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر مال مضاربت میں سے اور نہ اوس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے جب مال میں نفع ہوا ہو وے اور جو خریدیگا تو وہ مضارب پر پڑیگا اور اگر نفع نہوا ہو وے تو صحیح ہوگا ف اسواسطے کہ اس صورت میں مضارب کا کچھ روپیہ ہی نہیں ہے تا کہ اوسکی ملک اوس غلام لونڈی میں آوے ص تو اگر بعد اسکے اوس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کے مقدار وہ غلام آزاد ہوجاویگا اور مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کے لیے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصفا نصف نفع پر بوسنے اون ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اوسکی ہزار روپے تھی بعد اسکے اوس نے وطی کی اور وہ ایک لاکھ روپے ہوگئی اور مضارب نے اوس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپے ہوگئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو

اختیار ہے چاہے اوس لڑکے سے سو اشرفی روپیہ مین سعی کرالیوے چاہے آزاد کردے پھر جب رب المال نے روپیہ لڑکے سے وصول کرلیا تو پانسو لونڈی کی قیمت کیا اور مضارب سے پھر لیوے ف یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب مین اس مقام مین تفصیل کی ہے فقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنیکے بیان مین

اگر مضارب اپنی طرف سے کسیکو مضاربت بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہوگا یہان تک کہ مضارب ثانی اوسمین عمل نکرے ظاہر الروایت مین اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت مین امام صاحب سے یہان تک کہ مضارب ثانی اوسمین نفع نہ کماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہوجاویگا ف اور مفتی بہ اول روایت ہے ص اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ دونون آدھا آدھا ہمارے بیچ مین ہے تو مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اوسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یون کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھا لینگے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملے گی اور جو مالک نے یون کہا تھا کہ جو نفع کمائے وہ ہم تم دونون کے بیچ مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف مین مضارب اول اور مالک شریک ہونگے اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اوسکا نصف مین لونگا یا جو کچھ برسے وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین دو حصے نفع کے مضارب ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اسمین شرط ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع مین تہائی رب المال کی اور تہائی اوسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لیے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجانے سے مضاربت باطل ہوجاتی ہے ف اور اگر مضارب مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت باطل نہوگی کذا فی الاصل ص مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہین ہوتا جب تک اوسکو خبر اپنی برطرفی کی نہوے پھر اگر اوسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت کا سامان تھا تو مضارب اوسکو بیچکر نقد کرے اور پھر خرچ مین تصرف نکرے اور نہ اوس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہووے تو اوسکو مضارب بدل سکتا ہے از روے استحسان کے ف مثلاً راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اوسمین تصرف نہین کرسکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر پایا یا لعکس تو مضارب اوسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے تا نفع ظاہر ہووے ص اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہوگئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون کے تو اگر مضارب کو اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضہ کا قرضداروں سے لازم آویگا ورنہ نہین ف کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع ہونے کی صورت مین بطور تبرع کے

ص بلکہ مالک کو اوسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کردیوے اسی طرح سب وکیلون کا حال ہے اگر تقاضا نکرین تو موکل کو وکیل کردینے
اور دلال اور سمسار جبر کیے جاوینگے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر بلوایا ہے اور سمسار وہ شخص ہے
جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہے تا وہ اجرت لیکر بیچدے تو اوسپر بھی ثمن وصول کرنیکے لیے جبر کیا جاویگا ص
مال مضاربت مین بسقدر نقصان ہووے اولا وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہوجاوے تو مضارب اوسکا
ضامن نہوگا کیونکہ وہ امین ہے اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کردیا بعد اوسکے از سر نو عقد مضاربت کیا اور اب
کل یا بعض مال تلف ہوگیا تو پہلا نفع امین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے البتہ اگر نفع تقسیم ہوگیا اور عقد مضاربت
باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے بانٹ لیا ہے پھر سے جمع کرین اور اب رب المال اپنا راس المال
اوس نفع سے پورا کرلے جو بچے اوسے دونون بانٹ لین اور گر اوس نفع سے اصل مال پورا نہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب
پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ مضارب امین ہے جیسا کہ گذرا ص جو مضارب اپنے ہی شہر مین رہکر کاروبار
کرے تو اپنے کھانے پینے دوا کا خرچ اپنے ہی پاس سے اوٹھاوے یعنی مال مضاربت مین سے نہ لیوے اور جو سفر مین جاوے
تو کھلائی پلائی نوکر کی تنخواہ کپڑون کی دھلائی تیل جمال تیل کی حاجت ہے جیسے ملک حجاز مین ف حجاز مکہ اور مدینہ
اور طائف اور اون شہرون کو کہتے ہین جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہین ملک حجاز مین تیل کی اسلیے حاجت ہے کہ بلاد حجاز
واقع ہین اقلیم دوم مین اور زمین اقلیم دوم کی حار ہے اور یا بس تو وہان بدون تیل ملے اور گھی کھانے گذر نہین ہوتا ص
سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خریدی ہو دانہ چارہ اوسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت مین سے لیوے موافق دستور کے اور جو بقدر
سے زیادہ صرف کردالیگا اوسقدر کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ آوے اور سفر کی چیزون مین سے جو مال مضاربت سے لی گئین تھین
کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت مین شریک کردیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو وہان جاتا ہے تو رات
کو اپنے گھر مین نہین رہ سکتا تو اوسکا حکم سفر کا سا ہے اور اگر شب کو اپنے گھر مین رہ سکتا ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہے شہر کے
بازارون مین سے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اوسقدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال مضاربت
مین سے سفر مین صرف کیا تھا اب وہ سپر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو مال مضاربت مین سے بطور مرابحہ
لیوے تو جو کچھ اوس چیز پر صرف ہوا ہے جیسے کرایہ باربرداری وغیرہ اصل لاگت مین لگالیوے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہے
اوسکو نہ لگاوے مسالہ اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصف نفع پر دئے اول ہزار روپے کا کپڑا خریدا اور اوسکو دو ہزار کو
بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی دو ہزار اوسکی قیمت کے بائع کو نہین دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہوگئے تو مضارب
پر اوسکا ضمان دیگا اور باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اوسکے مال مضاربت مین ہونگے اور راس المال
اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب پاس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار رہتا ہے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت غلام کی
تو دو ہی ہزار تھی پس اگر وہ غلام چار ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان
تین ہزار مین سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو بکا لکر باقی جو پانسو بچین گے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اونکو رب المال
اور مضارب بانٹ لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو مالک نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحہ بیچنے کے

کے وقت مضارب پانسو اصل جنس بتلادے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہے اور اوس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب غلام نے خون بہا دی تو اب وہ غلام مال مضاربت سے نکل جاویگا سو تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی مضارب کے پاس ہزار روپے ہین اون ہزار روپے کے بدلے مین ایک غلام خریدا اور قبل حوالہ کرنیکے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تو مالک کو پھر دینے ہونگے پھر اگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے نہ ہونگے اسی طرح پر جہان تک تلف ہوتے جاوینگے مالک تباہ جاویگا اور یہ سب روپے راس المال مین شریک ہوجاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجکو ایک ہزار روپے سونپے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ نہین تجھے دو ہزار دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہین وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر مین زید کے اور کچھ نفع ہوچکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہین تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص اون روپون کو قرض کے بتلادے اور زید اوسکو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ نہین تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت مین اور مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہین لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوی کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اوسی کیطرف سے ہے

کتاب الودیعۃ

یہ کتاب ہے امانت کے بیان مین **ف** امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ایمان ہے اوسکا جو امانت دار نہین ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین انس رضی اللہ عنہ سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کے لیے اور فرمایا اللہ تعالی نے **اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا** یعنی اللہ حکم کرتا ہے تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اوسکے مالکون کیطرف **ص** ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تضمن نہوگا **ف** اگر خود بخود بغیر اوسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہوجاوے **ف** جو چیز امانت رکھائی جاوے اوسکو ودیعت کہتے ہین اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اوسکو مودع بکسر الدال اور جسکے پاس رکھی جاوے اوسکو مودع بفتح الدال اور امین کہتے ہین تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودع کے تلف ہوگئی تو ودیعت پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہے عاریت لینے والے پر جو خائن ہو تاوان اور نہ مودع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور روایت کیا ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہین ہے اوسپر تاوان اور اسناد اوسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان **ص** مودع کو یہ ہو پہنچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودع نے اوسکو سفر مین لیجانے سے منع نہ کیا ہو اور راستے مین خوف غارتگری کا نہو اور جو مودع نے اوسکو سفر مین ساتھ لیجانے سے منع کردیا ہو یا راستہ خوفناک ہو اور راہ مین امانت تلف ہوجاوے تو اوسکو تاوان دینا پڑیگا اسیطرح اگر مودع نے اوسکی حفاظت سوا اپنے گھر والون کے اور لوگون سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہوجاوے تو ضمان نہ دیگا

ف ۱ قول مضارب کا بیان کتاب الجنایات مین اشارہ ہوگا اوسکی طرف انشاء اللہ تعالی

ف مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہوں کے نہوگا ھدایہ ص تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مودع نے باوجود قدرت ندی یا انکار کیا اگرچہ پھر اسکا اقرار بھی کیا ف یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب مال کے تو ضامن ہوجاویگا برابر ہے کہ پھر اسکا اقرار کرے یا نکرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ یہی حفاظت مالک کا طریقہ ہے اور اگر مودع نے مرتے وقت بیان نکیا امانت کو جب بھی ضامن ہوگا ص یا مودع نے اوس امانت کو ایسے مال میں اسطرح ملا دیا کہ تمیز نہیں ہوسکتی ف مثلاً امانت گیہوں تھے اور اسنے اپنے گیہوں میں اوسکو ملا دیا اور اگر خلاف جنس میں ملا دیگا جیسے جو کو گیہوں میں تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس میں ملا دے نزدیک امام صاحب کے اسی طرح نزدیک ابو یوسف کے مگر جب امانت کو اوسی جنس میں جو اکثر ہو اپنے امانت سے ملا دے تو اقل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل میں ملا دے کیونکہ اس صورت میں حق مالک کا نجاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمد کے نزدیک ہر حال میں شرکت ہوگی خواہ اقل میں ملا دیا اکثر میں کذا فی الاصل ص یا مودع نے امانت میں زیادتی کی اسطرح پر کہ اوسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیوں میں سے کچھ خرچ کیے پھر اوسنے اوسمیں شریک کر دیے یا جس گھر میں مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مودع نے اوسکے سوا دوسرے گھر میں حفاظت کی تو ان سب صورتوں میں مودع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مودع کے مال میں بخود بخود مل گئی تو دونوں اوسمیں شریک ہوجاوینگے اور اگر مودع نے امانت میں زیادتی کی پھر اوس زیادتی کو دور کر دیا تو ضمان بھی زائل ہوجاویگا ف جیسے امانت کو جس گھر میں مودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر میں رکھا بعد اوسکے پھر اوسی گھر میں رکھدیا تو ضمان زائل ہوجاویگا اور امام شافعی کے نزدیک زائل نہوگا ص اگر دو شریکوں نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مودع کو نہیں پہونچتا کہ اوسکا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے ف جب یہ ودیعت سوا مکیل اور موزون کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل و موزون ہو تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظم کے برخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ مودع کو ولایت تقسیم مال کی نہیں ہے کذا فی الاصل ص جب ایک چنا امانت رکھی دو مردوں کے پاس تو اگر وہ شے قابل قسمت نہیں ہے تو اون دونوں مردوں میں سے ہر ایک کو سلی حفاظت کر سکتا ہے بغیر دوسرے کے اذن کے اور جو قابل تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوسکے دو حصے کرکے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے ف اور صاحبین کے نزدیک یہاں بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے ص باوجود اسکے اگر ایک مودع نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہے کل مال پر کیونکہ مودع المودع ضامن نہیں ہوتا امام صاحب کے نزدیک تو اگر مودع نے منع کر دیا مودع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والوں کے سپرد نکرنا اور اوسنے دیا اوس شخص کو کہ اگر اوسکو نہ دیتا تو کچھ اسکا حرج نتھا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکو دیا کہ جسکے بغیر دیئے چارہ نتھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزیں جنکی عورتیں حفاظت کرتی ہیں اپنی بیوی کو دیں تو ضامن نہوگا جیسے ایک گھر میں کئی کوٹھریاں ہیں اور مودع نے ایک کوٹھری میں رکھنے کو کہا تھا اوسنے دوسری کوٹھری میں رکھا ف تو ضامن نہوگا کیونکہ ایک گھر کی سب کوٹھریاں حفاظت میں برابر ہیں البتہ اگر گھر بدل جاویگا تو ضامن ہوگا ص مگر جب دوسری کوٹھری میں جسمیں اوسنے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا ف جیسے اوسکا دروازہ بودا ہو دے

یا دیوار ٹوٹی ہووے ص تو البتہ ضامن ہوگا اور اگر مُودَع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اوس پر لازم آویگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا مُودَع سے لیوے خواہ مُودَع المُودَع سے لیکن اگر مُودَع المُودَع سے لیگا تو وہ مُودَع سے پھیر لیگا ص اور اگر غاصب نے شے مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اوسکے وہ شے اوس شخص کے پاس سے تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مُودَع الغاصب سے ف یعنی اوس شخص سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مُودَع سے تو وہ غاصب پر رجوع کر لیوے درمختار ص عمر کے پاس ہزار روپیہ زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور بکر نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور کسیکے پاس گواہ نہیں ہیں اور عمر دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمر کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کریں تو قرعہ نکال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمر نے نکول کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اوسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونوں کے ٹھہرینگے اور عمر پر ہزار روپیہ اور لازم آوینگے ف دلیل اسکی مع اور تفصیل کے اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان میں یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان میں عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی منع کرتے ہیں ماعون کو ماعون اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہمارے یہاں ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہیں عاریت لی تھیں صفوان سے غزوۂ حنین میں روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا ص عاریت کہتے ہیں نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہیں ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے دوسری تملیک عین بلا عوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلا عوض یہ عاریت ہے ف اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا مُعیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شے جو عاریت دیجاوے ص صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز میں نے تجکو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں نے تجھے کھانیکو دی ف یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا ص یا میں نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا میں نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور مُعیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے ف اگرچہ مُعیر نے اوسکا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اوسکا واجب ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کیا جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اوسکو ابوداود نے ابی امامہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اوسکی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اوسکی جسنے خیانت کی تیری روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود نے ابوہریرہ سے اور حسن کہا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور منکر جانا اوسکو ابوحاتم رازی نے ص اور بغیر زیادتی کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعی کے نزدیک تاوان لازم

آویگا **ص** مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اوسنے کرایہ دیا اور ہلاک ہوگئی تو معیر کو اختیار ہے کہ تاوان اوسکا یا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کرلیوے اگر اوسکو کرایہ لیتے وقت علم اسبات کا نہ ہو کہ یہ شے عاریت ہے مواجر پاس اگر ایک شے عاریت دی اور نفع اوٹھانے والے کو نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شے دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اوسکا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر **ف** یا مکان میں رہنا غلام سے خدمت لینا **ص** اور اگر معین کردیا اوس شخص کو جو اوس شے سے نفع لیوے **ف** جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اوٹھانا **ص** تو اگر استعمال اوسکا مختلف نہو تب مستعیر کو اوسکا عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسیطرح موجر کا حکم ہے **ف** یعنی جسوقت کوئی شے کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دیسکتا ہے برابر ہے کہ وہ شے مختلف الاستعمال ہو یا نہو اور اگر معین کردیا تو نہیں دیسکتا مگر اوس شے کو جو مختلف الاستعمال نہو ہے اور امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت میں جائز نہیں **ک** **ذا فی الاصل** **ص** تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے کوئی قید نہیں لگائی تو اوس شخص کو پہونچتا ہے کہ اوس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنیکے لیے دیوے اور خود سوار ہو اور دوسرے کو سوار کرادے اور جس کام کو کریگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا فعل کریگا تو ضامن ہوگا **ف** اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہیں کرسکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہیں سکتا **ص** اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت سے اور قسم سے تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جسوقت چاہے جسطرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کردیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے اوسکے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اوس سے برا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا بعد فراغ کے اوس جانور کو مالک کے آحطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اوس نوکر کے ساتھ جسکو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام یا ایسے نوکر کے ہمراہ روانہ کردیا جو وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہوگیا تو ضامن نہوگا **ف** اور جو نوکر ہمیشہ ملازم ہو تو اوسکے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہیں **ص** جیسے مستعیر شے مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت تھی معیر کے گھر میں دے آوے پھر وہ ہلاک ہوجاوے مالک کو پہونچنے سے پہلے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ شے نہایت نفیس نہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں لے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر لے آویگا تو ضامن ہوگا **ف** یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہے **ص** اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور تیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل **ہے ف** اسلیے کہ ان شیاء سے نفع حاصل نہیں ہوسکتا بدون استہلاک کے الا اوس صورت میں جب انتفاع کو معین کردیوے جیسے ایک روپیہ یا کچھ دینار درست کرنیکے لیے یا دوکان کی آرایش کے لیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں ہلاک ہوجاوینگی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اوسپر لازم آویگا **ک** **ذا فی الاصل** **ص** صحیح ہے عاریت لینا زمین کا واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہے کہ جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے

واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اوسکا ضامن نہوگا اگر عاریت کیوقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت مقرر کر دیا ہو اور قبل وقت کے اوسکے کھودنے کا حکم کرے تو جسقدر قیمت اوس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاویگی اوسکا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہے کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے ف کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہے اور وہ حرام ہے ص اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو نہیں پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنے لیے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو ف اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہے تو اس حکم میں رعایت طرفین کی ہے بخلاف درخت یا مکان کے کہ اوسکی کچھ نہایت نہیں ہے ص شی مستعار اور مستاجر اور غصوب کی رد کی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہے ف مستاجر پر اجرت رد کی واجب نہیں بلکہ اوسپر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضرور ہے ص جب ایک شخص نے زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کو دستاویز میں یوں لکھے کہ تو نے مجکو زمین کھانے کے لیے دی نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے کے ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک یوں ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم

کتاب الھبۃ

ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپسمیں تا محبت زیادہ ہو آپسمیں روایت کیا اوسکو بخاری نے ادب مفرد میں ابوہریرہ رضی سے اور ابو یعلی نے باسناد حسن سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے موطا میں عطاء سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور روایت کیا بزار نے انس رضی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپسمیں ہدیہ بھیجو اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینہ کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا ص ہبہ کہتے ہیں ایک شی کا مالک کر دینا غیر کو بغیر عوض کے ف اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے ص صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وَھَبْتُ ہبہ کیا مینے نَحَلْتُ عطا کیا مینے ف اسلیے کہ وہبت صریح ہے معنی ہبہ میں اور نحل بھی مستعمل ہے ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلتہ مثل ھذا کیا سب لڑکوں کو دیا تو نے اسی طرح ص اَعْطَیْتُ عطا کیا مینے اَطْعَمْتُکَ ھٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا مینے تجھے یہ کھانا ف اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہ اَطْعَمْتُکَ ھٰذَا الْاَرْضَ تو عاریت ہے جیسا کہ گذرا کذا فی الاصل ص جَعَلْتُ ھٰذَا لَکَ اسکو مینے تیرے لیے کر دیا اور اَعْمَرْتُکَ اور جَعَلْتُ لَکَ عُمْرٰی مینے چیز تجھے بطور عمریٰ دی یعنی عمر بھر کو دی ف عُمریٰ یہ ہے کہ ایک شے کسیکو مدت العمر اوسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو میں پھیر لونگا سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا شرط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطین باطل ہو جاتی ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسیکو عمریٰ دیوے تو وہ چیز عمر کی اوسکی ہے اور اوسکے بعد اوسکے وارثوں کی روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابر رضی سے برخلاف اوس صورت کے کہ واری لک عمری سکنیٰ کہے کیونکہ قول اوسکا سکنیٰ عاریت ہے کذا فی الاصل ص حَمَلْتُکَ عَلٰی ھٰذِہِ الدَّابَّۃِ مینے تجھکو اوٹھایا

اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کسوتک ھذا الثوب پہنایا سینے تجلویہ کپڑا داری لک ھبۃ تسکنھا میرا گھر تیرا ہے موہوب ہوکر اومین ہوگا تو اور اگر یون کہے کہ داری لک ھبۃ سکنی تو عاریت ہوجاویگا کیونکہ اسصورت مین لفظ سکنی کا تمیز ہوگا یا یون کہے سکنی ھبۃ اسواسطے کہ ہبہ حال ہوگا سکنی سے جب بھی عاریت ہوگا اسی طرح تخلی سکنی اور سکنی صدقۃ اور صدقۃ عاریۃ اور عاریۃ ھبۃ تین بھی عاریت ہوگا ف تخلی سکنی کے معنی دیا سینے تجلویہ گھر نے کرا زروے سکونت کے اور سکنی صدقۃ یعنی گھر میرا تیرے لیے ہے بطریق سکنی کے حال انکہ وہ سکنی صدقہ ہے اور صدقۃ عاریۃ یعنی گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عاریۃ ھبۃ یعنی گھر میرا تیرے لیے ہے بطور عاریت کے حال انکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنی ہبہ منافع مراد ہے نہ ہبہ عین کذا فی الاصل ص اور تمام ہوتا ہے ہبہ قبض کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین جائز ہوتا ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے قول سے ابراہیم نخعی کے اور مراد اس سے یہ ہے کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہوجاتا ہے ھدایہ ص مراد قبض کامل سے یہ ہے کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہے جو اوسکے مناسب ہے اور غیر منقول مین جو اوسکے مناسب ہو تو گھر کی کنجیون پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہے اوسمین قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاویگا تو صحیح ہے اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضروری ہے صحیح ہے ہبہ کرنا اوس مشاع کا جو قابل قسمت نہین ہے ف مشاع اوس شے کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہو اور اوسکی قسمت نہوئی ہو ص جیسے چلی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتی تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب کو اور وہ موہوب لہ نے اوسپر قبضہ کرلیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتا ہے ص اور نہین صحیح ہوتا ہے ہبہ اوس مشاع کا جو قابل تقسیم ہے ف قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اوسپر قبضہ کرلیوے ص اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جانتا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہوجاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اوسکے بعض غیر عین مین رجوع کیا یا بعض غیر عین کسی اور کا کلا برخلاف زفر کے کہ وہان شیوع طاری بھی مفسد ہے ص تو اگر واہب نے اوسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب کو تو ہبہ صحیح ہوجاویگا ف یعنی پہلے اوسنے نصف شائع ہبہ کیا پھر تقسیم کرکے تسلیم کردیا تو ہبہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ تمامی ہبہ قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نہ تھا ص اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر آٹا یا تلون کے اندر تیل نہین جائز ہے اگرچہ گیہون پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکال کر دیدیوے ف یا دودھ مین سے گھی نکالکر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم تھین وقت ہبہ کے تو انکا ہبہ بطرح جائز نہوگا برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل ص اور ہبہ دودھ کا تھن مین اور اون کا بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختون کا زمین مین اور کھجور کا درخت مین ناجائز ہے مثل مشاع کے ف یعنی اگر ان چیزون کو بعد ہبہ کے جدا کرکے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگا مثل مشاع کے ص ہبہ اوس چیز کا جو موہوب لہ کے پاس ہے ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہو در مختار ص بغیر قبضہ

جدید کے تمام ہوجاویگا ف یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہیں کہ اوسپر دوسری مرتبہ قبضۂ جدید کرے ص اگر باپ ف یا جو شخص جسکو ولایت ہو بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمیں داخل ہیں جب باپ نہو بشرطیکہ صغیر اونکے عیال میں ہو وے درمختار ص اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شے ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگا نہ اسمیں قبول کی حاجت ہے نہ قبض کی ف اسواسطے کہ اولی کا قبضہ مثل قبضۂ موہوب لہ کے شمار کیا جاویگا درمختار ص اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگا خود اوس صغیر کے قبضے سے اگر وہ عاقل ہو ف یعنی تمییل مال کو سمجھتا ہو وے درمختار ص یا اوسکے باپ کے قبضے سے یا اوسکے دادا کے قبضے سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا ماں کے قبضہ کرنیسے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہو وے ف یعنی اوسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اوسکی پرورش میں نہو وے تو اوسکا قبضہ کافی نہوگا ص یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اوس صغیر کی پرورش کرتا ہو اور وہ لڑکا اوسی کے پاس ہو اور اگر ایک شے ہبہ کی صغیرہ کے لیے اور اوسکی طرف سے اوسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد زفاف کے ہو وے ف اور قبل زفاف کے صحیح نہیں درمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں بعد نکاح کے ص دو آدمیوں نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہیں ہے اور اسکا اولٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے ف اسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہیں رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصوں پاس اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہاں ہر ایک کے دین کے بدلے میں کل شی محبوس رہیگی کذا فی الاصل ص جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو فقیروں کو تو درست نہیں اور دو فقیروں کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے ف اور صاحبین کے نزدیک اول صورت میں بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ میں دو شخصوں کو دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ تو نگروں کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہوگئے اور وہ موہوب ہے شیوع کو برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیروں پر کیونکہ وہ در اصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ السلام نے وقسمت پر تنا ہے اول الف میں حذف اتفاقی کے قبل اسکے کہ پڑے الف میں فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہیں ملی واللہ اعلم

باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان میں ص

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا زیادہ حقدار اپنی شے موہوب کا جب تک نہ بدلا پاوے اوسکا ف روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کہا ابن عمر سے ص اور امام شافعی کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ میں مگر باپ اوس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو ف روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور ابن حبان اور حاکم نے ص ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دوسروں کو سزاوار نہیں کہ رجوع کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے ف

یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعی میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اوسمیں کہ بچنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے پھرنے والا اپنی ہبہ میں جیسے کتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی سے دُرِّ مختار وغیرہ

ص لیکن رجوع کے ساتھ موانع ہیں جو دمع خرقہ میں مجتمع ہیں ف سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفی نے تسہیل ضبط کے واسطے اون موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفوں میں کر دیا ہے یعنی اس عبارت سے یہ ہیں کہ آنسو نے زخمی کر ڈالا اوسکو خرق یعنی طمع نے تو لو یا آنسو کو برچھی کے سامنہ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی ص تو دال سے مراد وہ زیادت ہے ف جو نفس شے موہوب میں ہووے اور اوسکے سبب سے قیمت شے موہوب کی بڑھ جاوے اور ص متصل ہووے شے موہوب سے ف یعنی جدا ہونا اوس زیادت کا شے موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قیاس بسطے اسکا کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شے موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو فرخ نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شے موہوب کا نرخ بڑھ جانے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کا موجب ہے جیسے طوائف حبش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں ص جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا ف کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی بعد اوسکے موہوب لہ نے اوسمیں عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہوگا فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت بیت معتد بہ نہو یا نقصان میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دوکان نہایت چھوٹی بنائے تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اوسکا چھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی بڑی اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ خام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکی ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑ کے دوسرے قطعہ میں رجوع جائز ہوگا انتہی غایۃ الاوطار ص اور قرمہی یعنی مونا ہو جانا شے موہوب کا ف اور خوصورتی اور درخت اور رنگ اور شوب پرانا کپڑے پر یعنی وہ دھلوانے جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور تگڑا ہونا بچہ اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اوسکا اور معاف ہو جانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرات کی اور لکھنے اعراب صحف کی اور انتقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اوسکی قیمت زیادہ ہو جاوے درِّ مختار

ص نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے شے موہوب سے ف کہ وہ مانع رجوع نہیں ص جیسے بچہ ہونا شے موہوب کا ف اور پھل درخت کا تو اس صورت میں واہب اصل شے کو پھیر لیوے نہ زیادت کو درِّ مختار ص اور میم سے مراد ہے مرجانا واہب کا یا موہوب لہ کا ف بعد قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مر گیا تو عقد ہبہ باطل ہو جاویگا درِّ مختار ص اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ کے بدلے میں موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے بشرطیکہ اوس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو ف مثلاً موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اوسکے ہبہ کا عوض ہے اور واہب نے اوس پر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہو جاویگا اسواسطے

کہ ہبہ بالعوض انتہاءً بیع ہے ص اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کیطرف سے واہب کو عوض اوسکے ہبہ کا دیوے کیکر کہ تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اوسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہوجاویگا اور اگر عوض ہبہ بیگی اضافت طرف ہبہ کے نکی ف یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہوجاتا کہ یہ پیسے ہبہ کا عوض ہے ص تو ہر ایک واہب اور موہوب اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور شے سے مراد یہ ہے کہ وہ شے موہوب ملک سے موہوب لہ کے خارج ہوجاوے ف مثلاً موہوب لہ اوس کو فروخت کرڈالے یا کسی اور کو ہبہ کردیوے تو اگر موہوب لہ اپنے موہوب لہ سے بعد ہبہ کے اوس شے کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہے اوسی طرح اگر موہوب لہ نے نصف شے موہوب فروخت کرڈالی تو نصف باقی مین واہب رجوع کرسکتا ہے درمختار بغنا ص اور زائے معجمہ سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے ف یعنی جسوقت ہبہ ہوا ہے اوسوقت واہب اور موہوب مین علاقہ زوجیت ہونا مثلاً خاوند بیوی کو کوئی شے ہبہ کرے یا چور و خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید بواسطے لگائی کہ ص اگر ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اوس سے نکاح کیا تو رجوع کرسکتا ہے ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نتھی ص اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اوس عورت کو جدا کردیا تو پھیر لینا شے موہوب کا جائز نہین ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتین ہین اگر چور و خاوند کو ہبہ کرے اون مین بھی یہی حکم ہے ص اور قاف سے مراد قرابت محرمیت ہے ف یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہوجاوے تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہو جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے ص اور شے سے مراد ہلاک ہونا شے موہوب کا ہے ف ہلاک سے تلف ہوجانا اوس شے کی ذات کا یا اوسکے عامہ منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو خروج عن الملک کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد نہوگا ص اگر عوض لینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکالا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر سکتا ہے اور اگر عوض مین آدھا کسی اور کا نکالا تو واہب نہین کرسکتا کہ آدھا موہوب واپس لیلیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اوسکے پاس باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا کل موہوب واپس لے لیوے یا اوسی آدھے عوض پر قناعت کرے ف اور امام زفر کے نزدیک اس صورت مین آدھا موہوب پھیر سکتا ہے اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے ص اگر موہوب لہ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جسکا عوض نہین پہونچا پھیر لے سکتا ہے اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب کو فروخت کرڈالا تو واہب نصف باقی مین رجوع کرسکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہ نے اوسمین سے کچھ بھی فروخت کیا ہوے ف اسواسطے کہ اسصورت مین واہب کو کل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولی پھیر لے سکیگا ص اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونون کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے ف اسلیے کہ رجوع فی الہبہ مین اختلاف ہے مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہوگا ص پس اگر موہوب کو آزاد کردیا موہوب لہ نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہوجاویگی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو رہن رکھا واہب سے بعد رجوع کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہین کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہوگیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر تلف ہوگیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ضمان نہین ہے البتہ جب بعد حکم قاضی کے موہوب لہ موہوب کو روک سکے یعنی باوصف طلب نہ دیوے تو تاوان اوس پر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر ص اور ہبہ مین جب رجوع

قضاے قاضی سے ہوجاے یا بتراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبہ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اسیواسطے قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین ف اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کریگا تو بنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اوسمین رجوع کرنا جائز نہوگا گذا فی الوطواوی عن البدائع ص اور صحیح ہی رجوع مشاع مین ف یعنی ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہین لیکن رجوع فی الہبہ مشاع مین درست ہی اسلیے کہ رجوع فسخ ہی اصل ہبہ کا نہ ہبہ ثانی صورت اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے مین رجوع کرے ص اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہ نے اوسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان بھر نہین سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہی معاوضے کا تو اوسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کے شرط پر ف اسکو عربی مین ہبہ بشرط العوض کہتے ہین مثلاً یون کہا کہ مین ہبہ کرتا ہون تجکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہی اسمین کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا مین ص ابتدا مین ہبہ ہی تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض مجلس بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے ف جب موہوب قابل قسمت کے ہووے ص اور انتہا مین یہ ہبہ بیع ہی پس پھر سکتا ہی بسبب عیب کے اور خیار الرویت کے اور ثابت ہوگا اوسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہی ابتدا اور انتہا دونون مین ف اور دلیل ہماری اور اونکی مذکور ہی ہدایہ اور اصل کتاب مین

فصل مسائل متفرقہ ہبہ کے

جسنے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اوسکے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اوسکو آزاد کر دیوے یا اپنی ام ولد بنا دے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اسمین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتون مین ہبہ صحیح ہی اور اول صورت مین حمل کا استثنا اور باقی صورتون مین شرط باطل ہی اور اگر اوسنے آزاد کر دیا اور لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہی ف اسواسطے کہ حمل واہب کی ملک نرہا تو جب اوسکی ماں کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثناے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہی تو یہ بھی جائز ہوگا ص اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اوسکی ماں کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی ف یا کہے کہ مجکو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی ھدایہ ص تو یہ قول باطل ہی ف اسواسطے کہ ابراے دین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہی ص درست ہی ہبہ عُمریٰ اور وہ عمر کا ہوگا اوسکی زندگی تک اور بعد اوسکے اوسکے وارثون کا ہوگا اور عُمریٰ کہتے ہین ایک شخص کو اپنا گھر دینا اوسکی مدت العمر تک اس شرط پر کہ جب معمرلہ مرجاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہوجاوے ف تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدت العمر تک کی باطل ہوجاویگی بلکہ وہ گھر معمرلہ کا تا بحالت حیات مملوک رہیگا اور بعد اوسکی موت کے اوسکے وارثون کا ہوگا صحیح مسلم مین ہی کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کرو اوسکو سو بیشک جسنے کیا عمریٰ سو وہ اوسکا ہی جسکو دیا گیا جیتے اور مرے اوسکے اور اوسکے وارثون کا اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت مین ہی کہ جو چیز عمریٰ دی گئی تو وہ معمر کے وارثون کی ہی گذا فی بلوغ المرام ص اور باطل ہی

ہبہ قبضی وہ یہ ہے کہ اگر میں مرجاؤں پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہے اور جو تو مرجاوے تو پھر وہ چیز میری ہوجاویگی **ف** رقبی مشتق ہے رقوب سے جسکے معنی انتظار کے ہیں گویا ہر ایک اون دونوں میں سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اور یہ باطل ہے نزدیک طرفین کے اور نزدیک ابو یوسف کے صحیح ہے اور شرط باطل ہے **کذا فی الاصل ص** صدقے کا یہ ہے کہ صحیح نہیں ہے بغیر قبضے کے اور نہ اوس شائع میں جو قابل قسمت ہے مثلاً اگر صدقہ کیا ایک شخص نے مشترک القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہیں البتہ اگر ایک شخص دو فقیروں کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے میں رجوع درست نہیں ہے **ف** کیونکہ صدقہ کا عوض ثواب ہے اور وہ متصدق کو حاصل ہوگیا برخلاف ہبہ کے **مسائل ملحقہ** اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک میں بطور عاریتی ہے اور یہ قرضہ اصل میں دوسرے شخص کا ہے تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اور مقرلہ اوس میں کو کہ سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ جو فلاں شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے دو شخصوں نے باہم صلح کرلی اس امر پر کہ عطائے سلطانی میں دفتر سرکار میں ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطائے سلطانی اوسی کی ہوگی جسکا نام دفتر سرکار میں مرقوم ہے ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیوں کی اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ خوانوں پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہیں کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اوسمیں سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کے بلی یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہے جوہر دہین ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اوسمیں یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھدینا تو مکتوب الیہ کو اوس خط کا پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پشت پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ اوس خط کا مالک ہوجاویگا حاکم کو جبر نہیں پہونچتا ادائے زکوۃ غیر سوائم اور نذور اور کفارے پر دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو تو درست ہے بخلاف دائن کو رجوع اوس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہو درست نہیں ہے عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اوس پر ظلم چھوڑ دیوے یا اوسکو جیل کرالاوے اور خاوند نے ایفائے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہو گا **کذا فی الدر المختار وشرحہ من الخطاب والشامی**

الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ خدا کے فضل و کرم سے تیسری تاریخ رمضان شریف سنہ ۱۲۹۱ ہجری روز چہارشنبہ کو تمام ہوئی اب عنقریب ترجمہ چوتھی جلد کا شروع ہوتا ہے خدائے تعالیٰ سے امید یہ ہے کہ اوسکے اتمام کی بھی جلد توفیق دیکر بقبول فرماوے اور اس کتاب کو آخرت میں ذریعہ مغفرت اور حصول ثواب گردانے فقط

تمت

شکر و احسان خداوند وہاب کہ یہ کتاب برکت انتساب واسطے افادۂ طلبای شائقین کے نہایت سعی و کوشش سے باہتمام راجی عفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور اوائل شعبان المعظم سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں چھپکر تمام ہوئی

وجہ مہر و دستخط بر خاتمہ

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع نظامی واقع کانپور میں چھپی ہوئی ہو مہر و دستخط مہتمم کے ثبت کیے گئے فقط

محمد روشن خان حنفی سنہ ۱۲۹۱

محمد عبد الرحمن بن حاجی

ما شاء الله لا قوة الا بالله

از احسن تالیفات یگانهٔ دوران و یکتای جهان مولانا حاجی وحید الزمان ادام الله المنان جلد سوم

شرح وقایه

ترجمهٔ اردوی نور الهدایه

باهتمام رئیس عمدة الاعیان محمد عبد الرحمن خان صاحب و حاجی محمد عثمان جان صاحب زید مجدهما و برادر اعظم محمد مصطفی خان سردار

در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید

۱۲۹۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

ہندی مین اجارہ کو ٹھیکا اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ کہتے ہین جو شخص اپنی چیز کو کرایہ مین دیوے اوسکو مؤجر اور جو کرایہ کو لیوے اوسکو مستاجر کہتے ہین **ص** لغت مین اجارہ کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہین اور اصطلاح شرع مین اجارہ بیع ہی ایک نفع معلوم کے بدلے مین ایک عوض معلوم کے برابر ہی کہ وہ عوض عین ہو **ف** جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ **ص** یا دین ہووے **ف** جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ **مترجم** کہتا ہی یہ جو تعریف مصنف نے اجارہ کی بیان کی ناقص ہی اسواسطے کہ اجارہ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہی حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہی اسلیے صاحب مختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع مقصود ہو اوس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرایش و زیبایش کے لیے یا گھوڑا کو تول چلانے کے لیے یا غلام و خادم جلو مین چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ یہ مستاجر کی ملک ہین کہ یہ اجارہ فاسد ہی موجب کو اسمین اجرت نہ ملیگی اجارہ جائز ہی تعاطی سے جہان پر ایک دو تو سمین ہووے مثل بیع کے جیسے ناؤ کی سواری کی اجرت یا حجام کی مزدوری یا صد یا حمام یا سقے کی اجرت عقد کی آیین کچھ حاجت نہین درمختار وطحطاوی **ص** اور منفعت معلوم ہونی ہی مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھرون مین رہنے اور زمین مین کھیتی کرنے کی فلان مدت تک برابر ہی کہ وہ مدت طویل ہووے کم **ف** اور بعضون نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھی لیکن مفتی بہ وہی ہی جو متن مین ہی **ص** البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہین یہی مختار ہی اسلیے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نہ کرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارہ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہا نے جائز کہا ہی جائز نہوگا معاف کرے اللہ خطا اونکی **ف** صدر الشریعۃ کی غرض اس مقام سے رد کرنی ہی اور پر اون فقہا کے جنھون نے واسطے اجارہ طویلہ کے اراضی وقف مین ایک حیلہ نکالا ہی وہ یہ ہی کہ اجارہ مشتمل ہو

کئی عقدون پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارہ کی بہت طویل ہوسکتی ہے اور جب ایک عقد ختم ہوجاویگا تو دوسرا عقد شروع ہوجاویگا اور یہی حیلہ ہے اون لوگون کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف مین ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھتے شارح نے اس قول کو اسطرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ ایسا نہو کہ مستاجر بعد عقد ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف مین دعوی ملک کرے اور وقف ضائع ہوجاوے اور یہ وجہ اس صورت مین بھی پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویلہ جائز نہوا تو فسخ ہوجاویگا کل مدت مین یعنی تین سال مین صحیح رہیگا نہ زیادہ مین اور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہے تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم

ص اور کبھی منفعت معلوم ہوتی ہے کار کے بیان کرنے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا سیاہی اوٹھلوائی جسکا مقدار معلوم ہووے ایک مسافت معین تک

ف یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہووے تو اجارہ فاسد ہے اور دھلوائی اور رنگوائی کو اور اسطرح زرگری وغیرہ کو اسطرح بیان کردینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہووے مثلاً رنگوائی مین کپڑے کا بیان اور اوسکی قسم کا کہ زرد ہے سبز ہے معلوم ہونا ضرور ہے اسی طرح سلوائی مین دوخت کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ایسا ہی دھلوائی مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے واللہ اعلم

ص اور کبھی منفعت معلوم ہوجاتی ہے اشارے سے جیسے ایک چیز کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو فلان جگہ تک پہونچادے اور اجارت صرف عقد اجارے سے واجب نہین ہوتی ف اور شافعی کے نزدیک صرف عقد اجارے سے واجب ہوجاتی ہے ص بلکہ جب مستاجر اجارت کو پیشگی دیدیوے

بلا شرط ف یعنی شرط اجارہ مین نہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی بلکہ از خود مستاجر جلدی کرکے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب ہوجاتی ہے اس معنی کرکے کہ پھر مستاجر اوسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہوگئی ہو یا مستاجر نفع اوٹھالے

یا قدرت نفع اوٹھانے کی پوری ہوجاوے ف جب موجر مستاجر کو اجارے کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کے

کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت مین اگرچہ مستاجر اوس سے نفع نہ اوٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اجرت اوسپر لازم ہوگی الا تین صورتون مین ایک اجارۂ فاسدہ مین قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہین آتی بلکہ جب اوس سے نفع اوٹھاوے دوسری جب جانور خاص شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہین ہوا تیسری یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اوسکو چند سال تک رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت صرف اتنے دنون تک کی لازم ہوگی جہان تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اوسکے بعد کی لازم نہ آویگی اشباہ

ص جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے مین کرلیا اور اوسمین سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گذرنے مدت کے

اور جو مدت اجارہ مین اوس گھر کو کرایہ دار سے کسینے جبراً چھین لیا تو جس مدت تک وہ گھر اوسکے پاس سے نکل کے غاصب پاس رہا ہے اوسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف الا اوس صورت مین کہ اوس غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ کو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے اور اوسنے خود نہ نکالا تو اون دنون کی بھی اجرت دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے

اور جانور کا ہر منزل پر لیوے ف یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہووے وبلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل

یا تاخیر کا بیان ہوگیا اب جو کچھ تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق درمختار ص اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لیگا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہوگئی تو مزدوری اوسکی ساقط ہوجاویگی درمختار ص اگرچہ سلائی کا کام درزی نے ستا جر کے گھر مین کیا ہو ف یہ اسوقت کہا کہ خیاط نے اگر کام ستاجر کے گھر مین کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہوگیا تو اوسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی کذا فی الاصل ف اسیطرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانیکے گرگئی تو اجرت اوسکی واجب ہوگی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اس بات کے درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اوسکی سیون اودھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیون اودھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے کذا فی المحیط ص اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جبکہ ٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جلجاوے بعد نکال لینے کے تو اوسکو اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اوسکو نہ ملیگی اور دونون صورتون مین نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک نان پز پر مالک کا جسقدر آٹا تھا حوالے کیے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر لیکانے کی مزدوری اوسکو دیدیوے یہ خلاف صرف صورت اول مین ہے اور لیکن صورت ثانی مین یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جاوے تو بالاتفاق اوسکو مزدوری نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا یہ حکم جب تھا کہ روٹی ستاجر کے گھر مین پکائی جاتی ہووے اور جو اوسکے گھر مین نہ پکتی ہووے تو جل جاوے یا چوری جاوے کی صورت مین باتفاق مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے درمختار ص اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے کہ لکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا دالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا درمختار ص اور کچی نیند پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹین کھڑی کردیوے ف یعنی الگ الگ بناکر ڈال دیوے یہ قول امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک تشریح کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگادینے کے بعد واجب ہوگی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے درمختار ص جو اجیر کہ اسکے کام کا اثر موجود ہو اوس شی مین جیسے رنگریز اور دھوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدی سے دھوے ف کہ ان دونون کے کام کا اثر کپڑے مین موجود ہے جلادی یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور بعضون کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت مین وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کردیتا ہے اور نشاستہ وغیرہ نہین لگاتا اسی حکم مین داخل ہے درمختار مین ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ص ان سب کو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنیکے لیے جائز ہے تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روکنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو اونکے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے ان لوگون سے اوس چیز کی قیمت کا جو قبل اوس عمل کے تھی تو مزدوری نہ دیوے یا اوس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اوس

شی مین نہووے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملاح یا کپڑا پھینچنے والا جو صرف پانی مین ڈبا کر لادیوے تو ان لوگون کو چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہین پہونچتا **ف** تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہوگئی تو ضمان دینگے مثل غاصب کے درمختار **ص** البتہ جو غلام بھاگے ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کے لیے اوس غلام کو روک سکتا ہے **ف** اگرچہ اوسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہین جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل مالک کے تھا تو لانے والے نے گویا اوسکو چلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفر کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین برابر ہے کہ اوسکے کام کا اثر اوس چیز مین ہووے یا نہووے کذا فی الاصل **ص** اگر مالک مال نے اجیر سے قید سات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کریگا تو اوسکو اختیار ہے کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگادی تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین **ف** مگر دایہ کہ اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور بلا شرط ہر طرح سے درمختار **ص** ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اسبات کا کہ زید کے اہل و عیال کو لے آوینگا **ف** مثلاً بصرہ سے جاکر اور جب بصرہ مین گیا **ص** تو بعض اہل و عیال اوسکے مر گئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اونکو لیکر آیا اسصورت مین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہونچادے اجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس کر لایا اسصورت مین عمرو کو اجرت نہ ملیگی **ف** یہی حکم ہے اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پہونچانے کے لیے اور اوسکے مرجانے کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے کہ اجرت نہ ملیگی نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمد رح کے خط مین اوسکو اجرت جانے کی ملیگی یعنی نصف پوری اجرت کی اور کھانے مین کچھ نہ ملیگا کذا فی الاصل ملخصاً وی مین ہے کہ یہ حکم جب ہے کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونون کو کہا ہووے اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہے اور امام محمد رح کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین انتہی مختصراً **ص** صحیح ذکر کیا ہے گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نکرے اوس کام کا جو اوسمین کریگا **ف** اسواسطے کہ عمل سے متعارف ان دونون مین سکونت ہے تو مطلق منصرف ہوگا طرف متعارف کے کذا فی الاصل **ص** اور کرایہ دار کو جائز ہے کہ گھر اور دکان یا مکان مین جو کام چاہے کرے مگر وہ کام جس سے عمارت رست ہوجاتی ہے جیسے دھانی وغیرہ **ف** اور لوہاری اور آٹا پیسوانی کہ ان کاموں سے عمارت مین نقصان آتا ہے تو بدون رضامندی مالک کے یا ان چیزون کی شرط ہوجانے سے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو اختیار ہے کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسیکو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ جن سے عمارت مین نقصان ہوتا ہے نہ رکھے درمختار **ص** اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہے پھر جب مدت اجارہ تمام ہوجاوے تو مستاجر کو لازم ہے کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جب کہ مالک زمین کا اوس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھود جانے کے ہوتی ہے راضی ہوجاوے تو جبراً اوسقدر قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہے اگر کھودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو اور اوسکا نقصان نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہے یا مالک زمین کا راضی ہوجاوے اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت مستاجر کے

ل
یہی حکم ہے جو ہوا پانی یا بھانڈے کے اوندھے کرنے سے اوندھی کی جاتی ہے اگرچہ اوسکو اوندھا کرنا نہ کہا ہو پر فوقی کا ہونا ضرور ہے

ف لیکن عمارت اور درخت کار ہنے دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونوں کو پہونچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیویں اور زر کرایہ قیمت زمین پر جو بغیر عمارت ہوے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہوے تقسیم کرکے بقدر اپنے اپنے حصہ کے بانٹ لیویں درمختار ص اور رطبہ کا حکم ف رطبہ ملا ہین درخت اور گھاس کے ہے مراد یہان رطبہ سے وہ چیز ہے جسکو ایک مرتبہ بوہین تو جڑ اوسکی ہمیشہ زمین مین باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول توڑنے اور بیچتے جاوین ص مثل درخت کے ہے ف یعنی مستاجر رطبہ او کھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اسلیے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہین ہوتی تو مثل درخت کے ہوگئی کہ اوسکا او کھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہوگئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہین آیا تو مستاجر پر جبر نہ کیا جاویگا کھیت او کھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی اور اسی کھیتی کے حکم مین ہین وہ ترکاریان جنکی ایک انتہا ہے جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار ص اگر ایک جانور سواری کو لایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اوسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہوگا اسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پونہچاتا ہے اور بھاری دبی ہے جو فن سواری کو جانتا ہو وکذا فی الاصل ص اور اگر مقدر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مرگیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے ف مثلاً تین من لادنا ٹھہرا تھا اور اوسنے چار من لادا اوس سے جانور مرگیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اوسقدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اوسقدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھایا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا یا بہت سے کپڑے اپنے اوپر لادلیے ان سب صورتون مین کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار ص اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو مارا یا اوسکے لگام کھینچی اور جانور ہلاک ہوگیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان نہوگا مگر جب کہ ایسی مار مارے یا اسطرح لگام کھینچے جو موافق دستور کے نہو ف اسی پر فتوی ہے اور امام نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اوسکو ہرگز نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب مین جو تادیب سے زیادہ ہے یعنی ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے موجود پر مارے درمختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ لیا ایک مقام معین تک آنے جانے کے لیے اور اوس مقام سے آگے لے گیا بعد اوسکے پھر اوسی مقام تک پھیر لایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو اوسکو ضمان دینا ہوگا ف یہی حکم ہے عاریت مین اور بعضون کے نزدیک ضمان جب ہے کہ فقط جانے کے لیے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانے کے لیے لیا ہو تو تاوان نہین ہے لیکن صحیح قول اول ہے کہ دونون صورتون مین

ضمان ہے صدر الشریعۃ نے کہا کہ اگر جانور اوس مقام مین آنکر ہلاک ہوگیا اور یقین ہو اس بات کا کہ اسکی ہلاکت مین اوس مقام سے آگے جانے کو دخل نہین ہے تو فتوی ہوگا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اسکا یقین نہین ہو بلکہ احتمال ہے کہ آگے جانے کو اوسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی ضمان آنے پر ہے انتہی مختصرا **ص** اگر ایک گدھا کرایہ لیا جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اوسکا زین اوتار کے پالان اوسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا برابر ہے کہ اوس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اوس زین کو اوتار کر دوسرا زین اوسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے کہ اوس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہین کسا جاتا ہے تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہے تو ضمان نہ ہوگا مگر جب بوجھ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہے **ف** یعنی جب پالان اس قسم کا ہو ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہے تو ضمان نہین ہے مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص کو بوجھ لیچلنے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لے کر وہ رستہ اختیار کیا جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے رستہ سے گیا اور دونون رستون مین فرق تھا **ف** مثلاً مالک کا رستہ مقرر کیا ہوا مامون اور محفوظ تھا اور مزدور کا رستہ پر خوف و خطر یا دشوار گذار تھا **ص** یا مزدور جس رستہ گیا اوسمین لوگ آمد و رفت نہین کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے رستہ جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے رستہ گیا اور مال و اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا **ف** اور جو دونون رستون مین کچھ فرق نہووے تو ضامن نہوگا ھدایہ **ص** اور اگر بایں ہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پونہچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہون بونے کے لیے اور بجاے اوسمین رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانے سے ہوگا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہوگیا اور غاصب پر صرف تاوان ہے **ص** جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتہ سینے کے لیے اور اوسنے قباسی ڈالی تو مالک کو اختیار ہے خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جسقدر کرتہ کی سلائی مقرر ہوئی تھی اوس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارہ فاسدہ مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر رنگنے کو کہا اور اوسنے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اوتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہین اور چاہے اپنے سفید کپڑے دام لیوے اسطرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہووے سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا قمیص کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو

قطع کر لیکہ درم کی مزدوری پر اور اوسکو ہی دے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیری قمیص کیواسطے کافی نہین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے دھوکا دیا سائبان اور تراسیدان مین یہان تک کہ مال تلف ہوگیا چوری یا بارش سے اگر وہان چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہے تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے اہل بازار مین سے دوسرے تاجر کا مال بعد یا بغیر تقرر اجرت کے بعد اوسکے اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہین ظاہر الروایۃ مین اگر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہین ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر اسمدام کرایہ ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے ط و در مختار

باب اجارۂ فاسدہ کے بیان مین

اجارہ فاسد ہوجاتا ہے شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے ف یعنی اوس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہوجاوے جب بھی کرایہ ساقط نہو گا یا پن چکی کا پانی بند ہوجاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو وہی شروط فاسد کرتے ہین جو بیع کو جیسے مجہول اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہو اوسکے باین طور کہ اپنے گھر مین سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہوگیا ہو جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض مین فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مرگیا اگر اجارہ دیا شائع مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اوسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اجرت شی مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہان تک پونہچے اجارۂ فاسدہ جدا ہے اجارۂ باطلہ اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اوپر گذرا یعنی اصل اوسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بابت نوحہ گری یا تصویر سازی کے لیے تو اجارۂ باطلہ مین مطلق اجرت واجب نہین اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے ط و در مختار ملخصاً ص اور اس اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی کے نزدیک جہان تک پونہچے اجرت مثل واجب ہوگی بیسے بیع فاسد مین قیمت مبیع کی جہان تک پونہچے واجب ہوتی ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہین فی نفسہا بلکہ متقوم ہوجاتے ہین بسبب عقد کے اور عقد مین خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر مسمی سے ساقط کر دیا ہے کذا فی الاصل ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے مین اجارہ صحیح ہوگا ف اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے یا دس در مختار ص اور جس مہینے کے اول مین ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اوسمین بھی اجارہ صحیح ہوگا ف یہ مذہب بعض مشائخ کا کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ کا ہے جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اوس مہینے مین بھی

ف وہ شرط جو مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب ہوجاوے جب بھی کرایہ ساقط نہو گا یا پن چکی کا پانی بند ہوجاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو وہی شروط فاسد کرتے ہین جو بیع کو جیسے مجہول اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہو اوسکے باین طور کہ اپنے گھر مین سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہوگیا ہو جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض مین فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مرگیا اگر اجارہ دیا شائع مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اوسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اجرت شی مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہان تک پونہچے اجارۂ فاسدہ جدا ہے اجارۂ باطلہ اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اوپر گذرا یعنی اصل اوسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بابت نوحہ گری یا تصویر سازی کے لیے تو اجارۂ باطلہ مین مطلق اجرت واجب نہین اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے ط و در مختار ملخصاً ص اور اس اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی کے نزدیک جہان تک پونہچے اجرت مثل واجب ہوگی بیسے بیع فاسد مین قیمت مبیع کی جہان تک پونہچے واجب ہوتی ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہین فی نفسہا بلکہ متقوم ہوجاتے ہین بسبب عقد کے اور عقد مین خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر مسمی سے ساقط کر دیا ہے کذا فی الاصل ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے مین اجارہ صحیح ہوگا ف اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے یا دس در مختار ص اور جس مہینے کے اول مین ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اوسمین بھی اجارہ صحیح ہوگا ف یہ مذہب بعض مشائخ کا کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ کا ہے جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اوس مہینے مین بھی

عقد اجارہ لازم ہوجاویگا اور ظاہر الروایۃ میں ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہے چاندرات اور پہلی تاریخ کی شام تک اسواسطے کہ فقط رویت چاند کی آن کے اعتبار کرنے میں حرج ہے گذا فی الاصل ص مگر یہ کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کردیوے تو سب میں صحیح ہوجاویگا مثلاً یوں کہدیوے کہ یہ گھر مہینے تجکو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح ف یعنی یوں کہے کہ یہ گھر مہینے تجکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ ص اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا ذکر نکرے ف یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کردیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نکرے تو صحیح ہوگا اور اوس سال کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کرلیوینگے درمختار ص اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو ف مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرۂ ماہ رجب یا غرۂ ماہ رمضان سے ص اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر اجارہ ہوا ہو اثنائے مہینے میں ف مثلاً دسویں آٹھویں چودھویں بیسویں وغیرہ ص تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام رح کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسویں تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھویں تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسویں ذیحجہ کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سنا ہے کہ ایک سال میں دو عید اضحیٰ ہووینگی ف ہمارے عرف کے موافق مذہب صاحبین کا اولیٰ بالعمل ہے ص اور جائز ہے اجرت دینا حمام کی اور حجام کی ف درمختار میں وجہ اجرت حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اسصورت میں اولیٰ یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت اجرت سے ناجائز اسواسطے نہ ہوا کہ اس پر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو مسلمان نیک جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے اور جسکو مسلمان بد جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بد ہے کما رواہ البزار فی تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعاً البتہ روایت کیا اوسکو احمد رح نے موقوفاً ابن مسعود رض سے اور اسیطرح روایت کیا اوسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمہ ابن مسعود میں اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری نے ابن عباس رض سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو اجرت اوسکی اور اگر ہوتی مزدوری اوسکی حرام تو نہ دیتے آپ اوسکو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے حرام ہے کمائی حجام کی وضعیف ہے کسب حجام کا روایت کیا اوسکو مسلم نے رافع بن خدیج سے سو وہ حدیث منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم ص اور درست ہے اجارہ لینا اتنا کہ ایک اجر معین ف بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نر کی کے واسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں۔

عدم زوج کے سبب سے ص اسی طرح انا کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور بھی موافق قیاس کے ہے اور امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ انا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت سے ف فتاوی کبری میں ہے کہ انا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے دلیل اسکے جواز کی صاحب ہدایہ نے قول اللہ تعالیٰ کا فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی اگر دودھ پلاویں تمہارے لیے تو دو تم اجرت اونکی بیان کیا ہے دوسرے یہ کہ عمل دامداس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرت نے اوسکو قبول کیا اور ثابت رکھا ص اور انا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے لیکن نہ مستاجر کے گھر میں ف اسواسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع کر سکتا ہے ص انا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہے اگر اوسکا نکاح ظاہر ہو لوگوں میں یا اوسپر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کے لیے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کر سکتا ف کیونکہ صرف اون دونوں کا قول مستاجر کے زوال حق میں قبول نہوگا درمختار ص اور بچے والے فسخ کر سکتے ہیں عقد اجارہ کو اگر انا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے ف اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہے كَذَا فِي الْاَصْل اسیطرح جائز ہے فسخ اگر اوسکی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اوسکی چھاتی مونہہ میں نہ لیتا ہووے یا دودھ اوسکا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز تک انا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہیں اور وہ مقدار اجارہ سے مستثنیٰ ہوگا نماز کے اوقات کے مانند كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہیں اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا باپ مر جاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا البتہ اگر لڑکا یا انا کوئی ان میں سے مر جاوے تو اجارہ فسخ ہو جاویگا درمختار ص اور انا پر لازم ہے بچے اور اوسکے کپڑوں کا دھونا اور اوسکا کھانا تیار کرنا اور اوسکے بدن میں تیل لگانا نہ ان چیزوں کی قیمت اور ان چیزوں کی قیمت اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہے ف اگر بچے کا مال نہووے ورنہ اوسی کے مال سے دیجاویگی درمختار ص سوا اگر انا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانا کھلا کر کھایا اور مدت اجارہ کی گذر گئی تو اجرت نہ پاویگی ف برخلاف اوس صورت کے کہ انا نے اپنی لونڈی سے یا اور ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت میں انا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انا کے دودھ پلانے کی شرط ہو گئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے میں مستحق اجرت نہوگی بر قول اصح اور وجہ یہ ہے کہ اجرت واجب ہو گی درمختار وَطَحْطَاوِي ص اور نہیں صحیح ہے اجارہ لینا اذان کے واسطے ف اسواسطے کہ روایت کیا ابوداؤد نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہ کر دیجیے مجکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپ نے تو امام مقرر کر اور رکھ تو ایسا مؤذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت ص اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے ف اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ ہیں اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اوسکی روایت کیا اوسکو امام احمد نے مسند میں کلیہ اسکا یہ ہے کہ جمیع عبادات اوطاعات
کے لیے اجارہ درست نہیں ہے درمختار ص اور آج کے زمانے میں فتوی اسپر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف اور
امامت اور اذان درمختار ص کے لیے اجرت لینا درست ہے ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے
کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہیں ہے لیکن جب سستی پڑ گئی دین میں تو اب فتوی دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے
تعلیم قرآن اور فقہ کے لیے اس خوف سے کہ مبادا یہ چیزیں محو اور ضائع نہو جاویں کذا فی الاصل میں کہتا ہوں موافق
قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ
وسلم نے زیادہ لائق اون چیزوں میں کہ جسپر لیا تم نے اجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم ص تو جب بنظر زمانہ حال
ان چیزوں کی اجرت لینا درست ٹھہری تو مستاجر پر جبر ہوگا اوس اجرت کے دینے پر جو اوستاد نے قبول کی ہے اور درصورت
نہ دینے کے اوسکے عوض میں محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اوس بھائی کے دینے پر جو اوستادوں کو دیا کرتے ہیں ف
عربی میں اوسکو حلوہ کہتے ہیں حلوہ ایک ہدیہ ہے جو معلموں کو دیا جاتا ہے بعض سورتوں کے شروع ہونے پر چنانچہ سورہ تبارک
اور فتح اس ہدیہ کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہیں اور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل اور نہیں جائز
ہے اجارہ متاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہوں تو ایک شریک کو
اجارہ دینا درست نہوگا درمختار اور یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اجارہ متاع کا درست ہے شریک
اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحب کا ہے اور اوسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح اور متون نے طحطاوی
ص اور نہیں جائز ہے اجرت لینا نرکے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف میں ہے
کہ فرمایا حضرت نے حرام ہے اجرت لینا نر کی کدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ میں ہے زیلعی نے کہا کہ اس لفظ سے غریب
ہے البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمر رضی سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے نر کی کدوائی سے مادہ پر ص اسطرح
حرام ہے اجرت لینا راگ اور نوحہ اور بلند جے اور تمام آلات لہو ولعب کے بجانے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ سب معاصی میں
داخل ہیں اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہے اور بیان اوسکی حرمت کا انشاء اللہ آگے آویگا ص اگر ایک شخص نے دوسرے کو
سوت دیا اسطرح پر کہ آدھے سوت کا کپڑا بن دیوے اور آدھا سوت بنوائی کی مزدوری میں لیوے یا ایک
گدھا غلہ ڈھانے کے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اوسمیں سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ
تھوڑے آٹے کے اوسی میں سے تو یہ اجارہ فاسد ہے ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب اجرت وہ شے ہوگی جو مستاجر کے عمل سے
پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اوسی آٹے میں سے
دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اوس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے ابو سعید خدری سے
اور اول اور دوسری صورت محمول ہیں اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک
نان پز کو مقرر کیا نا کہ اسقدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض اجرم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک
امام اعظم رحمہ اللہ کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہے صاحبین یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت کا

ذکر محض تعجیل کے لیے ہے امام اعظم یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت مین اور عمل کے معقود علیہ ہونیمین مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنے مین صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اور اوسمین نفع ہے اجیر کو تو آیندہ موجب منازعت ہوگا اور یہ بھی نہین ہوسکتا کہ معقود علیہ دونون ہون کیونکہ روٹی پکایا کرے سارے دن کو ایک آن خالی نرہے اسلیے کہ یہ ممکن نہین ہے عادۃً یہان تک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آجکے دن مین تو امام سے مروی ہے کہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ مین کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دوبار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہین اس اجارے کے فساد مین اسلیے کہ یہ ایسی شرط ہے جسکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہے اور اوسمین نفع ہے احد المتعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہین ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدون دوبار کے جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد نہوگا اسواسطے کہ اسصورت مین یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہے اور جو بدون دوبار کے جوتنے کے کھیتی ہوجاتی ہے تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہوجانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ اوسمین منفعت ہے مالک زمین کی اور جو باقی نرہیگا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یا اوس زمین کی نہرین کھود دیوے ف مراد نہرون سے یہان بڑی نہرین ہین نہ چھوٹی چھوٹی نالیان اسواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا اوسمین بانس ڈال دیوے ف اسواسطے کہ اوسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا ایک زمین اجارے لی زراعت کے لیے اس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے ف اور شافعی کے نزدیک درست ہے اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہم جنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے کذا فی الزیلعی ص تو یہ سب قسمین اجارہ کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور بووے تو درست ہے ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اوسمین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تسمیہ نکی ہو اور جو عام کر دیا ہو دے مثلاً یہ کہدیا ہو کہ جس چیز کی چاہے زراعت کرے تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اوسکا اجارہ سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ شک ہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اوسکے مستاجر نے اوسمین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہوجاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہوگا اگر ایک اونٹ مصر تک کرایہ کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اوسپر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اونٹ مرگیا تو مستاجر پر تاوان نہین ہے ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہے تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارۂ صحیحہ مین امانت ہے ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہے اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اوس نے تعدی نہین کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہے ص اور اگر اوس اونٹ نے بوجھا مصر تک پونچا دیا تو اونٹ والے کو اجرت مسمیٰ ملیگی اگر موجر و مستاجر مین قبل تسلیم کرنے کے ف اجارہ زمین کی صورت مین بغیر ذکر زراعت کے ص یا بوجھ لادنے کے ف اجارہ اونٹ کی صورت مین ص تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کے واسطے

باب اجیر یعنی مزدور کے ضمان ہونیکے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے ف بر بنا اس کے کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا تعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے ص تو وہ عامہ خلایق کا کام کرسکتا ہے اسی لیے نام اوسکا اجیر مشترک ہوا ف اور مقابل اسکے اجیر خاص اور اجیر وحد جسکا بیان آگے آتا ہے ص اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہوجاوے اگرچہ اوس پر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسی پر فتوی ہے ف یہی قول مروی ہے حضرت عمر اور علی سے ص اسلیے کہ مال اجیر مشترک پاس امانت ہے اور امانت کا ضمان نہین ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اوس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہوجاوے جسکا بچاؤ ممکن نہین جیسے خود مرجاوے یا آتش زنی عظیم ہووے یا ان اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اوسکی حفاظت مین کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبین کے مثل اوس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہووے کہ اوسمین حفاظت مال کی موضوع پر لازم ہوتی ہے اور ابو حنیفہ رح یہ کہتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل ہین ہے نہ حفاظت کے بدلے مین تو مثل اوس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہووے لیکن اگر مستاجر نے شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخ کے نزدیک یہ ہے کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور نزدیک صاحبین کے ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہے اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہے لیکن ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ جب مستاجر نے ضمان کی شرط کرلی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہوگئی تو اس صورت مین اوس ودیعت کے حکم مین جو بلا اجرت ہے نہوگی ف یہ مضمون ہے اصل کتاب کا اور زیلعی مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسلیے کہ اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہوگئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتوی دیا ہے غایۃ الاوطار ص البتہ اوس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے خواہ جس رسی سے بوجھ کو باندھا ہووے اوسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہوجاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہوجاوے ف یہ مذہب ہمارا ہے اور زفر اور شافعی کے نزدیک ضامن نہوگا اسلیے کہ عمل اوسکا مالک کے اذن سے ہے جواب یہ ہے کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے ہمین کہتا ہون کہ مراد عمل سے تلف ہوجانے سے یہ ہے کہ عمل اوسکا متجاوز ہوگیا اوسقدر سے جو موافق عادت کے ہے جیسے حجام مین آتا ہے یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم معتاد نہین کذا فی الاصل اور در مختار مین عمادیہ سے منقول ہے کہ ضمان دونون صورتون مین ہے خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہو برخلاف حجام کے اور سنیہ مین ہے کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوسوقت پر ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہووے ورنہ تاوان لازم نہوگا ص اور جو اس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہوجاوے تو اوسکا تاوان لازم نہوگا اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ف پھر اگر مکان معتاد سے

تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہ ہوا ہو اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوس پر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے پیاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہو گیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب ہوگی اور جو مر گیا تو نصف دیت واجب ہوگی درمختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکا اوٹھانے کی جگہ پر اوسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہاں کی قیمت لیوے جس جگہہ ٹوٹا ہے تو جسقدر مزدور نے راہ طی کی ہے اوسکے حساب سے اوسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اوس صورت میں ہے کہ مٹکا اوسکے فعل سے ٹوٹا ہو اگر ایسا نہو مثلاً لوگوں کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اوسپر تاوان نہیں ہے درمختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہے جو ایک متاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کا رستا جر درمختار ص مستحق ہوتا ہے اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک سال کے لیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا کپڑا سینے کے لیے اور اسکو اجیر وحدی بھی کہتے ہیں اسلیے کہ وہ صرف متاجر کا کام کرتا ہے غیر کا کام نہیں کرتا ف خدمت سے مراد متاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے وقتیکہ لوگ سوویں عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے گھٹا لاجاوے درمختار ص اجیر خاص پر تاوان نہیں اوس چیز کا جو اوسکے پاس یا اوسکے فعل سے تلف ہوجاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اوسکے کوٹنے سے یا گر جیسا جاتا رہے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے باربرداری کرانا کسی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤں ٹوٹ جاوے تو تاوان دیدیگا درمختار ص اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ متاجر خیاط سے یوں کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہے ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ میں تردید کرنے سے درمختار ص یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر میں تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہے اور اگر بوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفہ تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر میں رکھیگا تو یہ کرایہ ہے اور جو اس گھر میں تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہوں لادے گا تو یہ اجرت ہے اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جاویگی اوسکی اجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزوں میں بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزوں میں درست نہیں مثل بیع کے لیکن خیار التعیین بشرط ہے بیع میں نہ اجارے میں اسواسطے کہ اجارے میں اجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہوجاویگی بخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے کذا فی الاصل ص اگر متاجر نے خیاط سے یوں کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیے گا تو اجرت مثل ملیگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونوں شرطیں جائز ہیں اور زفر کے نزدیک دونوں فاسد ہیں ف دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے ص لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے اسواسطے اگر کل کا سمی نصف درم تھا اور اجارہ فاسدہ میں اجر مثل سمی سے زیادہ نہیں دیجاتی ہے اور جو خیاط اوسکو پرسوں دیتا تو بھی اجرت

مثل ملکی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دیگا ویکذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لیے تو مستاجر اوسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجا نہین سکتا مگر جب پہلے سے شرط کرلی ہو ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے خطر سے ص ایک غلام مجبور ف یعنی ضدی ماذون وہ غلام جسکو مولی نے اجازت عمل کی ندی ہو ص نے اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور مستاجر نے اوسکو مزدوری دی بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام مجور تھا تو مستاجر مزدوری پھیر نہین سکتا ف اسواسطے کہ انتفاع اجارہ بسبب رعایت حق مولی کے ہے اور بعد فراغ کے مولی کے حق کی رعایت نہین ہے کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے ویکذا فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد مجور غصب کیا اور اوس عبد مجور نے اپنے تئین مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اوسکی لیکر کھا گیا تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دینا ہوگا اسلیے کہ وصال مولی کا ہوا اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری لینا اور اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہون تو مالک اوسکو لیگا غاصب سے اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے مین چار اور دوسرے مین پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام مین موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اسطرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ مین بھاگ گیا تھا یا مریض ہوگیا تھا اور موجر یہ کہتا ہے کہ نہین بلکہ آخر مدت مین البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہوگیا تھا تو حال کو حکم بنا دینگے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ اگر فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہین ہے تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسالہ نظیر ہے نجکی کے پانی کے مسائل کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ مین اور مستاجر یہ کہے کہ نہین تو حال کو حکم بنا دینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا قسم سے مقبول ہوگا ص اگر مالک مین اور اجیر مین اختلاف ہوا مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ مینے تجھے قباسینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کرتہ سیایا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی مینے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہے کہ تو نے یہ کام مجھے منفعت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ مینے اجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہین تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور محمد رح کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرتے ہون بعوض اجرت کے اور وسکا گذر اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی پر فتوی ہے درمختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہوگئی تو مستاجر پر اجر لازم آویگا برخلاف خراج سلطانی کے کہ درصورت تلف ہوجانے زراعت کے خراج ساقط ہوجاوے گا کذا فی الدر المختار

باب فسخ اجارہ کے بیان مین

اجارہ کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہوسکتا ہے درمختار ص مستاجر فسخ کرسکتا ہے اجارہ اوس عیب سے ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضہ کے پہلے ص جسکے سبب سے

منفعت فوت ہوجاوے جیسے گھر کا ویران ہوجانا یا پن چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہوجانا ف اگر بالکل پانی بند ہوگیا بلکہ کم ہوگیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارہ کو فسخ کردیوے کل زمین میں یا جسقدر زمین میں سیراب ہووے اوسکے حساب سے اجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اوس بستی کے لوگ سب وہاں سے کوچ کرگئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر بعض نکل گئے تو اجرت ساقط نہوگی درمختار ص یا اوس منفعت میں خلل ہوجاوے جیسے غلام کا بیمار ہوجانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی ف یا گھر کی ایک دیوار گرجانا درمختار ص تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اوس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اوس عیب کو زائل کردیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نرہیگا اسی طرح فسخ اجارہ کا ہوسکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویت سے ف اور شافعی رح کے نزدیک خیار الشرط سے فسخ اجارہ کا نہوگا ص اور عذر سے عذر اوسکو کہتے ہیں کہ اگر مستاجر اجارہ کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اوسکا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اوسپر لازم نہیں ہوا تھا مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اوکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اوکھیڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اسصورت میں اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کو اوکھاڑنا پڑیگا اور یہ ستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مرگئی ف یا اوسنے خلع کرلیا کیونکہ اسصورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے بدون ولیمہ کے کھانا پکانیکا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دین ایسطرح کا لاحق ہوا کہ بدون اوس شے کے بیچے جو اجارہ میں دی ہے وہ قرض ادا نہیں ہوسکتا ف برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہووے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے درمختار ص یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کاموں کے لیے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا تب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر میں ہوتی ہے تو اسصورت میں اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہوگیا تو اب مستاجر کو فسخ نہیں پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دکان تجارت کے لیے کرایہ کو لی پھر مستاجر مفلس ہوگیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لیے پھر اوسنے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کرکے سلائی کرتا ہے اور اوسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی جسکا مال سوا سوئی یا اور قینچی کے کچھ نہیں اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہیں ہے کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانیکے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہوگا ف اسواسطے کہ اوسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کرایہ پر دیوے ہدایہ ص اسیطرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہوگا اسلیے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان میں ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایہ کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشہ کے لیے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا

درمختار ص اسیطرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارہ مین دیا پھر وہ چیز بیچڈالی تو یہ عذر نہوگا ف بدون لاحق ہونے دین کے اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہین پہونچتا درمختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جسنے اپنی ذات کے لیے عقد اجارہ کیا ہو ف اور اگر غیر کے لیے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لیے کرے ف یا باپ یا دادا اڑکے کے لیے ص یا وکیل موکل کیطرف سے یا متولی وقف تو ان کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھوکیان جلائین اور اوسکے سبب سے دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلانے وقت زور کی ہوا نہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسی طرح اگر کوئی شخص اوسجا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اوس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو ضامن نہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک مین یا راہ مین تو ضامن ہوگا تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اوس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الّا اوس صورت مین کہ ہوا اوس آگ کو اوڑا کر اور کہین لیجاوے اور اوس سے نقصان ہو تو ضامن نہوگا ہذا خلاصۃ الدرالمختار ص اگر درزی یا رنگریز یا ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکان دار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہے ف برابر ہے کہ دونون کا پیشہ ایک ہو یا مختلف درمختار ص جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ اوسپر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہونگے ف تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہین گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے چنانچہ اب تک حجاج کا مکہ معظمہ مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا حاجی کو بہتر ہے تاکہ بعد پھیر انہووے اور شافعی رح کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے ص تو اگر اونٹ کرایہ لیا اور لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اوسکے اوس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اوسکے بدلے اوسقدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھسے ہر مہینے تیجھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سنکر گھر خالی نہ کیا تو اوسپر اوسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الّا اوس صورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اوسکے اپنی ملک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے ف کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ مسمی لازم نہ آویگا اسلیے کہ وہ اجارے پر راضی نہین ہوا

ص صحیح ہے اجارہ کا فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمان آیندہ کی طرف نسبت کرنے جیسے محرم مین کہے کہ مہینے یہ مکان تجکو کرایہ دیا غرہ رمضان سے فلانے سال تک بیع اور بیع کی اجازت درصورت کسی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے کہ ان امور کو زمانہ آیندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہین ہے **مسائل ملحقہ** تحریر شہادت اور تحریر فتوے پر اجرت لینا درست ہے کاتب کے کتابت کی اجرت پر شرط جسپر کہ ہر ورق مین غلطی کی تو مالک کو اختیار ہے جاہے

وہ کتابت لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور چاہے اپنے کاغذ اور روشنائی کے دام پھیر لیوے صراف نے اجرت لیکر روپیہ پرکھ دیے پھر کچھ روپیہ کھوٹے نکلے تو اوسکے حساب سے اجرت پھیر لیاوینگی دلال نے وہ کپڑا جسکو بیع کے لیے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ہے اگر مستاجر بسبب عذر سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اوسکے قول کا یقین نہیں تو اوسکو قسم دیویا اوسکے رفیقوں سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص مدیون مرا اور اوسکے بعض اشیا لوگوں کے پاس بکرایہ ہیں جنکا زمانہ کرایہ موجود ہے چکا تھا تو مستاجرین بمدت جاوہ اون چیزوں کو وقت ہونیکے واپس

کتاب المکاتب

مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اوسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرا لیا ہو ص کہ اتنا تو دیدیوے تو آزاد ہے ص کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا ازروے تصرف کے بالفعل اور ازروے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہو گیا باعتبار یدیعنی تصرف کے یعنے اوسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں حاصل ہو گیا لیکن رقبہ یعنی ذات اوسکی بعد ادائے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اوسکو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک رقبہ مآل کار میں جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا یعنی مکاتب کرو تم انکو اگر جانو تم اونمیں بہتری اور یہ امر مستحب ہے ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض اوس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معین کے یا بانساط ٹھہرے ف اور شافعیؒ کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اوس مال کے ہووے جو نقد ٹھہرے درست نہیں ہے ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یوں کہے کہ مہینے تیرے اوپر ہزار روپے کرو تو اونکو قسطوں سے ادا کر دے پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کریگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر عاجز ہو جاویگا تو غلام ہو جاویگا اور غلام قبول کر لیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اسصورت میں مولی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اوسکے ادا کر دیے ص اور وہ غلام مولی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اوسکی ملک سے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی روایت کیا ابوداؤد نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کر دیوے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے هدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولی اوسکو آزاد کرے صفت آزاد ہو جاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اوسپر یا اوسکے لڑکے پر یا اوسکے مال پر ف یعنی جماع کیصورت میں عقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اوس مال کے یا قیمت اوسکی کما فی الاصل ص اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا اوسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر اس شرط سے کہ مولی اوسکو ایک غلام غیر معین بھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض میں تو ان سب صورتوں میں کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی مگر مسمی سے بڑھ جاویگی اور نہیں گھٹے گی اگر ایک جانور کے بدلے میں مکاتب کرے اور اوسکی جنس کا اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کر دیوے تو درست ہے ورنہ نہیں اور غلام کو اوس جنس کا جانور متوسط القیمت دینا ہوگا یا اوسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتابت

ان مقامات مین کچھ طول کیا ہے لیکن ہمنے بنظر اسکے کہ زمانہ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہے ترک کیا ص اگر مولی بھی کافر ہے اور غلام بھی کافر ہے اور اوسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب سے تو درست ہے اور جو اون دونون مین سے مسلمان ہوجاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور گر مولی شراب بیچگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی قیمت مولی کو دینی پڑیگی

باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہے خرید اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کردینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونے کے ادا کیا تو اوسکی ولا مکاتب کو ملیگی ورنہ اوسکے مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہین ہے اسی طرح جائز نہین مکاتب کو ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر فقیر قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کردینا اگرچہ بعوض مال کے ہو اور نہ اپنے غلام کا بچنا اوسکے ساتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہے ص اور نہ اوسکا نکاح کردینا اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی ملکو مین مثل مکاتب کے ہین اور ان امورات مین سے کسیکا مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہین ہے اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہونگے تبعاً ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہوجاوینگے ص اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ داروں کو خریدے تو وہ کتابت مین داخل نہونگے اگر مکاتب نے ام ولد کو بدون ولد کے خریدے تو اوسکی بیع بھی درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اوسکی بیع جائز نہین ہے اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اوسکو اپنا ولد کہکے کتابت مین داخل ہوجاویگا اور اوسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے تجارت مین جورو اور خاوند کئے مکاتب کیا بعد اوسکے اون دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا بھی کتابت مین داخل ہوگا اور اوسکی کمائی بھی ماں کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہے ماں کا رق اور عتق اور فروعات مین ص اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اوسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسیکی ملوک نکلی تو اولاد بھی اوسکی لونڈی کے مالک کی ملوک ہوجاویگی ف اور مکاتب اوسکو بیچ نہین لے سکتا البتہ یہی صورت اگر شخص آزاد ہین ہو تو وہ اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے قیمت لے سکتا ہے ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور فاسد خرید کر اوس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک پر تو اوسکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈی سے بلا اذن مولی کے نکاح کرکے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے اب اوسکو اختیار ہے چاہے اپنے تئین عاجز کردے ادائے بدل کتابت سے اور مدبر ہوجاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مرگیا اور سوا اس مکاتب کے کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہے اسلیے کہ اگر اوسکو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کمادیگا اور جو موجلاً منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتابت کے کماویگا اور صاحبین کے نزدیک جو دونون مین سے کم ہوگا اوسمین سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اوسکا دعوی کیا تو اب وہ لونڈی ام ولد مولی کی ہوگئی اب اوسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کرکے بالفعل آزاد ہوجاوے

یا اپنے تئین عاجز کرکے بعد موت مولی کے آزاد ہوجاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اوسکو پہونچتا ہے کہ بعد اپنا وصول کرے مولی سے اگر چاہے اگر کسیسے ام ولد کو مکاتب بنالیا تو وہ بعد مرجانے مولی کے مفت آزاد ہوجاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث مین اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت مین سعی کریگا اور اگر مولی نے مکاتب سے ہزار روپے بدل کتابت باقی ٹھہرائے بعد اوسکے اوس ہزار کے عوض مین پانسو روپے نقد پر صلح کرلی تو درست ہے اگر کوئی بیمار جسنے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اوسکی قیمت سے دو چند ہین یعنی قیمت اوسکی ہزار روپیہ ہے بعد اوسکے وہ بیمار مرگیا اور وارثون نے میعاد منظورہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کردیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نکر سکے تو غلام بن جاوے **ف** یعنی عقد کتابت کو لغو کردیوے اور رقیق بن جاوے یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک غلام بنا رہے

ص اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اوقیمت اوسکی دو چند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بن جاوے اگر ایک نے ازادنے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کرتا ہے روپیون پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر مین ادا کردون تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولی نے اوسکے کہنے سے مکاتب کردیا تب شخص آزادنے اوستقدر روپے مولی کو ادا کردیے تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہین لے سکتا اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور اوسنے اس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہوجاویگا اگر ایک شخص دو غلامون کو مکاتب کرے جنمین ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلاً غلام حاضر مولی سے یہ کہے کہ مکاتب کرمجکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپے پر اور مولی نے مکاتب کردیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب ان دونون مین سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور دونون آزاد ہوجاوینگے اور جو ادا کرے وہ دوسرے سے اوسکا حصہ نہین لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے مین متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اوسکا بھی لغو ہے نظیر اسکی مسئلہ معیر مین ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ زیدنے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اوسکو گروی رکھ کے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اوسکے چھوڑانے کی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لیکر بکر پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شے عمرو کو دلا دیجاویگی مگر یہان اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مجرا لیگا اگر ایک نے اپنے دو بچونکی طرف سے جو غیر عاقل عقد کتابت کیے تو صحیح ہے اب مین یہ جاہتا ہون کہ مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہوجاوینگے اور کوئی دوسرے کو اوسکا حصہ مجرا نہین لے سکتا

باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان مین

زید اور عمرو ایک غلام مین شریک ہین اونمین سے ایک نے مثلاً زیدنے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض مین مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کرلینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہوگیا تو جو لیا ہے وہ عمرو کا ہے زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو مین مشترک تھی اوسکا ایک ولد ہوا تب زیدنے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہے بعد اوسکے دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی اور ابدال کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہر گئی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہر گیا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دیگا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اوس لونڈی کو دیگا صحیح ہوگا تو اگر عمرو نے اوس لونڈی سے

صحیح نہیں کی بلکہ اوسکو مدبر کردیا اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا عمر کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو میں سے کسینے اوسکو آزاد کردیا اور آزاد کرنے والا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیکر لونڈی سے وصول کریوے ایک غلام دو شخصون میں مشترک تھا ایک نے اوسکو مدبر کیا اور دوسرے اوسکو آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا اسکا اولٹا ہو یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اوسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کردیوے یا غلام سے سعی کرالیوے دونون صورتون میں اور پہلی صورت میں مصنف یہ بھی اختیار رکھتا ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے ف اس مقام کی اصل میں طول کیا ہے ہمنے اوسکو ترک کیا

فصل باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اوسکے مالک کے مرنے کے بیان میں

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہوجاوے اور کہیں سے اوسکو مال ملنے کو ہو تو حاکم اوسکے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے ف اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اوسکے عجز کا حکم کردیوے گا کذا فی الاصل ص اور جو اوسکو کہیں سے مال ملنے والا ہو تو حاکم اوسکو اوسی وقت عاجز کردیوے ف یہ امام ابوحنیفہ اور محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نکرے جب تک اوسپر دو قسطین نہ چڑھین دلیل امام ابو یوسف رح کی قول ہے حضرت علی رض کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی میں رد کیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہے اوسکی وہ جو مروی ہے ابن عمر رض سے کہ ایک مکاتبہ اونکی عاجز ہوگئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اوسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے ص اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے اگر مکاتب فسخ پر راضی نہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اوسکو فسخ کرسکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہوگیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاویگا اور جو کچھ مال اوس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہوجاویگا تو اگر مکاتب قبل اوسکے بدل کتابت سے اوسقدر کو چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہوسکے مرجاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا اور اوسکے ترکے میں سے بدل کتابت ادا کرکے اوسکی آزادی کا حکم آخر حیات میں کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا وہ اوسکے وارثون کو ملیگا اور وہ اولاد اوسکی آزاد ہوجاویگی جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو یا اونکو خرید اہووے یا اوسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ف اور شافعی رح کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہوجاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علی رض اور عبداللہ بن مسعود رض کا ہے جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعی کی قول زید بن ثابت کا ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے کذا فی التخریج للزیلعی ص اور جو اسقدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اوسکی حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو تو وہ اپنے باپ کی قسطون کے ادا کرنے میں کوشش کریگی اور جو قسطین ادا کریگی تو اوسکا اور اونکے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت میں خریدا تھا اونکو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدو تو آزاد ہو ورنہ غلام ہوجاویگی ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکا بھی حکم مثل اوسی اولاد کے ہے جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو ص تو اگر مکاتب مرجاوے اور ایک لڑکا اوسکا ہو کسی عورت حرہ سے اور اسقدر

قرض کسی پر چھوڑے کہ اوسکے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم مان کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ اگر موالی یان کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کے ولا مین نزاع کرین اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوۃ لیکر مولی کو بدل کتابت مین ادا کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال رہیگا **ف** اگرچہ مولی مصرف زکوۃ کا نہین ہے لیکن مکاتب مصرف ہے تو اگر اوسنے لیکر مولی کو دیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولی کو درست نہووے اسلیے کہ مولی غنی ہے اور غنی کو زکوۃ لینا درست نہین ہے یا ذمہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال ہے اسواسطے کہ اوسنے جسوقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام کوئی جنایت کی اور مولی کو اسکی خبر تھی اوسنے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا تو اب مولی کو اختیار ہے چاہے اوس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت مین تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاویگا اور کتابت مالک کے مرجانے سے فسخ نہین ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثونکو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اوسکو آزاد کردین تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیوین تو عتق آزاد ہوجاویگا

کتاب الولاء

اسمین ولا کا بیان ہے ولا نام اوس ترکہ کا ہے جسکا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنیکے یا بسبب عقد موالاۃ کے تو ولا دو قسم ہے ایک ولا عتاقہ دوسرا ولاء موالاۃ تو پہلے بیان ولا عتاقہ کا ہوتا ہے **ص** جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے عتاق سے یا وہ سے اوسکے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم کے محرم کے مالک ہوجانے کی وجہ سے تو ترکہ اوسکا یعنی ولا اوسکی مولی کو ملیگی اگرچہ ولا ملنے کی شرط ہوگئی ہو **ف** اسواسطے کہ یہ شرط خلاف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنے کے آزاد ہوتے ہین تو ولا اونکی لا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت اسکی یون ہے کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اوسکی موت کا حکم کرکے اوسکے مدبر اور ام ولد کی آزاد کیا حکم کردیوے بعد اوسکے مولی پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اوسکی مولی کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولا اوسکو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہ رضہ سے اور فرمایا آپنے کہ مولی قوم کا قوم مین سے ہے اور حلیف اونکا بھی اونسی قوم مین ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے اور حضرت حمزہ رضہ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اوسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہ رضہ کی بیٹی کو روایت کیا اوسکو نسائی نے اور حاکم نے مستدرک مین **ص** جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اوسکا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی اور غلام کے مولی کو نہ ملیگی اگرچہ غلام کا مولی بھی اوسکو آزاد کرنے کا یہی حکم ہے اگر دو بچہ جنی تو اونمین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ہووے البتہ گر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو ولا بچہ کی لونڈی کے مولی کو ملیگی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولا اپنے بیٹے کی

اپنی قوم کیطرف کھینچ لیگا **ف** یعنی اب اگر وہ بچہ مرگیا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولاء اوسکی مولی اب کو ملیگی سو واسطے کر ولا بمنزلہ نسب کے ہی اور نسب آباء کی طرف ہوتا ہی تو ای طرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ولا ایک اپنایت ہی مثل اپنایت نسب کے نہیں بیع کی جاتی ہی اور نہ ہبہ کی جاتی ہی روایت کیا اوسکو شافعی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حاکم نے **ص** ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اوس عورت سے نکاح کیا جسکو عرب نے آزاد کیا تھا اوسکا بچہ پیدا ہوا تو ولاء اوسکے بچے کی ماں کے مولی کو ملیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کے مولی کو ملیگی اور مولی عتاقہ عصبہ ہی سببی اور عصبات نسبی **ف** جیسے باپ بیٹا وغیرہ **ص** مقدم ہین اوسپر اور وہ مقدم ہین ذوی الارحام پر **ف** یعنی متفق جو صاحب فرض سے بچے گا لے گا اور اگر کوئی صاحب فرض نہوگا تو کل مال لے لیگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کو جسنے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاوے گا اور کوئی عصبہ نچھوڑیگا تو مال اوسکا تجھیلیگا روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور بھی روایت کیا عبد الرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث دلاتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہین ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور میت کیطرف اگر اوسکو نسبت کرین تو بیچ مین عورت کا واسطہ نہ آوے اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹون کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب قسم عصبات کے مقدم ہین مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہی ذوی الارحام یعنی اون وارثون پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور اونکی نسبت میت کیطرف عورت کا واسطہ آتا ہی جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** تو اگر مولی مرجاوے بعد اسکے وہ غلام آزاد کرے تو اوسکا ترکہ مولی کے قریب ترین عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتون کو ولا نہ ملیگی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین جیسا حدیث مین آیا ہی **ف** پوری حدیث یون ہی کہ عورتون کو ولا نہین ہی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین یا اونکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کرین یا اونکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کرین یا اونکا مدبر کرے یا اونکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کو کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی

فصل ولای موالات کے بیان مین

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اس اقرار پر کہ نومسلم کا وہ شخص مولی ہی تو نومسلم کے مرنے کے بعد وہ اوسکا مال کا وارث ہوگا اور اگر وہ نومسلم کچھ قصور کرے تو اوسکی طرف سے دیت دیگا یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور ایک شخص سے یہی عقد موالاۃ کیا تو یہ عقد صحیح ہی اسصورت مین اگر وہ نومسلم مریگا تو یہ شخص اوسکا وارث ہوگا اور اوسکی طرف سے دیت ہوجانے جنایت کے تاوان دیگا **ف** اور شافعی کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہی اور ہماری دلیل قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالاۃ مین اوتری ہی اور روایت کیا ابو داؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہی اوس شخص مین کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپنے وہ شخص جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا نیادہ حقدار ہی اوس نومسلم کا حیات اور ممات مین هدایہ **ص** لیکن مولی الموالاۃ اوسصورت مین وارث ہوگا کہ اوس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہو ذوی الارحام مین سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اوس شخص کیطرف سے

یا اوسکے ولد کی طرف تاوان جنایت کا نہین دیا ہی تو اوسکو درست ہی کہ اوسکو چھوڑکر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بنا وے اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہین اور غلام آزاد کو درست نہین کہ کسیکو مولی الموالاۃ بنا وے **ف** اسواسطے کہ اوسکا مولی عتاقہ موجود ہی اور ولاء موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ وہ شخص مجہول النسب ہو سے دوسرے یہ کہ عربی نہ ہو سے کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو اون سے ہوتے غیر کسے وارث ہو سکتا ہی واللہ اعلم بالصواب

کتاب الاکراہ

یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان **ص** اکراہ وہ فعل ہی جو کسی آدمی غیر پر کیے اسطرح سے کہ اوس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اوسکا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے **ف** یعنی اکراہ دو قسم ہی ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت کر دیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے وہ جو اختیار کو فاسد کر دیوے اوسکے اختیار کو مثلاً تہدید کرنے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہو جانا عام ہی فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہو جاتی ہی لیکن اختیار صحیح رہتا ہی اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہی اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہی تحقیق اسکی یہ ہی کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہی تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی لیکن اختیار موجود ہی ساتھ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہی کہ تلف جان یا عضو کا خوف ہو تو دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہی اوس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلی اور خلقی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قوہ ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو اسطرح روکتی ہی بلند مکان سے گرنے سے یا آگ مین پڑنے سے یہ صورت گمان تلف کے تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن اختیار ضروری ہی جو جبر سے قریب ہی اسی طرح اوس اکراہ مین جو تلف جان یا عضو سے ہو وہ اختیار ہی باز رہنے کا منضم ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہی اسلیے کہ انسان اوسپر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہی باوصف اسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہی ملجی اور غیر ملجی مین واسطے پائے جانے نقل اور بلوغ کے

کتاب الاکراہ **ص** اکراہ کی شرطین یہ ہین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اوس امر پر جسکا خوف دلاتا ہی برابر ہی کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو **ف** یا اور کوئی شخص جابر ہو مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق مین اسطرح مجنون سلطان سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروا دے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین ہی اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی **کذا فی الطحطاوی** **ص** اور امام اعظم سے ایک روایت ہی کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کر سکتا تشدید یہ قول اوسکا بنظر اپنے زمانے کے ہو **ف** والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کر سکتے ہین **هداية** **ص** دوسرے یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اس بات کا کہ مکرہ اسکے ساتھ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہی تیسرے یہ کہ وہ امر مکرہ کا مکرہ خوف دلاتا ہی ایسا ہو جو رضامندی کو معدوم کر دیوے جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم واندوہ کو موجب ہو جیسے ضرب اور حبس وغیرہ **ف** جاننا چاہیے کہ یہ امر مختلف ہی باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی ضرب اور حبس سے کچھ باک و غم نہین ہوتا تو اونکو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت

درجے اندوہ اور ملال ہوتا ہے تو اونکے حق میں اسی قدر اکراہ کے لیے کافی ہے گذا فی الاصل ص چوتھی یہ کہ مکرہ اوس کام کے کرنے سے جسپر جبر کیا جاتا ہے رجوع کرتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچنے یا تلف کرنے میں یا اپنے غلام آزاد کرنے میں یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے میں یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے یا زنا کرنے میں تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا بتخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف مدید برخلاف ضرب خفیف اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لیے اسی قدر کافی ہے درمختار ص اور اگر اوسنے اس جبر کے سبب سے اپنا مال بیچ ڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اوس شخص کو اختیار ہے کہ ان عقود کو فسخ کردے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح ساقط نہوگا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اوسکی بیع ہوجانے سے یا مبیع میں زیادت ہوجانے سے درمختار ص یا اونکو ناقذ کردیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہینگے اسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل ناقذ کرنے مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل اسی لیے اگر مشتری اوس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع نے بیچا ہے اپنے قبضہ میں کرکے آزاد کردیوے تو اعتاق اوسکا صحیح ہوجاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات ہیں جنکا نقض نہیں ہوسکتا وہ سب صحیح ہوجاوینگے جیسے تدبیر ہبہ تیلا وغیرہ درمختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اوس چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہوگئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہوگی بلکہ بائع اگر اوسکے پاس وہ ثمن باقی ہے تو پھیر سکتا ہے ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہوجاوے تو اوسپر تاوان کچھ نہوگا اسلیے کہ اوسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شے کو بیچا اور مشتری نے بالاجبر اوسکو خریدا بعد اوسکے وہ مبیع مشتری پاس تلف ہوگئی تو اوسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہے کہ اوسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول کرے خواہ اوس شخص سے جسنے اوسپر جبر کیا تھا تو اگر اوسنے مکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کرلیوے اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خریدے بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی اھ ف یہاں پر دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریاں جائز ہوجاوینگی اور مصنف نے ان دونوں مسئلوں کو خلط کردیا گذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزوں کا تناول درست نہیں ف اسواسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو اسمیں ضرورت نہیں ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہے ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہے اور یہاں ضرورت واقع ہے اور ان چیزوں کی حرمت سے نص آیت حالت اضطرار مستثنی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوائے اسکے نہین کہ حرام کیا اوپر تمھارے مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اوسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی ناچار ہو بس جبکہ نہ حد سے نکل جانے والا اور نہ تجاوز کرنے والا اسو نہین ہے گناہ اوپر اوسکے انتہی ص سو اگر اوسنے صبر کیا اور قتل ہو گیا اور ان چیزون کو نہ کھایا تو گنہگار ہو گا جیسے حالت شدت بھوک مین ف اگر ان چیزون کو نہ کھاویگا تو گنہگار ہو گا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کے لیے یا مسئلہ معلوم نہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہو گا درمختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اوسکو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دل مین اپنا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے ف اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہے دل مین قول ہے اللہ تعالی کا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اوسکا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے اونکے باپ عمار بن یاسر کو پکڑا تو نہ چھوڑا اونکو یہان تک کہ برا کہا اونہون نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کر آئی اپنے بتون کی تو جب آئے عمار حضرت کے پاس سو ذکر کیا انھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کہ کسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دل مین ایمان مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کہ زیلعی درمختار مین ہے کہ اگر تقیہ کا خیال اسکو آیا اور اوسنے تو یہ نہ کیا تو عورت اوسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہو جاویگی اور جو اوسکے دل مین توریہ کا بالکل خیال نہ آیا اور دل مین اوسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اوسکی بائن نہو گی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہو جاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت نہین ہے ف اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیب دونون اس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہان تک کہ سولی دی گئی تو نام اونکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہدا رکھا کذا فی الھدایۃ ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر ف یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص تو اوسکو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے ف اور اگر تلف نہ کریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا درمختار ص اور صاحب مال تاوان اوسکا مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے لیگا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کرڈالنے پر ف یا اوسکے کسی عضو کاٹنے پر یا گلا دبا کے مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبونے پر یا زنا کرنے پر ص تو اوسکو رخصت نہین ہے کہ ان کاموں کو کرے یا اسنے اگر اوسنے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہو گا نہ مکرہ بالفتح پر ف اور زفر کے نزدیک مکرہ بالفتح پر اور شافعی کے نزدیک دونون پر اور ابو یوسف کے نزدیک کسی پر نہو گا اور اگر اوسنے زنا کی تو حد نہ پڑیگی آسانا بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے درمختار ص صحیح ہے نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہو جاتے ہین اکراہ سے جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعی کے نزدیک صحیح نہین ہوتے اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین گذرے ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اوسنے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمی ف ورنہ نصف متعہ

اگر مہر مقرر نہوا ہو ۔ ص جو عورت کو دیا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہی کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہو اور جو وطی کر چکا ہو تو کچھ پھیر نہین سکتا ف اسلیے کہ مہر اوسپر وطی سے واجب ہو چکا تھا ص اسطرح عتاق مین قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور یہی صحیح ہی نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلاء اور رجوع ایلاء سے حالت اکراہ مین اور جائز ہی اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا ف یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہو گیا تو اوسکو قتل نہ کرینگے جیسے اور مرتدین کو قتل کرینگے اسواسطے کہ اوسکے اسلام مین شبہہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے قبول نکیا ہو دے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اسلیے صحیح ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا مین اس بات کا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ مین وہ لوگ لا الہ الا اللہ یعنی نہین ہی کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عمر رضی سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین مین یون ہی کہ مجکو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ وہ شہادت دین اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کرین نماز کو اور ادا کرین زکوۃ کو تو جب انھون نے ان کاموں کو کیا بچا لیا انھون نے مجسے اپنے خونون کو اور مالون کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب اونکا اللہ پر ہی انتہی ص صحیح نہین حالت اکراہ مین معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھہ طلاق دینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنیکے کی تو یہ اکراہ نہین ہی اس صورت مین ہبہ مہر نافذ ہوگا اسی طرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مراہقہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سوا اوسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہی اسلیے کہ یہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا ۔ ص یا کفیل کی کفالت کا یا عطیہ ہو جانا تو اوسکی زوجہ بان نہوگی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ مین تو اوسپر حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے ف یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑیگی جیسا اوپر گزر چکا

کتاب الحجر

حجر کہتے ہین تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہین جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف اسکے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر مین صرف تصرف قولی نافذ نہین ہوتی نہ تصرفات فعلی جو اضال جوارح ہین چنانچہ اگر صبی نے کسیکا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون مین ص حجر کے سبب تین ہین ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پنے کی تو صحیح نہین ہی طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہی جسکی عقل جاتی رہی ہو بسبب جیسے کہ اوس سے افعال اور اقوال بطریقہ عقلا نہو سکین مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہی جسکے کلمات مختلط ہون یعنی کبھی اوسکا کلام بطور عقلا کے ہوے اور کبھی بطور مجانین کے ہو اوسکو معتوہ بھی کہتے ہین اوسکا حکم آگے آویگا کذا فی الاصل ص اور عتاق اون دونون کا اور اقرار اون کا اور صحیح ہی طلاق غلام کا اور اقرار اوسکا اپنی ذات پر نہ اوسکے مالک کے حق مین تو اگر غلام مجہور نے کسیکے قرض کا اقرار کیا تو اوسکا مطالبہ بعد آزادی کے اوس سے کیا جاویگا اور اگر عبد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جاویگا

جو شخص ان تینون مین سے ف یعنی عبد اور بچہ اور مجنون ص کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر دونون کی ہو تو وہ موقوف رہے گا اوسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہی اگر اجازت دیوے تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہوگا ف مجنون سے یہان وہ مجنون مراد ہی جو بیع و شرا کو جانتا ہی اور اوس کا قصد کرتا ہی اگرچہ مصلحت کو اوسکے مفسدہ سے ممتاز نہین کر سکتا وہی معتوہ ہی جو غیر کیطرف سے وکیل ہو سکتا ہی اور عقدمین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونون کی ہو اسواسطے لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہی جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہی اور جس مین محض ضرر ہی جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل ص اور جو کوئی چیز تلف کر دیوین تو ضمان دینگے ف اسلیے کہ افعال مین مجنون نہین ہین برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل ص اور حجر نہین کیا جاویگا جو شخص حر مکلف ہو بسبب سفاہت کے ف سفاہت سے مراد صرف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہی خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر ص یا فسق کے یا قرض کے ف یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک سفیہ پر حجر نہین ہو سکتا ہی اور یہی مفتی بہ ہی البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طالبگار حجر کے ہوویں تو قاضی اوسکو مجبور کرے اور اوسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اوسکو اوا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اوس شخص کا مال گواہون سے ثابت ہو جاوے تو مقر اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور امام شافعی کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہو سکتا ہی واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر ف مفتی ماجن وہ مفتی ہی جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تا کہ باین ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اوس سے زکوۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے ص اور طبیب جاہل پر ف طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دوا مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اوسکا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ص اور سکاری مفلس پر ف یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دیکے تب کرایہ اوسکے ذمہ سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جس سے ضرر عام ہو تو اوسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہی طحطاوی ص اور جو صغیر یا نہ ہو جاوے اور بیوقوف رہے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاوے یہان تک کہ پچیس ۲۵ برس کو پہونچے ف درر مین ہی کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہی جب کہ وہ ۲۵ برس کا ہو جاتا ہی اور ہدایہ مین لکھا ہی کہ روکنا مال کا اوس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہی کہ بعد پچیس ۲۵ برس کے تادیب نہین ہوتی کیا تو نہین دیکھتا کہ ۲۵ برس کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہی انتہی دادا ہو جانے کی صورت ہی کہ ادنی مدت بلوغ لڑکے کی ۱۲ برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ ۱۲ برس کی عمر مین اوسنے نکاح کیا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا پیدا ہوا اب اوس لڑکے کا بارہ ۱۲ برس کے سن مین نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا با وصف اسکے کہ عمر اوسکی پچیس ۲۵ برس ہی ص تو اگر تصرف کریگا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس ۲۵ برس کے مال اوسکا اوسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف

ہے اور ہوشیار نہووے شخص آزاد اگر مدیون ہووے تو قاضی اوسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادائے دین کے لیے بیچے اور جو اوسکے مال مین روپے یا اشرفیان ہووین اور قرض بھی روپے یا اشرفیان ہووین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کردے اوسکے مال سے اور جو قرض اشرفیان ہووین اور مال مین روپے ہووین یا قرض روپیہ اور مال اشرفیان تو بھی قاضی کو بیچڈالنا بغیر اوسکے امر کے واسطے ادائے دین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اوسکی قاضی نہ بیچے مگر اوسکو قید کرے تا وہ خود مجبور ہوکر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اوسکا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصون کے ادا کردیوے **ف** اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے درمختار **ص** ایک شخص مفلس ہوگیا اور اوسکے پاس وہ چیز ہے جو اوسنے خریدی لیکن ہنوز ثمن نہین ادا کی تو اوسکا بائع اور قرضخواہون کے ساتھ مساوی ہے **ف** یعنی وہ چیز بیچکر سب کو حصہ رسد اوسکی قیمت مین سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کرلیوے بعد اوسکے جو بچے تو وہ اور قرضخواہون کو ملے اور شافعی رح کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کرکے بائع کو اختیار فسخ دیدیگا اور بائع اپنی چیز بیچکر

فصل صد بلوغ کے بیان مین

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کرنے سے اور انزال سے **ف** اور اصل انزال ہے اسلیے کہ جب تک انزال نہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اوس سے حاملہ ہوگی **ص** اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے **ف** اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین ہے بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی **ص** پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین کے نزدیک جب تک پندرہ برس کے نہوجاوین **ف** یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہوجاوین تو اونکو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ علامات ظاہر نہووین اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ ہمارے زمانہ مین عمرین بہت چھوٹی ہوگئی ہین درمختار **ص** اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیے بارہ برس اور دختر کے لیے نو برس ہے تو اگر دونون قریب بلوغ کے ہوے اور انھون نے کہا کہ ہم بالغ ہوگئے تو قول اونکا معتبر ہوگا اور بالغ شمار کیے جاوینگے **ف** جب ظاہر حال اونکے قول کی تکذیب کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہوگا اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہوچکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کردیوین بدون قسم کے

کتاب الماذون

اذن کہتے ہین حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کردینے کو **ف** جان تو کہ اصل انسان مین یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب وسپر غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اوس سے متعلق ہوگیا تو اپنے ملک تصرفات کو رد کردیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اوس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعی

کے نزدیک توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل ص توجب مولیٰ نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کے لیے تو اوسکی جوابدہی مولی پر نہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن اوسکی مولیٰ سے طلب نہ کیجاویگی برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہے اسواسطے کہ اوسنے موکل کے لیے خریدا ہے اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک روز کے لیے تو وہ ماذون رہیگا جب تک مولی اوسپر حجر نکرے اسی طرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا پھر جب مولیٰ نے ایک قسم خاص تجارت کا اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت مین ماذون ہوجاویگا ف مراد یہ ہے کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اوسکا تمام انواع مین عام ہوجاویگا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بیٹھے تو یہ اذن ہوگا اوسکے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنا مال تو مجھے ادا کردیا کر برخلاف اوس صورت کے کہ مولیٰ نے ایک شے معین کے خرید کی اجازت دی کہ یہ اذن نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت لینا ہے کذا فی الاصل ص اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولی اوسکو خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہے اور صراحت سے تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہو مگر صاحبین کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہین اور خرید و فروخت مین وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور دین کو بطور اجارہ اور مساقاۃ اور مزارعت لیوے اور بیع بوسنکے لیے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ و مال بطریق مضاربہ دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ مین دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئین بھی کرایہ مین دیوے نہ شافعی کے نزدیک اور قرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ نہ قبول طعام کا اور ضیافت کرے اوسکی جو اوسکو کھلاوے اور ثمن گھٹا دیوے اگر عیب نکلے مبیع مین موافق دستور کے اور اپنے مملوک کا نوکر ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے کہ اوسمین بھی تحصیل مال ہے اور نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہو اور عورت کو درست ہے کہ اپنے خاوند کے گھر مین سے ایک شے قلیل خدا کی راہ مین دیوے ف یہ مسالہ اگرچہ اس باب سے نہین ہے لیکن اوسکو بمناسبت ذکر کیا اسلیے کہ عورت بھی اسقدر صدقہ کے لیے ماذون ہے عادۃً کذا فی الاصل ص جو دین عبد ماذون پر واجب ہوا ہو تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اوسکے حکم مین ہے جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جسکا ماذون نے انکار کیا اور وہ عقر جو واجب ہوا اوسکی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اوس غلام کی ذات سے بیچا جاویگا اوس دین مین اور اوسکی ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہون کو بطور حصہ رسد اور اوسکی کمائی سے جو قبل دین کے ہو یا بعد دین کے اور اوس سے جو چیز اوسکو ہبہ کی گئی تھی اور اوسنے ہبہ قبول کرلیا تھا ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعی کے نزدیک وہ خود دین مین نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکی کمائی بیچی جاویگی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے استحصال اوس چیز کا ہے جو حاصل ہنتھی نہ فوت کرنا اوس چیز کا جو اوسکو حاصل تھا اور ہم کہتے ہین کہ دین ظاہر ہوا مولیٰ کے حق مین تو متعلق ہوگا اوسکے رقبہ سے تا لوگون کو ضرر نہو ص لیکن وہ دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولیٰ نے اوس سے

لے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کہ اوسکے کسب اور تمن سے بھی باقی رہے تو اوسکا مطالبہ اوس سے آزاد ہونے کے بعد کیا جاویگا ف اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا درمختار ص مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق دین کے اوس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہے ف اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق دین کے لیکن استحسان سے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اوس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والوں کو نقصان ہووے ص اور جو اوس سے بڑھے وہ قرضخواہوں کو ملے گا اور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے یا مولی مرجاوے یا مولی کو جنون مطبق ہو جاوے ف محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی ص یا مولی دار الحرب میں مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولی اوس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والوں کو اسکی خبر ہو جاوے تو ان سب صورتوں میں وہ غلام مجبور ہو جاویگا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک اور امام زفر کے نزدیک نہوگی اور جو مدبر کیا تو مجبور نہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی ذات کی قیمت اوسکے قرضخواہوں کو دینا ہوگی ف یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت میں اگر مستولدہ اور مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اوسکا بقدر اوسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیے کہ مولی نے اس تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اوسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل ص اگر غلام مجبور ہو گیا بعد اوسکے اوسنے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانتاً یا غصبا ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگا ص اگر اوس غلام پاس قدر قرضہ ہو کہ اوسکے ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولی اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے مالک نہیں گا ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اوسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام کیطرف سے ثابت ہوئی جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے جو ائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور مانحن فیہ میں مال غلام کے حوائج سے فارغ نہیں ہے کذا فی الاصل ص تو ایسی صورت میں اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد کر دیگا تو آزاد نہوگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولی اوسکی قیمت کا تاوان قرضخواہوں کو دیگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اوسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولی اوسکے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے ف یہ جب ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے ورنہ بیع ہی ناجائز ہے ص تو اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت میں مولی کو اختیار ہوگا کہ زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے بیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی ف اسلیے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اوسکی نہیں لی تو مولی کا دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اسصورت میں ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل ص اگر چہ

عبد ماذون مدیون ہو لیکن مولی اوسکو آزاد کرسکتا ہے اور دین قیمت مین سے اوس غلام کے جو کم ہوگا اوسقدر مولی کو تاوان دینا ہوگا ف یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف قیمت دیدیگا قرضخواہون کو اسلیے کہ قرضخواہون کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اوسکو تلف کردیا تو قیمت کا تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جس پر دین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اوسکو غائب کردیا تو قرضخواہون کو اوسکے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اوسکی لے لیوین یا مشتری یا بائع سے اوسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیوین بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرضخواہون کو اوسنے دیے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہون کا حق پھر غلام سے متعلق ہوجاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچتے وقت مشتری کو بتادیا کہ یہ غلام مدیون ہے تو اب قرضخواہونکو یہ پہنچتا ہے کہ بیع کو رد کردیوین اگر اوسکی ثمن اونکو نہ پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع مین قیمت سے کچھ کمی ہوئی تو بیع رد نہین کرسکتے اور جو کمی ہوئی تو کمی مٹادیجاویگی یا بیع فسخ کیجاویگی اور جو مشتری سنکر ہو دین کا اور بالغ غائب ہو تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہین کرسکتے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک خصومت کرسکتے ہین اگر ایک غلام شہر مین آیا اور اوسنے کہا کہ مین فلان کا غلام ہون اور اوسنے مجھے اذن دیا ہے تجارت مین اور وہ خرید و فروخت کرتا ہے تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور کچھ نہ کہا تو وہ ماذون ہوجاویگا لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہوجاویگا تو وہ قرضے کے لیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونیکا ف اسلیے کہ جب تک مولی نے اقرار نہین کیا اذن کا تو دین اوسکے حق مین ظاہر نہوا اور معاملہ کرنے والون نے نقصان اوٹھایا اسلیے کہ انھون نے ظاہر حال پر بھروسا کیا اور مولی نے اونکو کچھ دھوکا نہین دیا کذا فی الاصل ص نابالغ کا تصرف اگر محض نافع ہو ف یعنی کسیطرح کا ضرر اوس مین نہو ص جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے ف اگر وہ بھی عقل رکھتا ہے تو ہمارے نزدیک اسلام اوسکا صحیح ہے اور شافعی رح کے نزدیک صحیح نہین دلیل ہماری یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام حالت نابالغی مین مسلمان ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا اسلام صحیح رکھا کما ابن الہمام نے کہا اخراج کیا بخاری نے تاریخ مین عروہ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور حاکم نے مستدرک مین طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباس رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علی کے سپرد کیا روز بدر کے اور اونکی عمر تیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور پر شرط شیخین کے کما ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث نص ہے اس بات پر کہ حضرت علی رض سات یا آٹھ برس کی عمر مین ایمان لائے اور مروی ہے حضرت علی رض سے یہ شعر سبقتکم الی الاسلام طرًا ؛ غلامًا ما بلغت اوان حلمی ؛ یعنی سابق ہوا مین تم پر طرف اسلام کے سب پر، حالانکہ مین لڑکا تھا کہ سن احتلام کو نہین پہونچا تھا روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین ص اور جو محض ضرر یعنی نقصان دینا پہونچانے والا ہو جیسے طلاق اور عتاق ف اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ ص تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمین نفع اور ضرر دونون کا احتمال ہے جیسے بیع اور شرا تو موقوف ہوگا

ذکر بیان تصرفات صبی

ولی کے اذن پر ف اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہوجاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اوسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا ص نابالغ کے تصرف صحیح ہونیکی اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو یعنی بیع کو ملک دور کرنے والا اور شرا کو ملک لانے والا سمجھے اور ولی نابالغ کا پہلے اوسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہ ہو تو باپ نے جسکو وصی کیا ہو ف پھر اوسکے وصی کا وصی درمختار ص پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا کتنا ہی دور کا ہووے پھر دادا کا وصی ف پھر اوسکے وصی کا وصی درمختار ص پھر قاضی یا اوسکا وصی ف اول دونون صورتون مین پھر وصی کہا اور یہان یون کہا کہ یا وصی اوسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات مین لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات مین اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا مین لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال مین تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی مین بھی تصرف کریگا کذا فی الاصل اور عان یا اوسکے وصی مال مین تصرف نہین کرسکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کونوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کی ولی نہین گ کذا فی الخلاصہ وی ص اگر صبی ماذون نے اپنے کمائی کے مال مین اقرار کیا کہ اسقدر مال فلان شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے مورث کے ترکہ کے مالمین اقرار کیا

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان مین غصب شرع مین عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اسطرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کردیوے ف تو غصب مردار مین نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے اسی طرح شخص آزاد مین اور نہ مسلمان کی شراب مین کیونکہ وہ قیمت دار نہین ہے اور نہ حربی کے مال مین اسلیے کہ وہ محترم نہین ہے اور قول اوسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کردیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی کے نزدیک غصب نام ہے قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہین ہے ہم کہتے ہین کہ کلام ہمارا اوس فعل مین ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اسی سبب سے مسائل متفرع ہوتے ہین شلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہین ہین اور امام شافعی کے نزدیک مضمون ہین اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق ہووے اور اسی سبب سے غصب عقارین اختلاف ہے اور آگے اوس کا ذکر آویگا اور ان مسائل مین سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل ص تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا ف اسلیے کہ اول کی دونون صورتون مین فعل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک اور تیسری صورت مین فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی فعل اوسمین ایسا نہین کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہوجاوے اسیطرح مویشی کا دور کردینا مالک سے یہان تک کہ وہ ہلاک ہوجاوین اور کسی کو پکڑے رہنا یہان تک کہ دوسرا اوسکا دانت اوکھاڑ لیوے ہمارے نزدیک غصب نہین ہے اور شافعی کے نزدیک غصب ہے اوران دونون

ل جو غاصب کے پاس امانت کے طور پر جانور تھا اوس نے اوسکو بیچ ڈالا یا اوسکو ذبح کرڈالا یا اوسکی پیٹھ پر بوجھ لادا یا اوسکو کسی کام مین لگادیا تو ضامن ہوگا

مسالون کی تفریع مستقیم نہیں ہے اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق یہان منقود ہے پھر ایک اور قید لگانا ضرور ہے کہ مال کا لے لینا بطور اختفا ہووے تاکہ چوری نکلجاوے **ف** لکن فی الاصل **ص** اور حکم غصب کا یہ ہے کہ غاصب گنہگار ہوتا ہے اگر اوسکو معلوم ہووے کہ شے مغصوب غیر کا مال ہے **ف** ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور ردعین درصورت بقاء طرح واجب ہے **ص** طحاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لیگا تو اللہ تعالی سات طبقون زمین کا اوسکے گلے مین طوق ڈالے گا اور بخاری کی روایت مین ہے کہ ساتون زمین تک دھسایا جاویگا اور امام احمد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اوسکی مٹی اوٹھاوے اور ایک روایت مین ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لی تو اللہ تعالی اوسکو تکلیف دیگا اوسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر تک پھر طوق ڈالے گا اوسکے گلے مین دن قیامت تک یہان تک کہ لوگون کا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہین **ص** اور جب تک شے مغصوب غاصب کے پاس قائم ہے تو اوسکا پھیر دینا لازم ہے اور درصورت تلف ہوجانے کے تاوان اوسکا دینا واجب ہے **ف** اسلیے کہ روایت کیا ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے سمرہ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو اوسنے لی ہے یہان تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہے کسیکو کہ لیوے چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اوسکو روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ترمذی نے اور روایت کی احمد و ابوداؤد و نسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہے اوسکا **ص** تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہے جیسے وہ چیزین جو وزن کرکے یا پیمانے مین بھرکے بکتی ہین یا شمار کرکے لیکن متقارب مین قریب قریب ہین **ف** جیسے اخروٹ وغیرہ **ص** تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن **ف** یعنی حاکم کے حکم کے وقت در مختار **ص** اوسکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی **ف** اور امام محمد کے نزدیک جو قیمت اوس شے کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہے کہ قول امام ابوحنیفہ کا صحیح ہے اور تحفہ مین ہے کہ وہ قول صحیح ہے اور نہایہ مین ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ رکھا ہے طحطاوی **ص** اور جو وہ چیز غیر مثلی ہے جیسے وہ چیزین جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین مثل جانور وغیرہ کے تو اوسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی **ف** اسی طرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جو ملے ہون یا تلو کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکے چنانچہ بخس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اوسکی قیمت دینا ہوگی **ص** تو اگر غاصب کہے کہ شے مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اوسکو قید کرے یہان تک کہ معلوم ہوجاوے یہ بات کہ اگر شے مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا **ف** اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ مفوض ہے رائے حاکم کے تبیین **ص** پھر اوسپر عوض دینے کا حکم کرے **ف** خواہ وہ عوض مثل ہو اگر شے مغصوب مثلی ہووے یا قیمت

اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شی مغصوب غاصب پاس تلف ہوگئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ مینے مالک کو پھیردی اوسکے پاس تلف ہوئی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے **ص** اور غصب کی شرط یہ ہے کہ شی مغصوب اموال متقومہ مین سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار **ف** یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین وغیرہ **ص** غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہوگیا **ف** آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا **ص** تو غاصب ضامن نہوگا شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک ضامن ہوگا **ف** اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتوی ہے درمختار **ص** اور اگر اوسمین کوئی نقصان ہوگیا اوسکے فعل سے جیسے اوسکی سکونت سے مکان گر گیا یا اوسکی کشتکاری سے زمین مین نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا **ف** باجماع سب علما کے **ص** جیسے قول مین نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کرکے اوسکو مزدوری مین لگایا اور اسوجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہوگیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا **ف** اگر مثلاً باغ غصب کرکے اوسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا درمختار **ص** غاصب نے اگر شی مغصوب کو اجارہ دیکر اوسکا کرایہ لیا تو اوس کرایہ کی رقم کو خیرات کردیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی خیرات کردیوے **ف** یعنی فقرا کو تقسیم کردیوے اپنے صرف مین نہ لاوے **ص** اسی طرح جو نفع اوسنے کمایا شی مغصوب یا متاع مین تصرف کرکے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہووے **ف** یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہووے **ص** یا امانت کے یا غصب کے روپیون کے بدلے مین کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیوے اور اوسمین نفع کمایا اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے مین خریدا اور ادا اور روپے کیے یا خریدا اور روپیون کے بدلے مین مطلق روپیون کے بدلے مین خریدا اور ادا وہ روپیہ کے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اوسکو تصدق کرنا ضرور نہین اور اپنے صرف مین لاسکتا ہے اسی پر فتوی ہے **ف** اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہین ہے اگرچہ بعد ادا دینے ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوای نوازل مین ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال مین حلال ہے جب ضمان مخلص ہووے درمختار **ص** اگر غاصب نے ایک شی کو غصب کرکے اوسمین ایسا تغیر کیا جس سے اوسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع **ف** یعنی اکثر مقاصد اوسکے **ص** فوت ہوگئے **ف** جیسے گیہون کو غصب کرکے اوسکو پیس ڈالا کہ نام اوسکا بدل گیا یعنی آٹا ہوگیا اور اکثر منافع بھی اوسکے جیسے ہریسہ اور گھنگنیان وغیرہ فوت ہوگئے **ص** تو غاصب پر تاوان اوسکا واجب ہوگیا اور غاصب اوسکا مالک ہوجاویگا لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اوسکو نفع لینا اوس شی سے درست نہین ہے **ف** اور جب تاوان اوسکا دیدیوے یا مالک معاف کردیوے یا قاضی اوس سے تاوان لیوے تو درست ہے **ص** مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کرکے اوسکو ذبح کیا پھر اوسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہون غصب کرکے اوسکو پیس ڈالا یا کھیت مین بو دیا یا لوہا غصب کرکے اوسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کرکے اوسکے برتن بنالیے یا ساگوان یا اینٹ غصب کرکے اوسکی عمارت بنوالی **ف** بشرطیکہ قیمت عمارت کی اوس ساگوان کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اوسکو بیچکر دونون کو ثمن اوسکی دلادیجاوے قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کرینگے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لیگا درمختار **ص** اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے

اوسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوالیے تو اوسکا مالک نہوگا بلکہ یہ چیزیں مالک کو دلادی جاوینگی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اوسکو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اوس بکری کو غاصب کے سر پٹخے اور اپنے دام سے لیوے یا بکری لے لیوے اور اوسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھرے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو اسقدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہوجاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اوٹھانے کے قابل نہ رہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اوس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنائی یا درخت گاڑے **ف** بغیر اذن مالک کے **ص** تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کردیوے **ف** اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمدؒ کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ میں ہر طرح اوکھیڑنے کا حکم ہے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے سعید بن زیدؓ سے **ص** اور اگر اوس درخت یا عمارت کا اوکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اوس سے زمین ناقص ہوجاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہے کہ غاصب کو قیمت اوس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اور زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت اور عمارت کے ساتھ بھی لگا دینگے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت سے زائد ہو مالک غاصب کو دیگا **ف** دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اوسمیں درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اوکھیڑنے والی درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اوکھیڑی ہوئی عمارت اور درخت میں سے اوسکی اجرت اوکھیڑنے کی مجرا کرکے باقی کو قیمت اوس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اوس درخت کی اگر وہ اوکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اوکھڑوانے کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا **فرع** **ص** اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کرکے اوسکو گھی میں ملایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کے مثل ستو لے لیوے یا اوسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگوانی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اوس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ نقص ہوجاتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہے **مسائل ملحقہ** اگر روپیہ غصب کرکے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اوسکے عین میں زائل نہوگا اگر چاندی سونا غصب کرکے اوسکے روپیہ اشرفی بنائے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شئی کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی اور اوسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہووے تو اوسکو مردہ اوکھاڑنا اور زمین کا برابر کردینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اوسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اوسکی اجرت ثابت ہے دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک والد کو

اپنے والد کے مال میں دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا و نیز تیسرے مودع کو درست ہے کہ مودع بالکسر کے مال میں سے اوسکے والد میں مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہاں ممکن نہ ہو جیسے حالت مسافرت میں اگر ایک شخص مر جاوے تو باقی رفقا کو اوسکا اسباب بیچنا اور اوسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثہ کو دینا درست ہے اور اون پر تاوان نہیں ہے کذا فی الدر المختار والاشباہ

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان میں

غاصب نے شے مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اوس شے کا مالک ہو جاویگا ف اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک نہ ہوگا تو غاصب اوسکی کمایوں کا بھی مالک ہو جاویگا نہ اوسکی اولاد کا در مختار ص قیمت مغصوب میں اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہوں سے ثابت کرے ف تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر حبس ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہیں در مختار ص اگر غاصب نے مالک کو شے مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اوسکے وہ شے بھی پیدا ہوئی اور قیمت اوسکی زیادہ نکلی اوس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شے لیوے اور قیمت غاصب کو واپس کر دیوے یا اوسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہوں سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شے مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہ ہوگا اگر غاصب نے شے مغصوبہ کو بیچ کر ڈالا بعد اوسکے اوسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اعتاق نافذ نہ ہوگا اور زوائد شے مغصوب کے خواہ متصل ہوں جیسے غلام مغصوب موٹا ہو جاوے یا حسین ہو جاوے یا منفصل ہو جاوے جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اوس کا تاوان نہ دینا ہوگا اگر عیب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعی کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہو گئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچہ سے اوسکے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچہ کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی بعد اوسکے مالک کے پاس ولادت سے وہ مر گئی تو غاصب اوسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا بخلاف عورت حرہ کے ف کہ اگر اوس سے زنا کرکے حالت حمل میں پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہیں ہے کہ اوسمیں غصب متحقق ہو ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا ف برابر ہے کہ غاصب شے مغصوب سے منفعت اوٹھاوے مثلاً مکان میں سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کا شراب یا سور تلف کر دیا تو اوسپر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی کا شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور اگر مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بنا ڈالا اوسطور سے جسمیں کچھ دام خرچ نہیں ہوتے جیسے دھوپ میں رکھدے یا مردہ جانور

در مختار

جانور کی کھال لیکر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اوسکو لیلیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اوسکو تلف کردے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہوجاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملیگا **ف** یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک اوسکو لیگا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کریگا **کذا فی الاصل** **ص** اسیطرح اگر کھال کی دباغت مصالح لگاکر کی جیسے قرظ یا مازو سے تو مالک اوسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیوے اور جو غاصب اوسکو تلف کردے تو ضامن نہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جو اوس کھال کی قیمت حالت دباغت مین ہووے اور امام صاحب کی دلیل کا فرق اصل کتاب اور رہن مین مذکور ہے **ص** جو شخص کسیکے گانے بجانے کے آلات توڑدے **ف** جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ **ص** تو اوسپر تاوان لازم ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک لازم نہوگا اور امام صاحب کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہے جو اوسکی قیمت نفس الامر مین قطع نظر لہو سے ہو جیسے ستار مین اوسکی لکڑی یا تار کا ضمان آویگا **ص** اور جو طبل غازیون کا ہے یا دف وہ ہے جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اوسکا ضمان بالاتفاق آویگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف **ف** سکر نام ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہوجاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جسکا نصف جل چکا ہو آگ پر پکانے سے اور بیان اسکا کتاب الاشربہ مین آویگا **ص** بہادیوے تو تاوان اوسکا دینا ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اسیطرح گانے والی لونڈی اور سیڈھا لڑائی کا اور کبوتر اڑنے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام ان سب چیزون کی قیمت تلف کرنے سے واجب ہوگی جو اونکی قیمت نفس الامر مین ہووے قطع نظر معصیت سے **درمختار** **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو وہ سپر تاوان لازم نہ آویگا بخلاف مدبرہ کی جس شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا پانون سے کھولدی یا بالغ کی رسی نکالدی یا قفل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندہ کا کھول دیا اور پرندہ جاتا رہا یا بادشاہ نے ایسے آدمی کو جو قفل کھانی جانتا ہو سکوستا یا اور حال یہ ہے کہ وہ بن حاکم سے التماس کرنیکے وہ تنگر ستا نہین ہے یا ایسے کو جو قفل کھانی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اوسکے کہنے سے باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی زر لیتا ہے اور کبھی نہین لیتا کہ امید یاد غلام شخص سے مال پایا پھر بادشاہ نے اوس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے کچھ واپس لیا تو شخص مذکور پر مسکا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چلچور پر تاوان لازم آویگا **ف** اس صورت ضمان لازم آنا اوسی چلچور پر اگر اوسنے ناحق چلچور کھانی جو اوسنے قید کیا تھا اوسکے رہا کرنے سے امام صاحب کے نزدیک اور اوسی پر فتوی ہے اور شیخین کے نزدیک لازم نہین آتا **مسائل ملحقہ مترجمہ** اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لیلی تو مسلمان پر شیش اوس شراب کی واجب نہوئی تاوان حلم کرنے والے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے مگر کہا جاتا ہے کہ سلطان دوسرے باپ تیسرے ماموں جب ماموں ہو یا عم ہو اگر جورے مین سے ایک فرد تلف کرے تو فرد باقی بھی اوسکو دیجاوے اور زنا والی کل کا ادا کرے ابو یوسف نے کہا کہ ایک شخص نے ذمی سے شراب لیکر مسلمان کو دیدی اوسنے اوسکو توڑ ڈالا تو ضامن نہوگا کما فی الخانیہ اور حمام مین نماز کا مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہ جانا چاہیے اور دکانون کی کرایہ لینا بھی درست نہین انتہی اور تمام مکروہات نماز مذکور ہوئے اور جو لوگ نماز کا نون مضحکہ جانتے ہین انکی شہادت مقبول نہین درمختار وطحطاوی

کتاب الشفعة

شفعہ مشتق ہے شفع سے جسکے معنی ملانے کے ہین اور اصطلاح شرع مین ص شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار کے جبراً اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن دامون کو مشتری نے لیا ہے اوسی دامون کو جبراً اوس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے اور مضبوط ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اسلیے کہ اگر وہ طلب مین تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہو گا تو جب اوسنے گواہ کر دیے شفعہ مضبوط ہو گیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اوس عقار کا مالک ہو جاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعون کی تعداد کے نہ بقدر ملک کے ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہون تو وہ عقار علی السویہ سب مین تقسیم ہو گا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین مین تین آدمی شریک ہین ایک نصف کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونون کو دلایا جاویگا اور شافعی کے نزدیک اوس نصف عقار مبیعہ کے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار ص شفعہ دال ہے اوس شریک پر جو ذات مبیع مین شریک ہو نہ پھر جو حقوق مبیع مین شریک ہووے مثلاً پانی کے حصے مین یا راہ مین شریک ہووے اور مراد پانی کے حصہ اور راہ سے وہ ہین جو مخصوص ہون مثلاً پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمین کشتیان نہین چلتین اور راہ وہ جو نافذ نہین ہے ف اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہے تو شفعہ ثابت نہوگا درمختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اوسکے مکان کا دوسرے کوچے مین ہو ف اور جو اوسکا دروازہ اوسی کوچے مین ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ شریک ہے حق تبع مین نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملیگا اور جار کو نہ پہونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچے گا لیکن اوسی جار کو جسکی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہے اور جو اوس دونون کے بیچ مین طریق نافذ موجود ہے تو اوسکو حق شفعہ ثابت نہوگا بہ تفیعون کے اور باتفاق امام اعظم کے نزدیک ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین ہماری دلیل بہت سی احادیث ہین پہلی حدیث ابو رافع کی روایت کیا اوسکو بخاری نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہے روایت کیا اوسکو نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے تیسری حدیث جابر رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ ان دونون کی ایک راہ ہے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور راوی اسکے سب معتبر ہین پس ان احادیث سے ثابت ہوا ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب تبعیہ تو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہے عقار یا اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے

اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین شریک سے کہ خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگون سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے شریک اول حقدار ہی شفعہ کا تو اگر شریک نہو تو ہمسایہ حقدار ہی اور خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع احق ہی اپنے سوا اور لوگون سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہی کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات بیع مین شریک ہی تو اوسکا حق زیادہ ہی بعد اوسکے وہ ہی جو ذات بیع مین شریک نہووے بلکہ حقوق مین شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے ص اور جسکی کوٹھیان دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہون تو وہ بھی ہمسایہ ہی ف یعنی شریک نہین ہی آسی طرح جو ہمسایہ کہ اوسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہی کوچہ غیر نافذہ مین تو اوسکو بھی شفعہ ہی اور اگر کوچہ نافذہ مین ہی تو شفعہ نہین ہی اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اوسکو بھی باعتبار استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اوسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کر سکتا ہی شفیع یہ نہین کر سکتا کہ عقار مبیعہ مین سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اوسکے جوار مین شفعہ نہین ہی درمختار

باب طلب شفعہ کے بیان مین

ص شفعہ مین تین طلب ضرور ہین پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر ہو پہنچے تو مجلس علم مین شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جنسے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یون کہے کہ سیدھے شفعہ طلب کیا یا مین طالب ہون شفعہ کا یا مین طلب کرتا ہون شفعہ کو یہ اختیار ہی کرخی کا اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ جسوقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچے اوسی وقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہیگا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا ف یعنی مجلس تک انتظار نہوگا بلکہ خبر ہوتے ہی طلب شفعہ ضرور ہی درمختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور اختیار کرخی اصح ہی اور متون سب اوسی پر ہین ص اور اس طلب کو طلب مواثبہ کہتے ہین ف اسلیے کہ مواثبت کے معنی کودنی اور اوچھلنے کے ہین تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہی گویا شفیع کودتا ہی اور شفعہ طلب کرتا ہی کذا فی الاصل ص پھر دوسری شفیع گواہ کرے عقار پر جاکر یا اوس شخص پاس جسکے قبضے مین وہ عقار اوسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری پس کہے کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون اور تحقیق کہ مین نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہون تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہین ف جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہی جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہان تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد کی تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ مین ہی کہ جب شفیع چلے کے راستے مین ہووے اور اوسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسیکو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اوسکا باقی رہیگا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ سو ممکن ہووین اور نہ کرے تو شفعہ اوس کا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل ص پھر تیسری طلب کہے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جاکر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خریدا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون

لسبب اور ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تقریر اور طلب خصومت کہتے ہیں
اور اس طلب میں تاخیر کرنیسے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمد رح نے کہ ایک مہینہ تک اگر طلب خصومت نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاویگا اور اسی پر فتوی ہے ف اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر
سے جب تک شفیع زبان سے اپنے شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتوی ظاہر الروایت
اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایت مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ص اور جسوقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ
طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اوس عقار کا مالک ہے جسکے
سبب سے دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہے ف زیلعی نے کہا مالک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے
قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اوسکے حدود کیا ہیں ہوسکے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسلیے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں
ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں ہوسکتا ہے کہ قابض نہ ہو اسلیے کہ قابض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہو پھر
جب اوسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اول اور اوسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کرتا ہووے
یا وہ اور شخص حق کے سبب سے مجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور مجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع
کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب تک نہ تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے
ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی تو اوسکے
پاس اشہاد ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ تو بجا ہے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع سبب کچھ بیان کردیوے اور کسی شرط کو فوت نہ ہونے
دیا ہووے تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اوس گھر کی ملک کا سوال
کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اوس عقار کے
مملوک ہونیکا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک پر سبب عقار
مذکور کے تو اب قاضی اوس سے سوال کرے کہ تو نے دوسرا عقار خریدا کیا ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے خرید کا یا نکول
کرے قسم کھانے سے حاصل پر یا سبب پر ف جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے شفعہ
خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھپر نہیں ہے اور جہاں
مختلف فیہ ہے جیسے شفعہ جوار تو وہاں قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح پر کہ واللہ میں نے اوس عقار کو نہیں خریدا اسلیے کہ اگر
حاصل پر بیان بھی قسم دیجاوے تو اوسکو گنجائش ہے کہ شافعی رح کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اسکا ذکر کتاب الدعوی میں
گذر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت
کردیوے ف یہ جب ہے کہ مدعی علیہ شفیع کے طلب شفعہ کا منکر نہ ہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع پاس طلب سے ثابت
اور طلب اشہاد کے گواہ نہوں تو قول مدعی علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا مختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوی کی رقم ثمن
نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کردیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار کا
روک رکھنا تا وصول ثمن پہونچتا ہے تو اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا اور جو بائع نے وہ عقار

بھی مشتری کے قبض مین نہ دیا ہووے تو حصہ شفیع کا بائع ہوگا ولیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر ہووے
ف اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکے حضور مین فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اوسصورت کے کہ مشتری کے قبضے مین وہ عقار
آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہین ہے اسلیے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدۂ
ثمن ف جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویت اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط
کرلیوے برات کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن مین اوس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضے مین
ہے اور ثمن بائع کو نقد دیا گیا ہے در مختار ص تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونون گواہ لائے تو شفیع کے
گواہ مقبول ہونگے ف طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتوی طرفین کے قول پر ہے ص اگر مشتری
نے ثمن زیادہ بیان کی اور بائع نے اوس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا
ف اور جس صورت مین اسکا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونون کو قسم کھانا
ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہوجاویگا اور جو دونون نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہوجاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت
دیکر عقار لے لیگا در مختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری ثمن مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع
کچھ ثمن مشتری کو چھوڑ دیوے تو اوسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگی
در مختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے مین عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا
تو شفیع اوسکی قیمت مشتری کو دیوے ف یعنی جو قیمت روز خریدا اوس چیز کی ہووے در مختار ص تو عقار کی بیع
مین بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے مین لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو
تو شفیع نقد دام دیکر لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور جو شفعہ طلب کیا تو شفعہ
باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سؤر کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت مین شراب دیکر اور
سور کی صورت مین قیمت اوسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونون صورتون مین قیمت دیوے اگر
مشتری نے اوس عقار مین عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے ساتھ اون دونون کی
قیمت جو حالت استحقاق قلع مین ہے دیکر اونکو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اوکھاڑ
لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری
سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہین لے سکتا برخلاف مشتری کے
کہ اگر وہان ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیرے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی
لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اوسکے وہ ویران اور حتہ اب ہوگیا یا باغ خریدا
اوسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اوسکو لیوے تو پوری ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہین کرسکتا اگر مشتری نے مکان لیکر
اوسکو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے
زمین خریدی اور اوسکے اندر کے درخت اوسی کے ساتھ مع پھل مول لیے یا جسوقت خریدا اوسوقت درخت پھل نہ تھے

پھر لگ آئے تو شفیع بھی دونوں صورتوں میں درخت مع پھلوں کے لیگا اور اگر مشتری نے اونکو کاٹ لیا تو صورت اول میں پھلوں کے دام مجرا لیکر شفیع ثمن دیوے اور صورت ثانی میں کل ثمن ادا کرے ف اسواسطے کہ پہل مشتری نے جسوقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کر دیا تو اب شفیع کو اوس کا چھوڑنا جائز نہیں در مختار

ص باب بیان میں اوسکے جسمیں شفعہ ہوتا ہے اور جسمیں نہیں ہوتا اور جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً ف یعنی بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا میں بھی شفعہ ہو جاتا ہے لیکن بالذات اوسمیں نہیں ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاویں بدون زمین کے تو اوسمیں شفعہ واجب ہوگا ص اوس شی غیر منقول میں جو ملک میں آوے عوض کے بدلے میں اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اوسکی تقسیم نہو سکے جیسے چکی کا گھر مع چکی کے اور حمام اور کنوان ف عوض کے قید سے یہہ نکل گیا یہانتک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا اگرچہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض میں نکاح یا خلع کے دیا جاوے اور غیر منقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہے کہ شافعی کے نزدیک غیر منقسوم میں شفعہ نہیں ہے اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے مضرت کے ہے اور ہمارے نزدیک شفعہ ہے کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار میں جب تنہا بیچے جاویں بدون زمین کے شفعہ نہیں ہے اسی طرح شفعہ نہیں ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور جو گھر میں کہ تقسیم کیا جاوے شرکا میں یا اجرت کے عوض میں دیا جاوے یا بدل میں خلع کے یا آزادی کے یا بدل میں صلح کے قتل عمد سے یا معتزہ اگرچہ بعض گھر کے مقابلے میں مال بھی ہو ف جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کر کے اوسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایکہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر میں شفعہ نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے حصے میں شفعہ واجب ہوگا کذا فی الاصل ص اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہے تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہوگا ف پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہو گیا بشرطیکہ شفیع اوس وقت طلب کرے قول صحیح میں اور بعضوں کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہے اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے در مختار ص اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہے شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری اوسمیں عمارت بناوے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاصل ص اگر بیع کیوقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اوسکے مبیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب میں بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو بغیر حکم قاضی وہ شی خیار العیب میں یا بالقالہ بیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون کو اپنے مولی کے مال میں اور سید کو اپنے غلام ماذون مدیون کے مال میں حق شفعہ پہونچتا ہے اور شفعہ ثابت ہے اوس شخص کے لیے جو خود خریدے یا دوسرے کے لیے خریدے یا کوئی دوسرا اوسکے لیے خریدے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہوں اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور موکل کو بھی شفعہ پہونچیگا ف مثلاً ایک گھر میں تین شخص شریک ہیں اب ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسری کا حصہ خریدنے کے لیے تو موکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پہونچیگا

کذا فی الحاشیہ ص اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ نہ پہونچیگا اور جو شخص بیچے اصالتاً یا وکالتاً یا اوسکی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن ہووے درک کا اور وہ شفیع ہووے تو اوسکا شفعہ ساقط ہوجاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان درک بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا ص اگر کسیکے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو جانب شفیع کیطرف ملی تھی اور دھرے سے ایک ہاتھ کم کرکے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر کو بیچ کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض میں اور طول میں جسقدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیچ کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچیگا ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہاں نرہا ص یا ایک حصہ اوس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہونچیگا نہ ثانی میں ف یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اوسکی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خریدنے کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اوس کل گھر میں سے کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزارواں حصہ اوس گھر کا نو سو ننانوے روپے کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزارویں حصے میں گھر کے پہونچیگا اور اوسکو بھی وہ نہ لے سکیگا بوجہ زیادتی قیمت اوقلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہیں لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدنے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ثمن کے عوض میں خرید کرکے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے تو شفیع نہیں لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اسکی یوں ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اوسکو ہزار روپے کے بدلے میں خرید کرکے عوض ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اوس گھر کو نہیں لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض میں کذا فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی شفعہ میں ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ میں محمد کے قول پر ف اسواسطے کہ زکوۃ عبادت ہے اوس میں حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہے اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقرا کے حقوق کا جنکو اللہ تعالی نے مقرر کیا اغنیا کے مال میں اور داخل ہوجاتا ہے ذمرہ میں اون لوگوں کے جنکی برائی اس آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیۃ اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہیں تو اسقاط شفعہ حلال نہیں ہے اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسایوں سے نفع اوٹھاتے ہیں لیکن ناحق شفیع اوسکا رہنا نہیں چاہتا تو اوسوقت میں حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبہ یعنی طلب اشہاد کی بعد بیع کے شفعہ نہ چھوڑا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کرلی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں کسی عوض پر تو ان سب صورتوں میں شفعہ باطل ہوجاویگا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسی طرح اگر شفیع مرجاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اوسکے ورثہ کو نہ پہونچے گا ف یہ سبب ہے کہ شفیع قبل

طلب اسقاط شفعہ

قضاے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اوجو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو وارث کو شفعہ ملیگا کذا فی الاصل **ص** اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا **ف** بلکہ اوسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا **ص** اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اوس جائداد کو اپنی بیچ ڈالے جسکے سبب سے اوسکو استحقاق شفعہ کا حاصل ہی تب بھی شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا **ف** الا جب کہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے **ص** اگر شفیع کو خبر پہنچی کہ مکان زید خریدتا ہی اور اوسنے شفعہ چھوڑ دیا بعد معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو فروخت ہوا تو اوسنے شفعہ چھوڑ دیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے مین بکا کہ قیمت اوسکی ہزار یا زیادہ ہی تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہنچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے مین بکا جسکی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہی تو شفعہ نہ پہنچیگا **ف** اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہی بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب مین اگر اوسکی قیمت ہزار روپے ہی تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہی اور اگر زیادہ ہی تو بطریق اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر چند شخصون نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لیسکتا ہی اور جو چند شخصون نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہین لیسکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین سے نصف زمین بیچ ڈالی پھر اوسکو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اوس نصف کو لیسکتا ہی

مسائل ملحقہ برائے عام سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہی قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو اگر دار مبیعہ کی ملک کا بھی دعوی ہی اور شفعہ کا بھی تو یون دعوی کرے کہ مین اس گھر کی ملک کا دعوی کرتا ہون اگر یہ گھر مجھے پہنچا تو بہتر ہی ورنہ مین شفعہ کے دعوی پر ہون جس لڑکے کا کوئی ولی نہین ہی تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے درمختار

کتاب القسمۃ

قسمت کہتے ہین ایک حصہ شائع **ف** یعنی پھیلے ہوئے **ص** کو جمع کردینا اور معین کردینا **ف** اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہی سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکون کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین اور شرط قسمت یہ ہی کہ منفعت فوت نہوجاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کی جاویگی درمختار **ص** جو چیز مثلی ہی تو اوسکی قسمت مین افراز یعنی اپنے حق کا جدا کرلینا غالب ہی اور جو غیر مثلی ہی تو اوسمین مبادلہ غالب ہی **ف** مثلی مین جیسے گیہون چانول جو وغیرہ مین افراز اسلیے غالب ہی کہ اوسکے اجزا اور ابعاض مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہی وہ اوسکی مثل ہی ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی اور غیر مثلی مین جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین مین مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ اون مین تفاوت بہت ہوتا ہی چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اوسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہی کیونکہ دونون حصون مین بالیقین مماثلت اور مساواۃ نہین ہی **ص** تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت مین مثلی مین لے سکتا ہی غیر مثلی مین **ف** اسلیے کہ مثلی مین تفاوت نہین ہی برخلاف غیر مثلی کے درمختار **ص** اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاویگا

متحد الجنس مین ف یہ جواب ہی ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہی غیر مثلی مین پھر کیا وجہ ہی کہ متحد الجنس غیر مثلی مین جبر کیا جاتا ہی قسمت پر باوجود اس بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہی کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہی لیکن اسمین معنی افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہی کہ اپنے حصے سے نفع اوٹھاوے اسوجہ سے اسمین جبر جاری ہوا علاوہ اسکے کبھی مبادلہ مین بھی جبر ہوتا ہی جب اوس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ولی دین مین کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنے والا بیت المال مین سے مقرر کیا جاویگا تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولی ہی اور جو اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہی اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی ف امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جسکا حصہ زیادہ ہووہ زیادہ اجرت دیوے اور جسکا کم ہووہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت کی ملک کی امام صاحب یہ کہتے ہین کہ اجرت بعوض ممیز کرنے کے ہی ایک حصہ کو دوسرے حصے سے اور اسمین تفاوت نہین قلیل اور کثیر مین بلکہ کبھی قلیل مین مشکل ہوتا ہی اور کثیر مین آسان اور کبھی اسکا الٹا ہوتا ہی تو اوسکا اعتبار متعذر ہوا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنے والے کی باتفاق امام اور صاحبین کے بقدر حصون کے ہوگی درمختار ص ضرور ہی کہ قاسم علم قسمت کو خوب جانتا ہووے ف اور عادل امانت دار ہووے درمختار ص اور حاکم یہ حکم کرے کہ قسمت کے لیے خاص ایک شخص کو مقرر کرے ف اسطرح پر کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران لیگا اور لوگون کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی ص اور نہ یہ کہ اجرت قسمت کی سب قاسمون مین مشترک ہوا کرے ف ورنہ وہ آپسمین اتفاق کرکے اجرت گران لینگے ص قسمت صحیح ہی سب شریکون کی رضامندی سے مگر جب وہ یہ ہین کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہی یا کوئی شریک غائب ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین ہی کہ ان صورتون مین قسمت لازم نہوگی درمختار ص بلکہ اوسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب یا صبی کی بعد بلوغ کے یا اوسکے ولی کی درمختار ص ضرور ہی ف یہ جب ہی کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو قسمت باطل ہی اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہوجاوے جب تک وہ صبی بالغ ہوکر یا اوسکا ولی اجازت نہ دیوے یا غائب حاضر نہووے درمختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکے شرکا یا مطلق ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اوسکے شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اوسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم نہ کیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک یہان تک کہ گواہ لاوین موت پر مورث کے اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبین کے نزدیک تقسیم کر دیا جاویگا مثل اوصورتون کے اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار اونکے قبضے مین ہی جب تک وہ اپنی ملک پر گواہ نہ لاوین باتفاق امام اور صاحبین کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انھون نے مورث کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اون دونون کے قبضے مین ہی اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہی یا غائب ہی تو عقار کو تقسیم کرکے قاضی ایک شخص کو مقرر کریگا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث حاضر ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر پھر کئی شخصون نے ایک چیز بلکہ خریدی اب ایک خریدار غائب ہی اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار اوس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے مین ہووے تو قسمت نکی جاویگی مال مشترک

قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اوٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہو اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہو کہ وہ اوس سے نفع نہین اوٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور حصہ قلیل والے کی طلب سے قسمت نہ کی جاویگی ف اسلیے کہ صاحب حصۂ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین تو وہ نقصان پر کیونکر راضی ہوگا یہ طلب قسمت مین اور بعضون نے برعکس کہا ہو یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان چاہتا ہو صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کی جاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہو اور بعضون نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی درمختار مین ہو کہ اسی قول پر فتوی ہو نقلاً عن الخانیۃ ص اگر قسمت کرنے سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک طلب کرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اوان اسباب اور عروض کی جنکی جنس متحد ہو ف مثلاً صرف بکریان ہون یا دنبے اونٹ ہون یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہو ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہون ف یا کئی جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے ص یا غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہو ف یا کوان یا چکی یا کتابین درمختار ص تو قاضی قسمت نہین کرسکتا مگر جب سب شریک راضی ہو جاوین تقسیم پر ف اور صاحبین کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض خسرکا کی طلب سے بھی تقسیم کر دیجاوینگے جیسے اونٹ وغیرہ امام صاحب یہ کہتے ہین کہ آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہو تو مثل اجناس مختلف کے ہوے اور جواہر مین بعضون کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات اگرچہ متحد الجنس ہون جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجات متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہو تو مساواۃ قیمت اوسمین ممکن نہین ہو اور جواہر الفتاوی مین ہو کہ کتابین تقسیم نہ کی جاوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث اوس سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی مجلد مین ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہو جاوین اس بات پر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ کتابین لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہو ورنہ جائز نہین درمختار ص کئی گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہو یا ایک گھر اور ایک دکان مشترک ہو تو ہر ایک کی قسمت جدا جدا ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیدیا جاوے اور دوسرے کو زمین یا دوکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علحدہ علحدہ قسمت کیجاویگی اگر سب چیزین ایک شہر مین ہون اور امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہرون مین ہین تو باتفاق امام قسمت ہر ایک کی علحدہ علحدہ کیجاویگی کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنے والا شی مقسوم کا نقشہ کھینچے ف قاضی کے دکھانے کے لیے درمختار ص اور مقسوم کو قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے ف اسطرح پر کہ اقل سہام کو دیکھکر اوسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کر لیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہو تو شی مقسوم کے تین حصے کرے اور جو سدس ہو تو چھ حصے کرے علی ھذا القیاس ص اور گزون سے اوسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت مقرر کرے اور ہر حصہ کی آمد کی راہ اور پانی جدا کر دیوے اور حصون کا نام پہلا دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے تو جسکا نام پہلے نکلے اوسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری بار مین نکلے اوسکو دوسرا حصہ دیوے ف یعنی قاسم

اوس کاغذ پر گزون کو لکھکر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو شبکل خشت خام کے بنادے اور مکان اور سائبانون کو انھین گزون سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگالیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصہ کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اوسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسطرح جتنے حصے ہون اخیر تک بعد اوسکے شرکا کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھکر پہلے جسکا نام نکلے اوسکو ابتدا کی جانب سے جو حصے پہونچتے ہون دیدیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہون یا کم و بیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقد روپے گھر اور زمین کی قسمت مین داخل نہ کیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین مین عمارت بھی ہو تو اوسکی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر تقسیم کرے جسکے حصے مین عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق اوسکے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کیے جاوینگے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ جسکے حصے مین عمارت ہے وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اس سے بھی پورا نہو تو کچھ روپے دیدیوے کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہو گئی اب ایک شریک کی نہری یا راہ دوسرے شریک کے حصے مین سے ہے اور اسکی شرط قسمت کے وقت نہین ہوئی تھی تو راہ اور نہری اوسکی بدل دینگے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک پانی جانے کی اور آمد و رفت کی راہ جدا ہووے اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا مشترک ہے اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہے اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کرکے بلحاظ قیمت تقسیم کیجاوین امام محمد رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک گزون سے ناپ کر تقسیم کر دینگے اسطرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل مین دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہیگا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک اپنے حصے پانے کا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے ف اسلیے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہون سے اور بدائع مین ہے کہ دعوی اوسکا مقبول تو ہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاوای قاضی خان مین بھی ایسا ہی تائید ہے اور روایت متن کی دلیل ہے کہ اوس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے اپنے حق پانے کا اقرار کر لیا پھر جب اوسنے خوب جانچا تو اوسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اوس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہان اوسکے دعوی مین تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا مین عفو ہے جیسا کہ اشباہ و النظائر اور اکثر کتب فقہ مین مصرح ہے ص اگر وہ شخص قاسم تھے تو اونکی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصہ پانے کا مقبول ہے ف شیخین کے نزدیک اور احمد اور شافعی رح کے نزدیک مقبول نہین ہے اسلیے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہے ہم جواب دیتے ہین کہ نہین اپنے فعل پر شہادت نہین ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اس بات کے کہ مینے اپنا حصہ سب پالیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ مینے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اوسمین سے کچھ لے لیا تو اوس شریک کو حلف دلاوینگے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اوسنے یہ کہا کہ مجکو اسقدر حصہ پونہچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونون

قسم کھادین اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کی عرض مین اختلاف کرین تو راہ کا عرض موافق دروازہ مکان کے عرض کے کردیا جاوے اور طول اوسکا بقدر طول دروازہ کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکون نے شرط کرلی کہ مقدار راہ کا متفاوت رہے تو جائز ہی درمختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے مین سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اوس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین سے کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل کتاب مین اسمقام پر تفصیل کی ہی اگر کسیکا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہمباری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو مہایاۃ کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایکطرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا اوپر کے مکان مین رہے اور دوسرا نیچے کے مکان مین رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یا کام کرایا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر مین ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک ایک سے کام کرایا کرے دوسرا دوسرے سے ف

مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہوگیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کرینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو ادا کردین یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثون کے ذمے سے معاف کردیون یا اور ترکہ بمقدار باقی ہو جو قرضہ کو کافی ہو اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہی نہ دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا مدعی ہوا تو باطل ہی اگر ایک شریک کے حصہ کا درخت اوسکی شاخین دوسرے شریک کے حصے مین لٹکتی ہین تو اوسکو جبر اوس درخت کے کاٹنے پر نہین پہونچا اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اوسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کرینگے اگر جسنے عمارت بنائی اوسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہی ورنہ اوسکو منہدم کردینگے اور یہی حکم درخت کا ہی البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گرادینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کرلین تو درست ہی جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اوسمین ملک قابض کی آجاویگی اور جو اوسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بشرای فاسد کے اگر مکان مشترک گرگیا اور ایک شریک اوسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کردیون اور جو قسمت نہو سکے تو ایک شریک اوسکو بناکر کرایہ پر چلاوے اور دام اپنے وصول کرلیوے اگر قاضی کے حکم سے بنادے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو بھر لیوے انسان کو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اوس سے ضرر پونہچے درست ہی اسی پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا نہین درست ہی اور اوسی پر فتوی ہی درمختار

ص کتاب المزارعۃ

شرع مین مزارعت عبارت ہی اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقریر بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اوسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہو اوسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہی ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار ص امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہی اسلیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرہ سے ف روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر رض سے اور مخابرہ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت مین مسلم کی

صاف مزارعت کا لفظ موجود ہی ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہی بعض پراوس چیز کے جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہی تو شامل قفیز طحان کے ہوا اور وہ ممنوع ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ف اسلیے کہ لوگ اسپر عمل کرتے چلے آتے ہین اور حاجت ہی طرف اسکے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر سے اور پر نصف خارج کے خواہ پھل ہون یا اناج ہو روایت کیا اوسکو ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے ابن عمرؓ سے اعتراض مین اسکا جواب دیا ہی کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحب کے نزدیک جائز ہی باکمال دلیل امام اعظم کی ظاہر حدیث سے قوی ہی اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بنظر ضرورت اور احتیاج کے ہی ص لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کے لیے کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہی کہ زمین زراعت کے قابل ہو دوسری شرط یہ ہی کہ عاقدین اہل ہون ف یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہین ہی لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہی طحطاوی ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور درمختار مین ہی کہ ہمارے زمانے مین ذکر مدت ضرور نہین اور اسی پر فتوی ہی ص چوتھی شرط یہ ہی کہ تخم دینے والے کو معین کردیا ف یعنی بیج بونے کے لیے کون دیوے جسکی زمین ہی وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہی وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک موافق عرف کے عمل ضرور ہی درمختار ص پانچوین شرط یہ ہی کہ جو چیز بوئی جاوے اوسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار یا گیہون ص چھٹی شرط یہ ہی کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہین ہی اوسکا حصہ مقرر کردینا ضرور ہی ص ساتوین شرط یہ ہی کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کردی جاوے ف تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہی کہ زمین کا مالک کہے کہ مینے زمین تجکو تسلیم کردی کذا فی الطحطاوی ص آٹھوین شرط یہ ہی کہ جو غلہ پیدا ہووے اوسمین دونون کی شرکت ہووے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے سن یا دس من غلہ معین کردیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ دس من غلہ فلان کو ملے گا بعد اوسکے نصفا نصف یا اثلاثاً تقسیم کرلینگے مزارعت اسصورت مین اسلیے باطل ہی کہ احتمال ہی کہ سوا اوس دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہووے تو ضرور ہی کہ جسقدر نکلے دونون مین مشترک رہے ص یا ایک مقام خاص مین جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کردیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر مابقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتون مین مزارعت باطل ہی اسلیے کہ شاید اوسی مقام خاص مین غلہ نکلے اور کہین نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج معین ہی اوسی قدر غلہ نکلے زیادہ نہ پیدا ہووے اور اگر خراج مقاسمہ جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہی ہووے تو عقد مزارعت باطل نہوگی جیسے عشر کی پہلے دیدینے کی شرط ہووے اسلیے کہ اسمین شرکت منقطع نہین ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اوسکا ربع یا خمس جو خراج مقاسمہ مین ہووے ادا کرکے باقی بطور شرط کے تقسیم کرلینگے کذا فی الاصل ص یا گھاس ایک کی ہووے اور دانہ دوسرے کا ف اسلیے کہ شرکت اس صورت مین منقطع ہوجاتی ہی اسمین جو مقصود زراعت ہی یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصفا ہووے اور گھاس اوسکی جو صاحب تخم نہین ہی ف اسلیے کہ یہ شرط خلاف ہی مقتضاے عقد کے کیونکہ گھاس کا

مستحق وہی ہے جسکے بیج ہیں ص یا گھانس نصفا نصف ہو اور دانہ ایک کا ہووے ف اسلیے کہ مقصود میں شرکت منقطع ہوجاتی ہے ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور گھانس تخم والے کو ملے یا گھانس کا بالکل ذکر ہی نہ کیا تو درست ہے ف اسلیے کہ اول صورت میں شرط موافق مقتضائے عقد کے ہے کیونکہ گھانس اوسیکے ملک کی افزایش ہے جسکا تخم تھا اور دوسری صورت میں مقصود یعنی اناج میں شرکت حاصل ہے تو اسصورت میں کل گھانس صاحب تخم کو ملیگی اور بعضوں کے نزدیک مشترک رہیگی دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسیطرح مزارعت درست ہے اگر تخم اور زمین ایک کی ہے اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا اور باطل ہے اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے ف کل صورتیں یہاں سات ہیں جسمیں سے تین درست ہیں اور چار نادرست جیسا مذکور ہوا ص جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت کرنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اوس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہوگا بیج ڈالنے کے پہلے ف اور بعد بیج ڈالنے کے اوسپر بھی جبر ہوگا درمختار ص اور جس صورت میں عقد مزارعت فاسد ہوجاوے تو پیداوار سب اوسکو ملیگی جسکا تخم ہے اور دوسرے کو اگر اوسکی زمین ہے تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہے تو محنت کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اوس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمد کے نزدیک جہاں تک پہونچے اجرت مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے ف اور جو مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی درمختار ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنے والا زمین کو جوت چکا ہے تو قاضی کے حکم سے اوسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً یعنی فیمابینہ وبین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اوسکے فریب دینے کے کذا فی الدرالمختار ص اور باطل ہوجاتی ہے مزارعت احد المتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کی جاتی ہے اگر دین کے سبب سے اوس زمین کی بیع ضرور ہوجاوے ف یہ جب ہے کہ کھیتی پیدا نہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اوسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اوگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اوس سے متعلق ہے ص اور جو مدت مزارعت کی گذر گئی اور کھیت پختہ نہیں ہوا تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہے اور اور اخراجات اوسکے دونوں پر ہونگے بقدر حصوں کے جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اوٹھانے اور روندنے اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنے کی دونوں پر بقدر حصوں کے ہوگی اور جو اسکی شرط محنت کرنے والے پر ہو تو مزارعت فاسد ہوجاویگی اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیگا بسبب رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہے کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہے تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد اوسکے ہے وہ دونوں پر ہے موافق حصوں کے

کتاب المساقاۃ

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو اسلیے کہ دوسرا شخص اوسکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اوسکے پھلوں میں سے اور مساقات مثل مزارعت کے ہے حکم میں ف یعنی مساقات صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے ص اور اختلاف میں ف یعنی امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہر ایک کے وہی ہیں جو کتاب المزارعت میں گذر چکے ص اور شرطوں میں ف یعنی جو شرطیں مزارعت کی تھیں وہی شرطیں مساقات کی ہیں جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہیں مساقات میں اور امام شافعی کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن میں مساقات کے درست ہے اسلیے کہ اصل ان عقود میں مضاربت ہے اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اس لیے کہ دونوں میں نفع میں شرکت ہے اور مزارعت میں صرف نفع میں شرکت جائز نہیں یعنی اوس اناج میں جو تخم سے پیدا ہوئے بلکہ کل میں شرکت چاہیے کذا فی الاصل ص مگر مدت کا ذکر مساقات میں ضروری نہیں تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روے استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے کذا فی الاصل ص اور اول بار کے پھلوں پر واقع ہوگی اور رطبہ میں جب تک اوسکا بیج نہ پکے ف رطبہ کو فارسی میں مسپت ترکہتے ہیں اور وہ ایک گھاس ہے کہ جانوروں کو کھلایا کرتے ہیں تو جب کسینے رطبہ کو بطور مساقات کے دیا تو بیان مدت شرط نہیں ہے پس جب تک رہیگی کہ بیج اوسکا نہ پکے اسواسطے کہ اوسکے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے شمر میں میں کہتا ہوں کہ اکثر اوسمیں تخم غیر مقصود ہوتا ہے بلکہ ہر سال میں چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایکدفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہے تخم کے پکنے تک پس جہاں تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایک سال تک مساقات رہے کذا فی الاصل ص اگر مساقات میں اتنی مدت بیان کی جسمیں پھل نہیں پکتا تو فاسد ہوگی اور جو اتنی مدت بیان کی کہ اوسمیں کبھی ایک دفعہ پکتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اوس میعاد میں پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت اور ترکاریوں اور بیگن کی جڑ میں اور کھجور میں اگرچہ اوسمیں پھل موجود ہوں لیکن پکے نہوں تو اگر پکے ہوئے پھل ہوں تو پھر مساقات صحیح نہوگی بسبب جہالت نہ پکنے جیسے مزارعت تیار کھیتی میں صحیح نہیں ہے تو اگر احد المتعاقدین مر جاوے یا مدت مساقات کی گذر جاوے اور پھل کچے ہوں تو عامل یا وارث اوسکے کام کیے جاویں اگرچہ زمین کا مالک یا اوسکے ورثہ خوش نہوں اور مساقات نہیں فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا جور ہونے سے کہ اوسکی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخوں کا اور خالی جنگل کا دیدینا کسیکو ایک مدت معین کر کے تاکہ وہ اوسمیں درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونوں میں نصفا نصف ہو جاوے درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اوسکے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملیگی ف یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن تھی حیلہ اسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تا کہ مالک کے حصے میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

کتاب الذبائح

ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی ذبیحہ اوس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے در بلخاد ص حرام ہے وہ ذبیحہ جسکی ذکات نہ کی جاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ فرمایا

اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یعنی حرام ہین اوپر تمھارے میتہ اور دم یہان تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی وسکی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہی جو قابل ذبح کے ہی تو اس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اسواسطے کہ اونکی شان سے ذبح نہین ہی اور اس سے معلوم ہوگئی حرمت اوس جانور کی جو مچھنے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو بکرا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا **كَذَا فِي الْاَصْل** باختصار و زیادۃ **ص** ذکات دو قسم کی ہی ایک ذکات ضروری یعنی زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے اور ایک ذکات اختیاری جو ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لبہ کے **ف** لبہ بفتح لام اور تشدید باء عبارت ہی نحر سے اور نحر موضع ہی نحر کا سینہ سے **كَذَا فِي الْاَصْل** یعنی سر سینہ جہان سے سینہ شروع ہوا ہی وہان سے لیکر جبڑون تک ذکات اختیاری کا مقام ہی دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان حلق اور لبہ اور جبڑون کے ہی کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہی اس لفظ سے **ص** اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح مین ضروری ہی چار ہین پہلی **حلقوم** **ف** یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہی **ص** دوسری **مری** **ف** مری بروزن امیر نام اوس رگ کا جس سے کھانا پانی جاتا ہی **ص** تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ اونمین خون پھرتا ہی اور اونکو عربی مین ودجان کہتے ہین **ف** یہ دونون رگین **ودجان** بائین **حلقوم** اور مری کے واقع ہین **ص** تو جائز نہین ہی ذبح فوق **العقدہ** یعنی اوپر گرہ کے **ف** اور بعض کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے ذکات درمیان حلق اور لبہ اور جبڑون کے ہی اور درمختار مین اسی قول کو صحیح رکھا ہی **ص** اور حلال ہوجاویگا ذبیحہ اگر ان چار رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین **ف** اسواسطے کہ تین اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہی یہی قول ہی امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کا اور امام محمد کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہی **ص** صحیح ہی ذبح ہر ایک دھاردار تیز چیز سے جو ان چارون رگون کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ ناخن کل کا پوست یا پتھر تیز دھاردار ہووے **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالیٰ کا تو کھاؤ اوسکو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہی اور لیکن ناخون سو چھریان حبشیون کی ہین اور روایت کی بخاری نے کعب بن مالک رض سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اوسکے کھانے کا **ص** مگر دانت سے اور ناخون سے جب بدن مین جمے ہوئے ہون **ف** لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہون بدن سے تو اونسے ذبح حلال ہی ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہی اور شافعی کے نزدیک حرام ہی اور ذبیحہ مردار ہی اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جاوے گندی حضرت نے استثنا کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپ نے کہ وہ چھریان ہین حبشیون کی اور جواب ہمارا اس حدیث سے بچند وجوہ ہی پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہی اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہی دوسری یہ کہ مراد اوس حدیث مین دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوے ہون اسلیے کہ حبشیون کی یہی عادت تھی کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور اوسی سے ذبح کیا کرتے تھے اور جب ناخون اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اوسکا مثل احد آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہی تیسری یہ کہ روایت ابو داود اور نسائی مین موجود ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ بہا تو خون جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر تو نام اللہ تعالیٰ کا اور اسمین استثنا نہین دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہی

اور عام معارض ہی خاص کی واللہ اعلم **ص** اور مستحب ہی کہ چھری تیز کرے قبل جانور کے لٹانے کے **ف** اسواسطے
کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس رضہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر
سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو بھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے ایک تم مین سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے
اپنے ذبیحہ کو **ص** اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہی **ف** اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوے ہی بکری کو اور تیز کر رہا ہی چھری کو تو فرمایا آپ نے
کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیون نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے **ص** جیسے
اوس کا پانون پکڑ کے کھینچنا ذبح کی طرف مکروہ ہی اسیطرح مکروہ ہی ذبح کرنا گردن کے
پیچھے سے **ف** لیکن وہ حلال ہی ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک اگر رگون کے کٹنے تک
وہ زندہ رہے اور جو قبل اوسکے مرجاوے تو حرام ہی اس واسطے کہ بدون ذبح کے مرگئی
اور امام مالک رح اور احمد رح کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہی **ص** اور اس طرح سخت ذبح کرنا
کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اوسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے
ف کلیہ یہ کہ جسمین عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہر وہ سب مکروہ ہی **دُرِّ مُخْتَار** **ص** اور شرط ہی کہ ذبح کرنیوالا مسلمان
ہو یا اہل کتاب مین سے ہووے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ
یعنی ذبیحہ ان لوگون کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہی واسطے تمہارے اسواسطے کہ وہ نام اللہ تعالی کا
لیتے ہین وقت ذبح کے اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہ السلام کا نام لیوین تو ذبیحہ حرام
ہوجاوے گا جیسے مسلمان اگر ذبح کیوقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیوے **کفایہ** جاننا چاہیے کہ مراد طعام
سے اس آیت مین ذبیحہ ہی نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوتی جاتی ہی کیونکہ اناج غیر
مشرکین سے بھی لینا درست ہی **ص** اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنے والا اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے
تو درست ہی ذبیحہ اوس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہون **ف** اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو
کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اوس کا ذبیحہ درست نہین ہی **ص** اور درست ہی ذبیحہ جبکا ختنہ نہوا ہووے
اور گونگے کا **ف** اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے نام لینے سے معذور ہی تو وہ مثل ناسی کے ہوا **ص** اور نہین حلال ہی
ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا **ف** اسواسطے کہ مسند عبدالرزاق مین حسن بن محمد بن علی سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان مین کہ نہ نکاح کرنے والے ہو انکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحہ
انکے **ص** اور مرتد کا اور جو عمدا اور قصدا وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہی کہ اگر مسلمان قصدا
ذبح کیوقت متعمد ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہوجاویگا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ
یعنی نہ کھاؤ تم اوس جانور کو جسپر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے بن عباس رضہ سے کہ جو شخص بھول جاوے
بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہین اور جو عمدا ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حدیث میں عدی بن حاتم کے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہے اپنے کتے پر جو دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے اور اجماع کیا صحابہ کرامؓ اور تابعین نے حرمت پر اوس ذبیحہ کے جسپر قصداً نام اللہ تعالیٰ کا ترک کیا جاوے اور خلاف اوسکا حرمت وحلت میں اوس ذبیحہ کے ہے جسپر سہواً اللہ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالک کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور ابن عباس اور علیؓ اور اکثر صحابہ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعی رح کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگر بہ قصد ترک کرے تسمیہ کا حلال ہے مخالف ہے کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہ ومن بعدہم اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں شافعی اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ کے نام پر تسمیہ کے یا نہ کہے تو جواب اوس سے بچند وجوہ ہے اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کافی ہے اوسکو نام اللہ تعالیٰ کا تو اگر بھول جاوے وہ بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاوے اور اسناد میں اسکے محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعی رح کے نزدیک حجت نہیں ہے اسیطرح جو روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالیٰ کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اوسکے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعی کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے دوسرے یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا صحابہ ومن بعدہم نے حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہ کرام میں کچھ اسباب میں مناظرہ اور خلاف ہوتا تیسرے یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو آیت قطعی کے تو باتفاق ائمہ قابل قبول نہیں ہوتی چوتھے یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحاب اول یعنی صحابہ اور تابعین نے اور دلیل ہوا اسکے ضعف اور نے اصلیت کی پانچویں یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے اجماع صحابہ کے پس رد کے جاویگی واللہ اعلم

ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے ف لبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اللہ کا دل میں ہے ہر مسلمان کے محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اور امام مالک کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہے کَذَا فِی الْاَصْل ص اگر کسیسے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللّٰھم تقبل من فلان تو مکروہ ہے ف یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا درمختار اور اگر قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹایا دنبے کو پھر اوسکو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے اوسکی اور امت سے محمد کی ص اور جو بسم اللہ پر عطف کرکے کہا جیسے باسم اللہ واسم فلان یا باسم اللہ وفلان یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ فقط حرام ہو جاویگا ف خواہ وہ فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہے تمہیر وہ ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے درمختار میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام میں مجکو ذکر نہ کیا جاوے ایک تو

محمد بن یزید بن سنان

چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت ص اور جو قبل ذبح جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہی
ف جیسا کہ گذرا صحیح مسلم میں ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذبح کے وقت فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤد اور ترمذی
نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو فربہ مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کرلیا تو یہ دعا
کی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ
صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ
وَلَكَ وَاِلَیْكَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر حضرتؐ نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابرؓ سے
سے ترمذی میں یوں ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سینگ دھا ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ ص مستحب ہی اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا
ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہی لیکن مکروہ ہی ف بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہی اور اللہ تعالی نے
بھی فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ پہلی آیت گائے میں اور دوسری دنبے میں
دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں ص اور ضرور ہی ذبح کرنا اوس
وحشی جانور کا جو آدمیوں سے ہل گیا ف اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اوس صورت میں حاجت ہوتی ہی
جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو ودبختار ص اور کفایت کرتا ہی زخمی کرنا اوس چارپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا ف اسلیے کہ یہ جانور وحشی کیسا
تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہی ص یا کوئیں میں گر پڑے اور اوسکا ذبح ناممکن ہوگیا ف یا سرکش ہوگیا اور
آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جیسے اوسنے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہی ودبختار اور امام مالک
کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق میں
کہ اگر تو نیزہ مارے اوسکی ران میں تو کافی ہی یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہی ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے
ہاتھ سے نکل جائے تو حکم اوسکا مثل صید کے ہی اور کہا انھوں نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کوئیں میں تو ذکات کر اوسکی جسطرح ممکن
ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہی علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالی کتاب الصید
میں آویگا ص ایک جانور کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہی ف البتہ اگر زندہ نکلے
اور اوسکو بھی ذبح کرلیا جاوے تو حلال ہی یہ مذہب امام اعظمؒ کا ہی اور صاحبین اور شافعیؒ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے
حلال ہی جب اوسکی خلقت پوری ہوگئی ہو اسواسطے کہ مروی ہی ابوسعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اوسکی ماں کا ہی اور عبارت حدیث کی یہ ہی ذَكَاةُ الْجَنِیْنِ ذَكَاةُ اُمِّهٖ اخراج کیا اوسکا امام احمدؒ نے
اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظمؒ کی آیت ہی کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ اور جواب اس
استدلال سے یہ ہی کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح سے منقول ہی ایک ذکاۃ امہ نصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہی
کہ نصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہی تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین کی مثل ذکات ان اسکی

کے ہے یعنی جیسے ان کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اوسکے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہمارے ہوئی نہ صاحبین اور شافعی کے اور رفع ذکات کی صورت میں بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہے اسلیے کہ جب مبالغہ تشبیہ میں منظور ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ پر مجعول کر دیتے ہیں جیسے شاعر کا قول وعیناک عیناها وجیدک جیدها اگر کوئی کہے کہ ابتدائے حدیث میں یہ ہے کہ کما ہمنے یا رسول اللہ ہم نحر کرتے ہیں ناقہ کو اور ذبح کرتے ہیں گائے بکری کو تو پاتے ہیں ہم پیٹ میں اوسکے بچہ اپاڈال دیں ہم اوسکو یا کھاویں اوسکو تب فرمایا آپنے کھاؤ اوسکو تم روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہیں اور کون سی دلیل ہے اس مقام پر کہ مراد سوال و جواب میں خاص جنین میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور صورت ارادہ مطلق استدلال کرنا ناقص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے

ص فصل بیان میں اون جانورون کے جنکا کھانا درست ہے اور جنکا درست نہیں

حلال ہیں ہر درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہو اور نہ ہر پرندہ جو پنجہ سے شکار کرتا ہو ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابوحنیفہؒ و شافعیؒ و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندہ سے اور ہر پنجہ والے پرندہ سے اور روایت کی ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجہ والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے چوہا اور گھونس چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اسلیے کہ یہ جانور سب خبیث ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ویحرم علیہم الخبائث اور حرام کرتا ہے اون پر ناپاک چیزیں اور امام مالک کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض سب درست ہیں

ص اور بستی کے گدھے ف یعنی پالو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی بخاری مسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھوں کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابر میں ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھوں کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہ درست ہے اسلیے کہ روایت کیا بخاری مسلم نے ابوقتادہؓ سے حمار وحشی کے قصے میں کہ کھایا اوسمیں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی ماں گدھی ہو اور جو ماں اوسکی گائے ہو تو وہ حلال ہے باتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھوں کا اور خچر کا اور ہر درندہ اور پنجہ والے کا روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا غریب ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے خالد ابن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑوں کے اور خچروں کے اور گدھوں کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابوحنیفہ اور بعض مالکیوں کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے دلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت میں گھوڑوں کے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے اور بھی روایت کیا بخاری مسلم نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا انہوں نے نحر کیا ہمنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہمنے اوسکو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولید کی ہے جو اوپر گذری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہے اور اوسکے گوشت کے

مباح ہونے میں تفصیل ہے اور اجماع کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے رجوع کیا حرمت سے اوسکی اور قائل ہوئے اوسکی حلت کے تین دن اپنی موت سے پیشتر اور اوسی پر فتوی ہے درمختار ص اور بچھو اور گوہ ف اسواسطے کہ بچھو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض میں سے ہے اور روایت کی ابوداؤد نے عبدالرحمن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے اور یہ حدیث حجت ہے ہمارے اور مالک رح اور شافعی رح پر کہ اونکے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل اونکی حدیث ابن عباس رض ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہیں ہے لیکن نہیں ہوتا میری قوم کی زمین میں سو میں مکروہ جانتا ہوں اوسکو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے امام صاحب کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے اور پہلے آپ نے گوہ خود کھائی لیکن منع بھی نہیں کیا تھا بعد اوسکے آپ نے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباس رض کی معارض ہے حدیث عبدالرحمن بن شبل کی تو نہی کو ترجیح ہوگی اسلیے کہ حرام مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے میں گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ اور کھجوا ف اسلیے کہ بھڑ موذیات میں سے ہے اور کھجوا خبایث حشرات میں سے ہے ھدایہ ص اور گوہ سیاہ جرپایا گیدڑ اور ملخ کہ یہ جو مزدار کھاتا ہے ف اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظم رح کے نزدیک عینی ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ دانت والا ہے ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے ہے ص اور نیولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے اور بلی کے دو قول ہیں ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام ہے عالمگیری ص اور دریائی جانوروں میں سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہیں ہے ف اور امام مالک رح کے نزدیک سب دریائی جانور حلال ہیں کیونکہ اوسکو دریائی اور سینڈک اور سور دریائی لیکن سور دریائی اونکے نزدیک مکروہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے توقف کیا ہے اور امام احمد رح کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں مگر خنزیر اور سینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعی رح کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہیں اور یہی صحیح ہے اونکے مذہب میں ظاہر تمسک اونکا آیت سے کلام اللہ کی ہے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہے واسطے تمھارے شکار دریا کا اور یہ عموم سب جانوروں کو شامل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات واحادیث میں مچھلی ہے اسلیے کہ وہی پاکیزہ ہے اور باقی سب خبیث ہیں اور خبایث ہمارے دین میں حرام ہیں دیکھو سینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اوسکے کہ دوا میں ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کذا فی الھدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مرکر پانی پر تیر آوے تو اوسکا کھانا حرام ہے ف اسلیے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سے مرجاوے یا زخمی ہوکر مرجاوے تو درست ہے اسیطرح جو مچھلی پیٹ میں سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مرکر تیر آوے اوسکو طافی کہتے ہیں ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریا پاک ہے پانی اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا روایت کیا اوسکو ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ابوہریرہ رض سے امام صاحب کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو آفت مرجانے جیسے پکڑ لیجاوے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اوسکو باہر پھینک دیوے اسلیے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے کامل میں

ابو الزبیر رضی سے انھون نے جابر رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینکدے دریا یا پانی یا اوسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اوسکو اور جو مرجاوے دریا مین اور تیرنے لگے تو نکھاؤ اوسکو تو جب حدیث صحیح موافقت مین طافی کے موجود ہے پھر علت کی کیا ضرورت ہے **ص** مچھلی کی سب قسمین درست ہین یہان تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے **ف** اور محمد سے ایک روایت مین حرام ہین لیکن یہ قول ضعیف ہے **ص** اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے **ف** یہی قول ہے احمد اور شافعی کا اور مالک کے نزدیک ٹڈی حرام ہے دلیل ہماری بہت احادیث ہین ایک حدیث احمد اور دارقطنی اور ابن ماجہ ابن عمر رضی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین ہمارے واسطے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہین اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفی کی کہا انھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے تھے ٹڈی کو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی نے تیسری حدیث سلمان کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب مین کہ نہ کھاتا ہون مین اوسکو نہ حرام کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے **ص** اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش **ف** حلال ہے باتفاق یعنی ربعہ کے اور بہت سی احادیث اوسکی حلت مین وارد ہوئی ہین جو نکورہین صحاح مین بخاری مین انس رض سے مروی ہے کہ حضرت نے کھایا گوشت خرگوش کا **ص** اور عقعق ذکات سے **ف** عقعق وہ کوا ہے جو مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اوسکا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح حلال ہے طوطا اور ہدہد اور ہوم اور خفاش باتفاق ائمہ ثلاثہ کے کذا فی المیزان للشعرانی **مسئلہ ضروری** ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنیکے لیے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوے خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاوے اور بمنظار اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اوجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہین وہ گاے بکرا مرغا مردار ہے واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہے حضرت علی رضی سے کہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی لعنت کرے اللہ اوس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے امورات سے خود احتراز رکھین اور اورون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزون کو ترک کرادیوین غایۃ الافطار مع زیادۃ البتہ یہ صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاوین وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے قربانی کے بیان مین جو جانور عید اضحی کے دن ذبح کیا جاوے اوسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اوسکو ذبح کرتے ہین **ص** قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہے اور گاے یا بیل یا اونٹ سات آدمیون کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے **ف** اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولی جائز ہے لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسمین ایک آدمی سے زیادہ اجازت نہین دی چنانچہ ابو سعید رض سے مروی ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پانون اور آنکھین اور موضع سیاہ تھا اور بھی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گاے مین بھی لیکن جائز رکھے ہمنے اوسمین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابو داؤد نے جابر رض سے کہ فرمایا

بلانر کت کلوب جوبیر
مفتی مسلمانان دوغ بجلاشاہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے سات آدمیون کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیون کی
طرف سے ہی **ص** لیکن یہ شرط ہی کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہووے **ف**
تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی درست نہوگی اور امام مالک
کے نزدیک ایک گائے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والون کی طرف سے درست ہی اگرچہ سات سے زیادہ
ہون لیکن دو گھر والون کی طرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم ہون **کذا فی الاصل**
ص پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ اٹکل سے مگر جب کہ گوشت
کے ساتھ پائے یا کھال ملائے جاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین **ف** یعنی ہر جانب مین کچھ
گوشت اور کچھ پائے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون
اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو اور ہر صورت مین اٹکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس
خلاف جنس کے طرف پھیر دینگے **کذا فی الاصل** **ص** ایک گائے ایک شخص نے قربانی کے لیے خریدی پھر چھ آدمی
اور مین اور شریک ہوگئے تو جائز ہی استحسانا **ف** اور قیاساً نہین جائز ہی اور یہی قول ہی زفر کا اسلیے کہ اونے قربۃ الی اللہ
نیت ہی پس کیونکر جائز ہوگی بیع اوسکی وجہ استحسان یہ ہی کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گائے سلجاتی ہی لیکن شریکا وسوقت نہین
ملتے تو وہ خرید لیتا ہی بعد اوسکے شریک سلجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا **ص** لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک
ہو جاوین تو بہتر ہی **ف** اور مروی ہی امام صاحب سے کہ شریک ہونا بعد خریدنے کے مکروہ ہی اور قربانی واجب ہی **ف** اور ابو یوسف
اور شافعی کے نزدیک سنت ہی بدلیل حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین سے چاند ذی حجہ کا
اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اوسکو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر
ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قربانی واجب نہین ہی دلیل امام اعظم کی حدیث ہی ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اوسکو احمد اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم
نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث ام سلمہؓ کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا
قصد ہو قربانی کا جو ضد ہی سہو کی **کذا فی الہدایۃ** **ص** اوس شخص پر جسپر صدقہ فطر واجب ہی **ف** اور وہ وہ شخص
ہی جسکے پاس زائد از بقدر نصاب شرعی مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا ہووے لیکن طحطاوی مین ہی
کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہوون
ص اپنی طرف سے نابالغ لڑکے کی طرف **ف** تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہوگی **ص** ظاہر الروایۃ
مین **ف** اور حسن بن زیاد کی روایت مین امام اعظم سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہی مثل صدقہ فطر کے لیکن
فتوی ظاہر الروایۃ پر ہی **کذا فی الطحطاوی** **ص** بلا طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اوسکے مال مین سے اوسکا باپ یا وصی
قربانی کر دیوے **ف** یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد اور شافعی کے نزدیک باپ اوسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اوسکے
مال سے اور در مختار مین اسی کو معتمد رکھا ہی کہ باپ اوسکے مال مین سے قربانی نکرے **ص** تو اگر طفل کے مال مین سے

قربانی کی تو جسقدر اوس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے اوس چیز سے جسکے
مین سے نفع اوٹھا سکتے ہین جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ ف لیکن اوس چیز سے نہ بدلا جاوے
جس کو تلف کرکے نفع اوٹھاتے ہین مثل روٹی کے یا بدل کے جیسے روپیہ اشرفی کذا فی الاصل ص
اگر قربانی ذبح کیجاوے شہر مین تو اول وقت اوسکا بعد نماز عید کے ہے ف اور شافعی اور مالک کے نزدیک جب تک
امام قربانی نکرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہین سبب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح
کیا قبل نماز کے تو اوسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اوسکی اور پائی
اوسنے سنت مسلمانون کی اور ایک روایت مین ہے کہ فرمایا آپنے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اوسکے بدلے
دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہین ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے براء
ابن عازب اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرت نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت
کیا اوسکو بخاری مسلم نے کذا فی الھدایۃ ص اور جو شہر مین نہووے تو اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی
دسوین تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اوسکا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھوین تاریخ ذیحجہ کے ف اور شافعی کے نزدیک تیرھوین
تاریخ کی شام تک دلیل شافعی کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہین روایت کیا اوسکو
امام احمد نے مسند مین اور ابن حبان نے صحیح مین جبیر بن مطعم سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمر
اور علی اور ابن عباس سے کہ کہا ان سبھون نے ایام قربانی کے تین ہین افضل اون سب مین پہلا روز ہے یعنی دسوین
تاریخ اور روایت کی مالک نے موطا مین نافع سے اونھون نے ابن عمر سے کہ کہا اونھون نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر
کے دو دن ہین اور کہا کہ ایسا ہی پونہچا مجکو علی بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب مین
مثل مرفوع کے ہے اسلیے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کیے ہوے معلوم نہین ہوسکتا اور ابن عمر نہایت متبع ہین
طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدل شافعی منقطع ہے کہا بزار نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبدالرحمن بن ابی حسین
سے اونھون نے جبیر بن مطعم سے حالانکہ عبدالرحمن نے نہین ملاقات کی جبیر بن مطعم سے دوسرے یہ کہ اوس حدیث مین
لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اضحیہ کا ص لیکن باعتبار آخر روز کا ہے (یعنی تیسرے دن کا) فقر اور غنا اور ولادت اور موت مین ف یعنی جب وہ
غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہوگیا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب نہوگی اور جو اسکا اولٹا ہوا تو واجب
ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور جو اوس دن مرجاویگا تو اوسپر واجب نہوگی کذا فی الاصل
ص ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے تو اگر کسیسنے قربانی ترک کی اوایام اوسکے گذر گئے اور اوسنے کسی معین بکری کے ذبح کی
نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید کر چکا تھا تو زندہ اوسکو صدقہ کردیوے اور جو وہ غنی تھا اور اوسنے نذر نہین کی تھی تو
قربانی کی حیثیت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہے قربانی مین چھ مہینے کا دنبہ
ف جسکو عربی مین ضان کہتے ہین اور دو دھکٹی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی مین اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریون مین
بھیجا جاوے دور سے چھ مہینے کا دنبہ اسلیے درست ہوا کہ روایت کی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے مجاشع سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپ نے کہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جبکہ میسر آوے اگر تم پر دشوار ہو تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ **ص** اور بکری اور بھیڑ میں سے ثنی اور ثنی اونٹ پانچ برس کا ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں **ف** اسواسطے کہ فرمایا آپ نے ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گائی کا سا ہے تو اس سے کہ عمر والے جانور درست نہیں ہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہیں عالمگیری **ص** اور صحیح ہے منڈی جسکے سینگ نہوں اور دیوانی اور خصی **ف** اسلیے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہ نے عایشہؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو سینگ والے موٹے خصی کی نمکین رنگ کے دونوں خصتے تھے ھدایہ **ص** اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اسقدر دبلی کہ اوسکی ہڈیوں میں گودا نہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جا سکے **ف** اسواسطے کہ روایت کی امام احمد اور چاروں عالموں نے حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم کانی آخر حدیث تک اور روایت کی احمد اور مالک اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے براء بن عازبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اون قربانیوں سے جنسے بچنا چاہیے سو فرمایا آپ نے چار ہیں ایک لنگڑی جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن کھلا ہووے تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی اسقدر کہ اوسمیں گودا نہووے **ص** اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکا کان یا دم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے **ف** اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال میں فرمایا ثلث کثیر ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع پس زیادہ کثیر ہے لیکن صحیح و مفتی بہ یہ قول ہے کہ نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اوس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہو تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکھا ہو تو کم روشن آنکھ کو اوسکی بند کرے اور اوسکے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اوسکی بند کرکے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے کہاں سے چارہ دیکھا آپ دونوں آنکھوں کی تفاوت کا اندازہ کر لیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی رہ گئی سمجھے قلیل یا کثیر معلوم کرلے کذا فی الاصل **ص** اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خریدا بعد اوسکے ایک شخص نیت سے پھر گیا اور اوسکے وارثوں نے کہا کہ تم اوسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کر لو تو صحیح ہو جاویگا **ف** آسانا اور ابو یوسف مروی ہے کہ صحیح نہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** جیسے ایک گائے قربانی اور قران اور متعہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا صرف گوشت لینا اوسکو منظور ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہوگی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے

اور دوستوں کو بھی کھلاوے ف خواہ دوسرے غنی ہوں یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی
میں احباب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے روایت کی ابوداؤد نے بشنہ ہذلی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تین منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کے تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو
ص اور جسکو چاہے ہدیہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ میں دیوے ف اسواسطے کہ احوال تین ہیں قربانی میں
ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی کھلاؤ
قناعت کرنے والے کو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینوں امر پر اثلاثا منقسم ہوگیا ھدایہ ص اور جو
شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لیے ف اسواسطے کہ ذوی القربیٰ اگر محتاج ہوں
تو وہ مقدم ہیں مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اوسکو آدمی اپنے نفس یا اہل پر
تو اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بغوی نے معالم میں جابر بن عبداللہ سے اور روایت کی مسلم نے
ابی ہریرہ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پر
کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی مسعود سے
ص اور اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے
حاضر رہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گذرا اور روایت
کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کہ کھڑی ہو تو دیکھ اپنی
قربانی کو اسلیے کہ جب اوسکے خون کا پہلا قطرہ نکلیگا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاوینگے ص اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب
سے ذبح کراوے ف اور اگر اوسنے ذبح کر دیا تو درست ہے ھدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار ص اور
قربانی کی کھال کو اللہ دیدیوے ف اسواسطے کہ حدیث علیؓ میں ہے کہ حکم کیا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کردوں
میں کھالوں کو قربانی کی اور گوشت کے اور نہ دوں میں اجرت قصاب کی اوسمیں سے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم
ابوداؤد نسائی نے ص یا اوسکی کوئی چیز مثل چھجولی یا موزہ یا پوستین کے بنالیوے ف یا چھلنی یا مشک
یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار ص یا کھال کو بدلے اوس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی
رکھکے نہ اوس چیز سے جس سے فائدہ نہ اوٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکا کھانے پینے کی چیزیں پھر اگر کھال یا
گوشت کو قربانی کے بیچڈالے تو اوسکی ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام مثمن کی ہے اور یہ جو روایت
کی حاکم نے مستدرک میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچڈالی سو اوسکی قربانی نہوئی تو مراد اسکے
کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز میں شبہہ نہیں ہے اسلیے کہ ملک قائم ہے اور قدرت علی التسلیم حاصل ہے ھدایہ ص اگر ہر شخص نے
غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونوں کی قربانی صحیح ہوگئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن
ہر ایک دوسرے سے معاف کروالے اگر گوشت اوسکا کھایا ہو اور بعد اسکے پہچانا ھدایہ ص اگر کسینے ایک بکری غصب
کرکے اوسکی قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اوسکی قربانی کی تو جائز نہوگی ف اسواسطے کہ غصب

ہین غاصب کی ملک کا حکم ہوتا ہے وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذا فی الاصل **مسائل ملحقہ** زیادہ اگر قیمت مین نر کے برابر ہو تو افضل ہے مادہ سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اوسکے بچہ کو بھی ذبح کرینگے اور بعضون کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کردینگے قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکے دانت نہون اور جسکے کان نہون یا ناک ٹوٹی قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اوس سے نفع اوٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہے اگر قصاب کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے مین اعانت کے لیے تو دونون بسم اللہ کہین ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا دیتخنا عقیقہ کرنا سنت ہے بچہ بچی کا ساتوین روز فرزند کیطرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداؤد و ترمذی نسائی نے ام کرز سے

کتاب الکراھیۃ

بیان مین اون امورات کے جو مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین ہین **ص** ہر مکروہ حرام ہے نزدیک امام محمد رح کے **ف** یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہے اوسی طرح مکروہ پر **ص** لیکن حرام انھون نے اسواسطے نہ کہا کہ اوسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہین ہوئی **ف** تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسی واجب کی فرض کیطرف اور مباح وہ ہے جسکا فعل و ترک برابر ہو **ص** اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام کو نہین کہتے ہین لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہے **ف** مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے بدعت اور شبہ حرام کیطرف قریب ہے تو مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک عذاب نار نہین ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سنت موکدہ پر کذا فی الطحطاوی

فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان مین

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہے **ف** اگرچہ کھانا مردار ہو یا مغصوب ہو اسلیے کہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے کُلُوا وَاشْرَبُوا یعنی کھاؤ اور پیو تو اگر حالت مخمصہ مین مردار یا شراب شور نہ کھاویگا اور مرجاویگا تو گنہگار مریگا **ص** اور اسقدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہوکر پڑھ سکے ثواب ہے **ف** اور بعضون کے نزدیک اسقدر بھی فرض ہے اسلیے کہ قیام بھی نماز مین فرض ہے اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہین اوس سے ادا ہوسکین **ص** اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تاکہ اوسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہے اس سے زیادہ کھانا **ف** یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام ہے اسلیے کہ یہ اسراف ہے اور اللہ تعالی نے منع کیا اوس سے فرمایا کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا **ص** مگر کبھی کبھی روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ مہمان نہ شرماوے **ف** یا کسی اور عذر سے مثلاً قوی کرنیکے لیے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کے لیے کچھ مضائقہ نہین اور بلا وجہ اسراف ہے اور سنت ہے بسم اللہ کہنا اول طعام مین اور الحمد للہ آخر مین اور ہاتھ دھونا اول کھانیکے اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھانے مین یاد آوے تو بسم اللہ اولہ و آخرہ کہ لیوے اور آٹے یا سبون سے ہاتھ دھونا الاباس یہ ہے بلکہ امام اور صاحبین سے منقول ہے اور اوگلیون کا چاٹنا ہاتھ دھونے کے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دسترخوان پر گرا ہو اوسکا کھالینا اور رکابی مین ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ مین سے اور روٹی کی عظمت اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار کرنا رکھی کھانے لگنا یہ سب امور سنت ہین کذا فی الطحطاوی باختصار **ص** اور مکروہ ہے گیہون کا دودھ **ف** اور گوشت اور اوس جانور کا جو گوبر کھاتا ہو

ف ذکر فروع لہ

اس باب مین جہان مطلق مکروہ کا لفظ آیا ہے مراد اوس سے مکروہ تحریمی ہے منہ

اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے ص اور پیشاب اونٹ کا ف نزدیک امام اعظم رح کے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہے دوا کے لیے اور محمد رح کے نزدیک مطلقاً حلال ہے بدلیل حدیث عرینین کے کہ حضرت ﷺ نے اونکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے انس رض سے امام اعظم رح کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اوسکو حاکم نے ابوہریرہ رض سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری مسلم کے اور اسمیں کوئی علت میں نہیں جانتا اور روایت کیا اوسکو بزار نے عبادہ بن صامت سے اور اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے انس رض سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ رض سے اور اس حدیث میں پیشاب مطلق ہے شامل ہے ہر اون جانورون کے پیشاب کو جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین سے یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرت ﷺ نے شفا اونکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب یہ امر ممکن نہیں ص اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا اور تیل لگانا خوشبو ملنا ف مرد اور عورت سب کے لیے اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے ام سلمہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی سونے کے برتن میں کہ اوتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کیا صحاح ستہ میں حذیفہ رض سے کہ اسنے پانی مانگا ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں سو کہا انھوں نے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنون میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیون میں اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمھارے واسطے ہیں آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اون برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے چمچہ سے کھانا یا اونکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونیکا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور سینی اور سلیچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کے لیے بشرطیکہ اونکا استعمال ہو اپنے کاموں میں ابتداءً اور جو ابتداءً استعمال نہو جیسے کھانا سونیکے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈالکر سر پر لگاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور قستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنیٰ کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل مٹی کا برتن ہے در مختار ص اور حلال ہے کھانا لکڑی اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے ف اور شافعی رح کے نزدیک انمیں بھی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں تفاخر کی راہ سے ہم جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزون سے کذا فی الہدایہ ص اور حلال ہے کھانا پینا اوس برتن سے جسمیں کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جب کہ چاندی اور سونیکی جگہ سے بچے ف یعنی پینے میں منہ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمد ایک روایت میں امام اعظم رح کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسف رح کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونیکا ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور اگر چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہون یا زیور مصحف کا یا مجمر یا لگام یا زین

یا دھجی یا رکاب سیا تلوار یا چھری یا اونکے قبضے مین ہووے تو درست ہی بشرطیکہ اوسپر ہاتھ نہ لگاوے درمختار و عالمگیری
ص مقبول ہی قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو درمختار ص جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے
خریدا ہی تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہی معاملات مین
حاجت کے نہ دیانات مین تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہی اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اوسکو ذبح کیا ہی تو قول اوسکا مقبول
نہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات مین سے ہی چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ مینے بت پرست سے
خریدا ہی تو گوشت حرام ہوجاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابون سے گوشت خریدنا صرف اونکے اس قول پر اعتماد کرکے
کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہی ناجائز ہی اور وہ گوشت حرام ہی خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا اور
بعضے اہل علم بھی اس مین مبتلا ہین اور وقت فہمایش اور اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اوس سے غفلت اور چشم پوشی
کرکے تاویلات رکیکہ کرتے ہین ص مقبول ہی قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات مین
جیسے خریدنے مین جنکو ہوئی یا توکیل مین ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ مین فلان کا وکیل ہون اس شی کی بیع مین تو صرف
اوسکے کہنے پر اوس سے وہ چیز خریدکر لینا درست ہی کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیہ مین اور اذن مین ف
جیسے لیک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلان نے تجکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہی تو قبول کرنا اوس سے ہوسکتا ہی یا غلام یہ کہے کہ مین ماذون
ہون تجارت مین تو قول اوسکا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہی عدالت خبر دینے والے کی دیانات مین جیسے پانی کی نجاست
کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق
یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جسپر رائے اوسکی قرار پکڑے اوسکے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اوسکے
گمان غالب مین یہ آوے کہ خبر اسکی سچی ہی تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہین ص اور اگر اوس پانی کو بہادیوے
بغیر تیمم کرے جبکہ اوس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبہ ظن ہوا وضو اور تیمم دونون کرے جب اوسکے جھوٹے
ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسمین زیادہ احتیاط ہی ف لیکن احوط یہ ہی کہ پہلے وضو کرلیوے پھر تیمم کرے درمختار
اور جو ایک عادل شخص اوسکی طہارت کی اور ایک اوسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا برخلاف ذبیحہ
کے کہ وہان اختلاف مین حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہی ص ایک شخص مقتدی ہی ف
یعنی لوگ اوسکی پیروی کرتے ہین اور سندلاتے ہین ص وہ دعوت ولیمہ مین گیا وہان پر جاکے لہو ولعب راگ دیکھا
اور اوسکے منع پر قادر نہین تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھکر کھالیوے جائز ہی ف
درمختار مین ہی کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھکر کھانا اوس صورت مین جائز ہی جب وہ لہو ولعب راگ باجا دسترخوان
پر نہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہون تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالی نے فَلَا
تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالمون کے ص اور جو پہلے
علم ہووے اسبات کا کہ وہان راگ باجا لہو ولعب ہوگا تو ہرگز نجاوے منقول ہی امام ابوحنیفہ سے کہ مین ایکبار اس آفت مین
مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ مرقبل تھا اس بات کے کہ امام صاحب مقتدا ے وقت ہوے اور اونکے اس قول سے

دیدہ و دانستہ گوشت قصابان مشرک

کہ ہین اس آفت مین مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ کہ سب لہو ولعب حرام ہین ف مگر تین مستثنی ہین حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم وتادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک مین اور تیر اندازی کے حکم مین ہین ہر آلات حرب کے مثل بندوق وتوپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان مین

حرام ہے حریر ف حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے ص کا پہننا مرد کے لیے ف اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اون پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کیا جماعت نے حذیفہ سے کہا کہ سنا میںنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث مین ہے بخاری مسلم کی کہ فرمایا آپنے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا مین جسکو کوئی حصہ نہین آخرت مین اور وہ جو ایک روایت ہے اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اوپر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے ص مگر بقدر چار اونگل ف اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جبہ جسمین سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش ونگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہین ہے اور یہی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ مین سب مین حریر پہننا درست ہے اور صاحبین کے نزدیک جنگ مین درست ہے بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہے اوس کپڑے کے پہننے سے جسکا بانا ریشم ہووے اور تانا سوت ہووے کما فی الھدایہ اور در مختار مین ہے کہ جس کپڑے پر نقش ونگار ریشم کے ہون تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول یا ذیل یا بوٹے ہون لیکن شرط یہ ہے کہ سب ملاکر چار اونگل سے نہ بڑھے ورنہ مردون کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ ہزار ریشمی ہو تو درست ہے اور ازار بند ہزار ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی پتلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیہ مین اگر چاندی یا سونے کی چار اونگل تک ہو تو درست ہے

ص اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اوسکا فرش بچھانا درست ہے ف امام کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ایک تکیہ پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اوسکا ابن سعد نے طبقات مین اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعی اور مالک کا در مختار مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم ص اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہووے تو اوسکا پہننا مطلقا درست ہے ف اسلیے کہ اعتبار حلت وحرمت مین بانے کا ہے کیونکہ نقط تانے سے وہ کپڑا نہین کہلاتا جب تک بانے کا تار اور بنا بانے سے ہوتا ہے تو اوسی کا اعتبار ہوا اسلیے ہے مین ہے کہ بعض اس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کپڑا خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہین ایک جانور کے ص اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اوسکو ترائی مین ضرورت کے سبب پہننا درست ہے ف اور بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردون کو

ل چونکہ ابن الہمام نے مسائل فقہ کی مصنف ہین ان سب آثار کو بیان کیا ہے مترجم ظلم

کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگوں میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن نرا سرخ رنگ بعضوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور در مختار میں ہے کہ سرخ رنگ میں آئمہ قول میں مجملاً ان اقوال کے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہے اور بجز کپڑا مخطط ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے ص اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے ف مطلقاً حرب ہو یا غیر حرب میں لیکن یہ روایت کیا ابو داؤد نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کو اپنے داہنے ہاتھ میں سونا لیا اور بائیں ہاتھ میں حریر اور کہا کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور روایت کیا ترمذی نے ابی موسیٰ سے مرفوعاً کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردوں کے میری امت سے اور حلال کیا عورتوں پر اونکی اور آں جناب نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلیے کہ اوسکے اسناد میں ابو ہند ہے اور اوسنے ابو موسیٰ سے نہیں سنا اور احمد اور طحاوی نے مسلمہ بن مخلد سے انھوں نے ابن عامر سے روایت کیا کہ فرمایا حضرت نے سونا اور حریر حرام ہے اوپر مردوں کے میری امت سے اور حلال ہے عورتوں کے تو تمام احادیث میں صرف سونے کی حرمت منصوص ہے اور چاندی کی سو قیاس کیا ہے حنفیہ نے اوسکا اوسپر اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال میں پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہے جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے میں ہوگا اور بعض علما کا مذہب یہ ہے کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے میں مردوں کو مطلقاً ہے اور چاندی کی حرمت صرف کھانے اور پینے کے حق میں ہے لیکن چاندی پہننا مردوں کو تو درست ہے دلیل اونکی حدیث ہے سہل بن سعد کی مرفوعاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اوسکا ایکا گنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے ایکا کو گنگن سونے کا پہنائے لیکن چاندی کھیلو تم اوس سے جسطرح چاہو تم اور اوسکے اسناد میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور اسکے معنی میں ہے وہ جو اخراج کیا اوسکا احمد نے ابی قتادہ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اوس سے کھیلنا کرو اور اوسکے اسناد میں مجاہیل ہیں اور ابو داؤد نے ابن عباس سے مثل اسکے روایت کیا اور رجال اوسکے ثقات ہیں واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مرد کو پہننا حرام ہے ویسے ہی لڑکوں کو پہنانا حرام ہے حنفیہ کے نزدیک اور بعضے علما کے نزدیک درست ہے جبتک لڑکا سات برس کا نہ ہوئے پانچ برس کے آگے آتا ہے ص مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہے منبع سونے کی واسطے بند کنے سوراخ نگینہ کے اور حلال ہے عورتوں کو سب اور نہ انگوٹھی پہننے پتھر اور لوہے اور پیتل کی ف یعنی حلقہ ان چیزوں کا نہ ہو اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہے کذا فی الاصل ان چیزوں کی انگشتری پہننا اوسکے منع ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہے اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں روایت کیا اوسکو ابو داؤد ترمذی نسائی نے ص اور انگشتری چاندی کی پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لیے ف یا جو کوئی اونکے کام دار اور عہدہ دار ہو اوسکے واسطے کہ ان لوگوں کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے برخلاف اور لوگوں کے هدایه ص اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ف اور محمد رح کے نزدیک سونے سے بھی لا باس ہے ہے سنن ابو داؤد میں ہے کہ عرفجہ بن سعد کی ناک جاتی رہی دن اُحد کے سو انھوں نے ایک ناک چاندی کی لگائی سو وہ بدبودار ہو گئی تو حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالیں ایک ناک سونے کی هدایه ص لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہے ف اسواسطے کہ پہننا اوکا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اوسکے ماخوذ ہونگے

دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہی تو پلانا بھی اوسکا حرام ہی علاوہ سواخذہ اخروی سواخذہ دنیوی یہ ہی کہ اطفال خرد سال کو زیور پہنانا باعث تلف جان اونکی کا ہوتا ہی کہ اکثر چور بہ معاش اونکو قتل کرکے زیور اونکے اوتار لیتے ہین ص مکروہ نہین ہی رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کے رینٹ پونچھنے کے لیے ف اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ ہمین ایک نوع کا تکبر ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر حاجت کے لیے رکھے تو مکروہ نہین ہی اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہی جیسے چار زانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہی اور بدون اسکے مکروہ نہین ہی ھلایہ معاذ بن جبل رض سے مروی ہی کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کرچکتے تھے تو منہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کیا ترمذی نے حضرت عائشہ رض سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جسسے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہی اور ابو معاذ راوی ضعیف ہی نزدیک اہل حدیث کے ص اور مکروہ ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لیے اونگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ عبث نہین ہی بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لیے ہی اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگون کی عادت یہ ہی کہ تاگے باندھ لیتے ہین بعضا پر سیطرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہی جب عبث ہو تو مصنف نے کہدیا کہ تمام اس قبیل سے نہین ہی کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عرب مکروہ نہین ہی اور جو غیر عربی مین ہو تو مکروہ ہی اگر تعویذ مین آیت یا حدیث یا دعا ہووے تو بیخانہ جاتے وقت اوسکو اوتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اوتار ڈالے عالمگیری

فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کی طرف بنظر شہوت دیکھ سکتا ہی مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک ف کہ اسقدر ستر عورت ہی تو ناف امام کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہی اور گھٹنا داخل ہی اور شافعی کے نزدیک اسکے برعکس ہی اور امام مالک کے نزدیک ران ستر نہین ہی اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوۃ مین گذر چکے علاوہ اوسکے یہ ہی کہ حسن بن علی نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہ رض نے اوسکو چوم لیا روایت کیا اوسکو احمد نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہی اور حضرت نے جرہد سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہی روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور عبد الرزاق نے اخراج کیا مثل اسکے اور ابو یعلی نے کہ فرمایا آپ نے چھپا اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہی پس یہ حدیثین حجت ہین شافعی اور مالک پر ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اوسکو حلال ہی ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اوسکو حرام ہی مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحہ غیر اور محرمہ برضاع یا مصاہرت دبختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنے عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہی تو نظر بطریق اولی درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہی کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہی جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہون گدھون کے مانند روایت کیا اوسکو طبرانی معجم مین ابی امامہ سے اور ابن عدی نے روایت کیا کہ فرمایا حضرت نے جسوقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اوسکی فرج کیطرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہی

ف اگر صفحہ ۶۸ کا قول بھی عورت پر ہو تو بنظر شہوت دیکھنے کی اور بشہوت بالفعل حرام ہی ۱۲ عالمگیری

اور ہدایہ میں ہے کہ لذت پیدا کرتا ہے اور ابن عمر سے منقول ہے کہ دیکھنا اولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہو **ص** اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتوں سے **ف** جنسے نکاح حرام ہے خواہ نسبی ہو یا سببی جیسے رضاعی یا مصاہرت ہو اور ذکر اون کا کتاب النکاح میں گذرا ھدایہ **ص** طرف سر اور منہ اور سینے اور پنڈلی اور بازوؤں کے اگر نہ خوف ہو شہوت سے **والاخلاف** اور اصل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہیں **ص** نہ اونکی پشت اور پیٹ اور ران کیطرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہے **ف** اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور اونسے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لیے سر سینہ وغیرہ اونکا سترخواہ **ص** اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو اون اعضا کا چھونا بھی درست ہے **ف** بشرطیکہ شہوت سے نہو یا خوف شہوت کا نہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے کانوں کی زنا سننا ہے اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی جس کرنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی چلنا ہے آخر حدیث تک روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہ سے **ص** اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضاے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا **ف** بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے بعضوں نے درمختار **ص** اور جب لونڈی جوان ہو جاوے تو اوسکو بیچنے کے لیے صرف تہ بند باندھ کے نہ بلاویں گے **ف** بلکہ کرتہ بھی ضرور ہے اسلیے کہ اوسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نادرست ہے ھدایہ **ص** اور عورت اجنبیہ کیطرف نظر مطلقاً حرام ہے مگر اوسکے منہ اور دونوں کف کیطرف فقط **ف** یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابوحنیفہ سے سروی ہے کہ اوسکے قدموں کی طرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گذر چکا کتاب الصلوٰۃ میں کہ قدم عورت نہیں ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ نماز میں ضرورت ہے اور اجنبی کی نظر کرنے میں طرف قدموں کے کوئی ضرورت نہیں ہے برخلاف موزہ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اس باب میں قول اللہ تعالیٰ کا وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ ظاہر منہا سے مراد سرمہ ہے اور انگشتری یعنی انگوٹھی اور دوسرے یہ منہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہے مردوں سے دین لینے کا اور باقی اعضا کے کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور درمختار میں ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اوسکے قدم اور ہاتھوں کو بھی دیکھنا درست ہے بسبب ضرورت کے **ص** اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اوس غلام سے **ف** اور شافعی اور مالک کے نزدیک مالکہ بنسبت غلام کے مثل محرم کے ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت لونڈیوں کے حق میں ہے نہ ذکور کے حق میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اسواسطے کہ غلام ایک نذکر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اوسمیں ہو سکتا ہے بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً **ص** مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے منہ کیطرف بھی نہ دیکھے **ف** درمختار میں ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے منہ کیطرف اونکے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا منہ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے گا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف شہوت سے تو اوسکی آنکھوں میں دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اسکی ممانعت اور وعید میں آئی ہیں **ص** الا اوس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت

اور اگر چاہے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اوسکو اوس عورت کے چہرہ کیطرف دیکھنا درست ہی نہ قصد اوسے شہوت ف اسلیے کہ روایت کیا ترمذی اور نسائی نے مغیرہ بن شعبہ رضی سے کہ جب انہون نے پیغام دیا ایک عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اوسکو تا تم دونون مین اصلاح اور محبت رہے ص ایسطرح اولیٰ ہی نزدیک وقت اوسکے طبیب کو واسطے دوا کے ف دیکھنا درست ہی باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے لان الاصل ص تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے ف یہی حکم ہی احتمان مین کہ ختنہ کرنے والا مقام ختنہ کو دوسرے مرد کے دیکھ سکتا ہی اور ایسا ہی حکم ہی دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے مراقیہ وغیرہ کے ہدایہ مین ہی کہ اگر کسی عورت کو اوس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہی لیکن جب نہ ملے یا بسلیقہ ہو تو دیکھے ص عورت کو عورت سے اوسی قدر دیکھنا درست ہی جتنا مرد کو مرد سے ف یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہی کہ عورت دوسری عورت کو نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہی کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین بالکل ننگی ہو جاتی ہین بالکل حرام ہی اونکے شوہرون کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہی ص ایسطرح عورت کو مرد سے دیکھنا درست ہی اگر نہ ڈرے خوف ہو شہوت سے ف اور جو خوف ہو تو درست نہین در مختار ص اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین ف یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ کیطرف درست نہین ہی ویسے ہی ان لوگون کو بھی نادرست ہی خصی وہ جسکے فوطے مکمل گئے اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہی اور جماع کر سکتا ہی اور فرمایا حضرت عایشہ رضی نے کہ خصی کرنا مثلہ ہی تو نہ مباح کریگا اوس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب بحق کرکے انزال کرتا ہی اور مخنث تو مرد ہی فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہی بنص کلام اللہ سے ھدایہ و مختصر مین ہی کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہو گئی ہو تو عورت کو اوسکے سامنے ہونا درست ہی لیکن جسنے اسکو جائز رکھا تو قلت ادراک اور قلت دیانت سے اور محطاوی مین ہی کہ مخنث وہ زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کے مانند نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو علق خواہش ہووے تو بعض فقہا کے نزدیک اسسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ رخصت ہی لیکن اصح قول یہ ہی کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین ص اپنی لونڈی سے عزل کرنا اوسکی اجازت کے درست ہی اور عورت حرہ سے باجازت اوسکے درست ہی ف عزل اوسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال لیوے اور فرج مین منزل نہووے کمروی ہی ابو سعید خدری رضی سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہی اور مین عزل کرتا ہون اوس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہووے اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہی تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اوسکو جسکے پھیرنے کی تجھے طاقت نہین روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور روایت کیا بخاری مسلم نے جابر رضی سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اوتر تا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن اس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہی کہ عزل کی خبر پہنچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت

کیا ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اوسکے کے

فصل استبرا کے بیان مین

یعنی لونڈی کے رحم کی براءت طلب کرنا اسطرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہوجاوے کہ حاملہ ہے یا نہین ہے **ص** جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اوس لونڈی کے محرم سے **ف** جو ذی رحم نہو ورنہ وہ لونڈی اوسی پر آزاد ہوگئی ہوگی تو خرید کیونکر ہوسکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی **ص** یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اوس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی **ف** یعنی بوسہ مساس وغیرہ **ص** حرام ہونگے یہان تک کہ اوسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہوجاوے ایک حیض آنے سے اون عورتون مین جو حائض ہین اور ایک مہینے سے اون عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین **ف** یعنی ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہے اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہوگیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص یمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اوسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے جماع نہ کرے اور نہین حلال ہے ایسے شخص کو کہ جماع کرے اون عورتون سے جو قید ہوکر لڑائی مین آئین یہان تک کہ استبرا کرے اونکا روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے و ترمذی نے و رفیع بن ثابت الضاری سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اوسکو بزار نے اور روایت کیا احمد و ابوداؤد و دارمی نے ابوسعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اون عورتون کے جو قید ہوکر آئین تمھین غزوہ اوطاس مین کہ نہ جماع کی جاوین حمل والیان یہان تک کہ جنین اور نہ وہ جنکو حمل نہین ہے یہان تک کہ ایک حیض اونکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اوسکا ایک شاہد ہے ابن عباس سے سنن دارقطنی مین کذا فی بلوغ المرام **ص** اور استبرا مین وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمین اوسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اوس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اوس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے **ف** جب معلوم ہوجاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اوس سے وطی نہین کی ورنہ حیلہ نکرے اسی کا فتوی ہے در مختار **ص** اور امام محمد کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسف پر عمل کرے اگر اوسکے بائع کی وطی نکرنا اوس طہر مین معلوم ہووے ورنہ قول محمد پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اوسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہے تو اوس لونڈی سے نکاح کرکے اوسکو خرید لیوے **ف** اسواسطے کہ نکاح مین استبرا واجب نہین ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہین اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اوسکے پاس عورت حرہ نہووے اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا کہ گذرا **ص** اور جو اوسکے نکاح مین عورت حرہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مشتری بعد شراء کے قبل قبض کے اوسکا نکاح ایسے شخص سے کردے

جسیں اوسکو طلاق دینے کا اعتماد ہو وے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اوسکو طلاق دیدیوے ف قبل فعل کے پھر مشتری اوس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اسلیے کہ طلاق قبل الوطی مین عدت نہین ہے ص ایک شخص کے پاس دو لونڈیان اسطرح کی ہین کہ وہ آپس مین کے نکاح کے جمع نہین ہو سکتین ف جیسے دونون بہنین ہین یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی ص اور ہوسنے شہوت سے دونون لونڈیون سے دواعی وطی کیے تو اب اوسکو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہین جب تک کہ ایک کو اون دونون مین سے اپنے اوپر حرام نہ کرے ف مثلاً اوسکو ہبہ سے یا کسی سے نکال کر دے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے وغیرہا ص اور مکروہ ہی ف تحریماً وغیرہا ص بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا ف لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضون کے نزدیک جائز ہی اور بعضون کے نزدیک مسنون ہے چلیے ص یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہی اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہو ف اسواسطے کہ جب دونون صرف ازار پہنے ہین اور باقی بدن کھلا ہوا ہی تو بدن سے بدن معانقہ مین ملیگا اور اسمین مخنث شہوت کا ہی برخلاف اوس صورت کے کہ کرتہ یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہون یہ مذہب ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقاً بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہی اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفرؓ سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اونکی دونون آنکھون کے درمیان مین روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین ابن عمرؓ سے اور طرفین کی دلیل یہ ہی کہ حضرت نے منع کیا مکاسعہ سے اور وہ معانقہ ہی اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہی کذا فی الہدایۃ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی ریحانہؓ سے روایت کیا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکاسعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب اون دونون کے بیچ مین کوئی چیز حائل نہو ہے اور مکاسعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اون دونون کے بیچ مین کچھ نہو وے ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقہ کی اوسی صورت مین ہی جب دونون مین کوئی کپڑا حائل نہو وے اور سفر سے جو شخص آوے اوس سے معانقہ کرنا مسنون ہی اور باقی مقامات مین جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہین ہی ص اسی طرح جائز ہی مصافحہ ف بلکہ مسنون ہی عند الملاقات بعد سلام کے روایت کیا طبرانی نے حذیفہؓ بن الیمان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کر کے سلام کرتا ہی اور اپنا ہاتھ اوسکے ہاتھ سے ملاتا ہی تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہین اور ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونونکے گناہ بخشے جاتے ہین اور جامع ترمذی مین ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہی کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہی تحیہ کی یعنی سلام پورا تبھین ہوتا جب تک مصافحہ کے اور مصافحہ مسنون ہی دونون ہاتھون سے انگوٹھا پکڑنے کے وقت ملاقات کے اور سوا اسکے اور مقامون مین جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہین ہی بلکہ بعضون نے اوسکو بدعت قرار دیا ہی **مسائل ملحقہ** ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہین اسیطرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی کپڑا حائل نہو اسی طرح لڑکا لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاوین تو انکا بستر جدا چاہیے اور مراد اس سے یہ ہی کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہی اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جداگانہ ہو تو درست ہی اور لڑکا گو جب شہوت دار ہو جاوے تو محرم ہو سکتا نظر و غیرہ کے مسائل مین مثل بالغ کے ہی اور حمامی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست نہی امام اعظمؒ کے نزدیک جیسے ختنہ کرنے والے کو لیکن یہ روایت محمول ہی ضرورت پر حالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابواللیثؒ نے

فصل مسائل متعلقہ نظر و مس

اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہے ورنہ اوسکے لیے ایک لونڈی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دین یا خشانہ سے نکاح کرا دیوین اور جو یہ صورتین نہو سکین تو ختنہ نہ کرے عالم یا زاہد کا پانون چومنا اگر کوئی چاہے تو وہ اپنے پانو کو بڑھا دے ایک روایت مین ہے کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہے وقت ملاقات کے مکروہ ہے اسی طرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیۃ اور آداب کے ہے تو فسق اور حرام ہے اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہے تو کفر ہے اور غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہے اور عالم کی تعظیر کے لیے یا اوستاد کی یا باپ کی قیام درست ہے جب یہ لوگ آوین اور بعض کے نزدیک ممنوع ہے اور حدیثین مختلف وارد ہین بعضون سے جواز اور بعضون سے ممانعت نکلتی ہے اور مصحف کا چومنا جائز ہے اور ولی کا چومنا درست ہے اور رونا اوسکا پانون سے یا کاٹنا اوسکا چھری سے ممنوع ہے کذا فی الاختیار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان مین

مکروہ ہے بیع آدمی کے گوہ کی اگر نر گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہے جیسے گوبر کی بیع ف اور لید اور مینگنی کی درست ہے ص صحیح قول مین ف اور وہ قول امام محمد کا ہے ھدایہ ص اور روس سے ف یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہو وے ص نفع بھی لینا درست ہے نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہے اور کافر نے شراب بیچکر روپے اوسکے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے اون شراب کے روپیون سے لینا درست ہے اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اوسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین کو اون روپیون سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہے اور بیع اوسکی باطل ہے تو اوسکی ثمن بھی حرام ہے کذا فی الاصل ص اور جائز ہے آرائش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد مین جانا ف یہ ہمارے نزدیک ہے اور مالک اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ اور ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کو منع نہین مقصود ہے کیونکہ قول اللہ تعالی کا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ نہین موجب ہے حرمت کو بعد اوس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانون کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام کی یہ ہے کہ روایت کیا ابوداؤد نے سنن مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدون کو جو کفار تھے مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے عیادت ص اور ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی ف اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت مریض کی کیا کرتے روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اس مین قید مسلمان کی نہین ہے اور بھی روایت کیا بخاری نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کا جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی ص اور جانورون کو خصی کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر کودانا واسطے بیفتی کے ف اسلیے کہ حضرت نے خصی دنبون کو ذبح کیا قربانی مین جیسا کہ اوپر گذرا اور اوسمین منفعت ہے جانور کی اور سوار ہوے آپ خچر پر روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے تو اگر فیل ہوتا البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر ص اور حقنہ ف شی طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اوس صورت مین جب کوئی طبیب

لہ یعنی اگر دین کا کوئی مسئلہ پوچھے تو بتلا دے

مسلمان یہ کہدیوے کہ فلان شخص مین شفا ہی اور کوئی دوا اسباح قائم مقام اوسکی نہ ملے دیختار ص اور تنخواہ قاضی
کی ف بیت المال مین سے اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا
درست نہین مگر یہ درست ہی اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نکرینگے دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا کی
حبس کی یعنی قاضی اپنے محوائج سے جو کار رہتا ہی اوسکا بدلا ہی نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی اور ام ولد کا ف اور مکاتبہ
اور معتقہ البعض کا ص بغیر محرم کے ف اسواسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہی جیسے محرم دیختار مین ہی کہ یہ حکم
زمانہ سابق مین تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید و فروخت
کرنا ضروریات کا بھائی چچا یا ان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اونکی پرورش مین ہووے اور صغیر کا اجارہ
دینا صرف ماں کو ف جائز ہی اورون کو نہین درست ہی ص اور شیرہ انگور بیچنا اوس شخص کے ہاتھ جو اوسکی
شراب بنا دیگا ف اسواسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متعلق نہین ہی بلکہ اوسکے تغیر کے برخلاف سلکے کہ اوسکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ خبیث نہین کیونکہ معصیت اوسکی
عین سے متعلق ہی کذا فی الاصل اور ذمی کا شراب و سور لیکر اوٹھانا ف یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین درست اور ضروری
حلال نہین ہی ص اور دیہات مین گھر کو کرایہ پر آتش خانہ بنانے کے لیے ف اسیطرح عبادت کے واسطے ص یا کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کو یا شراب
بیچنے کیواسطے ف درست ہی امام اعظم کے نزدیک صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی لیکن شہر مین بالاتفاق ناجائز ہی اور دیہات مین ہی کہ اوسمین
بہان دیہات کو ہین جنمین اکثر کافرون ہی کے آدمی رہتے تھے ص اور ہماری ملک کے دیہاتون مین تو ان باتونکی قدرت ہی نکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام
کی ظاہر ہین یہی قول اصح ہی اور درست ہی ملک کے مکانونکی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور عرصہ زمین امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کے
بھی بیچنا درست ہی اوسی پر فتوی ہی دیختار امام کی دلیل ظاہر حدیث ہی جو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام ہی حرمت دی اوسکو اللہ نے نہین حلال بیع اوسکی زمین کی اور کرایہ دینا اوسکے گھرونکو ص اور غلام کے بانون مین بیڑی
ڈالنا ف اگر اوسکے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہی ھدایہ ص اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ ماذون ہو
اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکے جانور کو عاریۃ لینا ف استحسانا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول
کیا ہدیہ سلمان کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اوسکو حاکم نے بریدہ سے اور ہدیہ بریرہ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث
کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہدیہ بریرہ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین ص
لیکن مکروہ ہی کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا اللہ دیوے یا روپیہ اشرفی تحفہ کے طور پر دیوے ف اسلیے کہ ان چیزون کی
تجارت مین کچھ ضرورت نہین برخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارون کے ملانے اور معاملہ کے جاری کرنے کے لیے
اون باتون کی ضرورت ہوا کرتی ہی ص اور بھی مکروہ ہی خدمت لینا خصی سے ف اسواسطے کہ انمین عیب
ہی انسان کے خصی کرنے کا اور وہ ممنوع ہی ص اور بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اوس سے جو چاہیگا چیز مین
لیتا جاویگا یہان تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہی اور ایسا قرض ممنوع ہی ہان
اگر اوس بقال پاس اتنا روپیہ ہے دیوے پھر اوسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہی ھدایہ ص اور شطرنج یا
چوسر کھیلنا ف اور اسیطرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک مباح ہی کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اوسمین

دفتین تیز ہوتا ہے لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہ ہو جاوے اور اوسمیں شرط نہ ہو ورنہ جو اہو جاویگا اور وہ حرام ہے نص کلام اللہ سے اور ہم یہ کہتے ہیں اگر یہ شرط نہیں ہوتی جب بھی اوسمیں منافع کرنا ہے عمر کا اور خیار باطل کا غلبہ ہے یہاں تک کہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہے تو اور امور کا کیا حال ہوگا دلیل اوسکی مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ وہ لہو ہے اور ہر لہو نادرست ہے مگر تین لہو شطرنج اون تین میں سے نہیں ہے ہمارے نبی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نرد شیر کو تو گویا اوسنے اپنا ہاتھ سور کے خون میں ڈبو دیا کہا زیلعی نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہے اور وجود ہے صحیح مسلم میں یہ حدیث لیکن انگیز شطرنج کا لفظ نہیں ہے اور روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان میں قاسم بن محمد سے کہ انہوں نے کہا شطرنج کے باب میں کہ یہ مہوا ہے اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہے جسکی حرمت کلام اللہ میں منصوص ہے ص اور ایسا ہی ہے نرد ف جیسے کنکوا یا تخم اور ٹا آتشبازی چھوڑنا آرایش شادی میں بنا ناص اور غلام سے کام لینا ان لوگوں کی زمین کو بچنا یا کرایہ دینا اور دعا میں یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشک ف یا مقعد العز من عرشک اول کے معنی یہ ہیں کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہے اور ثانی کے معنی یہ ہیں کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہے دونوں لفظ کہنا مکروہ ہے اس لیے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہے کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہیں اور عزت و جلال الٰہی قدیم ہیں اور دوسری لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کا تمکن عرش پر ہے اور یہ قول مجسمہ ظالم اللہ کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت ثابت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہ درمختار میں ہے کہ ابو یوسف نے اسکے عدم کراہت کو کہا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ لفظ دعا ماثور میں وارد ہے جسکو روایت کیا بیہقی نے عبد اللہ بن مسعود سے تو اس صورت میں لفظ عز صفت عرش کی ہوگا نہ صاحب عرش کی پھر صاحب مختار کہتے ہیں کہ زیادہ تر احتیاط اس دعا کے کہنے میں ہے اسواسطے کہ یہ عاجز واسطے سے مروی ہے اور مخالف ہے اون آیات قطعیہ کے جنسے نفی جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہے ص اور مکروہ ہے کہ دعا میں یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلک و انبیائک ف اسلیے کہ رسل و انبیاء و ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہیں اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہیں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں اور رحمتیں عطا کرتا ہے اور کریگا اوسکو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسیکا دینا نہیں آتا البتہ یہ لفظ دعاے ماثور میں وارد ہے تو مراد اوس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور وجاہت ہے نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہے قرآن شریف پر بعد دس آیتوں کے علامت بنانا یا اوسمیں اعراب دینا ف اسواسطے کہ ابن مسعود نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن میں اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ص مگر اہل عجم کو درست ہے ف اسواسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہیں سکتے تو حرج واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے میں اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہو جاویگا ص اور مکروہ ہے بند کر رکھنا آدمی اور جانور کی خوراک کو اوس شہر میں جہاں پر رہ کر نا ضرر کرتا ہو ف اسواسطے کہ حدیث میں ہے الجالب مرزوق والمحتکر ملعون یعنی غلہ لانے والا اسواسطے شہر والوں کے رزق دیا گیا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اوسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب سے اور روایت کی احمد نے مسند میں ابن عمر سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگوں سے

چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ سے اور اللہ بری ہوا اوس سے اور مراد یہ ہے کہ غلہ خرید کر کے اوسکو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے ہاتھ نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچیں گے نہ حال یہ ہے کہ تجارت غلے کی کرنا خوب نہیں ہے اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ احتکار کچھ غلہ پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس چیز کے رکنے سے عامہ خلائق کو ضرر پہونچے تو اوسکو احتکار کہتے ہیں اور محمد رح سے مروی ہے کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہے اور مدت جس کی بعضوں کے نزدیک چالیس دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک ایک مہینہ لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے اور آخرت کی نظر سے گنہگار رہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روکے رکھے اور وجب ہے کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل و عیال کی قوت سے فاضل ہو اوسکو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اوسکو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اوسکو بیچ ڈالے کذا فی الہدایۃ والاصل ص نہیں مکروہ ہے اوس غلہ کا رکھنا جو اوسکی زمین میں خاص پیدا ہوا ہو دوسرے شہر سے اوسکو لایا ہو ف اور ابو یوسف رح کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے کذا فی الاصل ص اور حاکم کو اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اوس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے ف بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے ص مگر اوس صورت میں کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا لیوے تو لوگوں کی صلاح اور مشورہ سے نرخ مناسب مقرر کر دیوے ف اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنے والا ہے اور بند کرنیوالا ہے اور کشایش کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھے معاملہ میں کسی ظلم کا یا خونی کا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی

مسائل ملحقہ

غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر بھیجنا ہے اور زبان پر ذکر اور دعا میں مکروہ ہے کبوتروں کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کے لیے درست ہے اور انکا اڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہے کبوتر یا مرغ اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہو تو ڈھیلے مار کے لوگوں کے شیشے توڑتا ہو دے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اوسکے ذبح کر ڈالے جاویں یا بیچ خرید کر کے چھوڑ دیا جاوے درست ہے اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ ضائع کرنا ہے مال کا گھوڑ دوڑ درست ہے اگر شرط یک طرفہ ہو اور حرام ہے اگر دونوں جانب شرط ہو مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اوسکا گھوڑا اسطرح کا ہو کہ اوسکے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہو پھر اگر اوس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لیوے اور ان دونوں شخصوں میں جو آگے بڑھ جاوے وہ دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونوں تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لیں گے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ ہے قصص کا ذبہ اور احادیث دروغ کا تذکرہ مکروہ ہے ناخون کترانا مستحب ہے دن جمعہ کے بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہوں اور غازی کو ناخون اور مونچھیں بڑھانا چاہیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کے انگشت شہادت سے اوسی کی چھنگلیا تک پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک موے زہار مونڈنا اور نہانا پھر جمعہ میں افضل ہے اور پندرھویں دن بھی جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ گذارنا مکروہ ہے داڑھی ایک مشت رکھنا مستحب ہے اس سے جو بڑھے اوسکو قطع کرے مونچھوں کو کترا دے یا منڈا دے اگر سر کو

تو اتنا کعب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاوین عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہے ایک شخص سے علماء و صوفیان کو تعلیم کرنے کے لیے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لیے تو اول افضل ہے اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہے بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا جائز ہے اگر امر دنہو قاضی پر محکمہ میں اور شخص مسجد میں بیٹھا ہو انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان و اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں لڑکیوں کے کان چھیدنے میں قباحت نہیں ہے بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا جائز ہے بعد قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہے عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن کے پڑھنے سے سننا اور سکانا زیادہ ثواب ہے واللہ اعلم بالصواب

ص کتاب احیاء الموات ف

یعنی ناآباد زمینوں کے آباد کرنیکے بیان میں **ص** موات وہ زمین ہے جس سے نفع حاصل نہیں ہوتا پانی نہونے یا پانی کی کثرت کے سبب سے یا مانند اسکے اور سبب سے **ف** مثلاً زمین بہت نمدار ہو گئی یا شور ہو گئی **کذا فی الاصل ص** اور قدیم سے کسی کی مملوک نہیں ہے یا مملوک ہے اہل اسلام کی لیکن اسکا کوئی مالک معین نہیں معلوم ہوتا اور بستی سے اسقدر دور ہے کہ اگر کوئی شخص انتہائے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اوس زمین میں آواز نہ پہنچے **ف** امام محمد کے نزدیک جو زمین مملوک ہو گی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہیں ہے پس اگر اوسکا مالک معلوم نہ ہوے تو وہ عامہ مسلمین کی ہے اور جب اوسکا مالک ظاہر ہو جاوے تو اوسکو رد کی جاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑیگا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسف نے نہ محمد نے **کذا فی الاصل ص** جو شخص امین زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اوسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے مارے تو مالک نہوگا **ف** یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک امام کا اذن شرط نہیں ہے **کذا فی الاصل** دلیل انکی قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اوسی کی ہے روایت کیا اوسکو ابوداود اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہے اور اختلاف ہے اوسکے صحابی میں بعضے جابر کہتے ہیں اور بعضے عائشہ اور بعض عبداللہ بن عمر اور راجح قول اول ہے اور روایت کی بخاری نے عروہ سے انھوں نے عائشہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہووے سو وہ زیادہ حقدار ہے اوسکا کہا عروہ نے یہی فیصلہ کیا عمر نے اپنی خلافت میں دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی طحاوی نے معاذ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اوسکا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہے اوسی صورت پر جب بااذن امام کا ہووے **ص** نہیں جائز ہے آباد کرنا اوس زمین کا جسکا پانی ہت گیا ہو لیکن وہاں آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اوسکا عود نہو سکے تو آباد کرنا اوسکا درست ہے اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور نہیں پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اوسکو آباد نہیں کیا تو امام اوس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور حسن نے ایک کنواں زمین موات میں کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنواں عطن کے لیے ہو **ف** یعنی پانی اونٹ سے باہر سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اوسکے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہوں **ص** یا ناضح ہو **ف** بیر الناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے اونٹوں سے کھیت سینچنے کے لیے **ص** تو اگر دو اوس کنوئیں کے چالیس گز

ہر طرف سے اوسکا حق ہوگا بر قول اصح ف اور بر قول غیر اصح حریم اوسکا چالیس گز ہی ہر طرف سے دس گز اور صاحبین کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہی جو چوبیس انگل کا ہوتا ہی اور ہر انگل تقریباً چھ جو کے جب آپس مین ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہوا ہو کذا فی الاصل دلیل امام صاحب کی حدیث ہی عبداللہ بن مغفل کی روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنوان کھودے تو اوسکو چالیس گز ہر واسطے پانی پینے اوسکے جانورون کے روایت کی امام احمد نے مسند مین ابوہریرہ رضی سے کہ فرمایا حضرت نے حریم کنوین کا چالیس گز ہی سب طرف سے اوسکے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریون کے ص اور حریم چشمہ کا پانسو گز ہی ہر جانب سے ف اسواسطے کہ ابو یوسف نے کتاب الخراج مین روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانسو گز ہی اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہی اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہی کذا فی العینی شرح الہدایۃ یہی حدیث دلیل ہی صاحبین کی بیر ناضح کے حریم مین زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اسکو غریب کہا ہی ص تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنوان کھودنے کا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم کے اگر حریم کی منتہی پر ایک اور شخص نے کنوان کھودا تو اوسکا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنوین کی جانب سے ف اسلیے کہ وہ ملک پہلے کنوین والے کی ہی ص اور کاریز ف یعنی مجری پانی کا زمین کے نیچے درمختار ص کا حریم بقدر اوسکے اصلاح کے ہی ف اندر کی مٹی ڈالنے کے لیے یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور بعضون نے کہا کہ جب اوسمین پانی نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہی اوسکا حریم نہین ہی اور جب پانی نکلے تو حکم اوسکا مثل چشمہ کے ہی یعنی پانسو گز اوسکا حریم ہوگا کذا فی الاصل ص نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی زمین مین امام کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبین کے نزدیک اوسکو نہر کی مینڈ بیگی چلنے کے لیے اور مٹی ڈالنے کے لیے اور ایسی ہی زمین مین سوات مین تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ مین واقع ہو اور کسی کی اون دونون مین سے اون مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہین ہی تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اوسپر موجود ہی تو اوسی کی ہوگی اور ابو یوسف کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمد رح کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے ف درمختار مین ہی کہ قول ابو یوسف پر فتوی ہی اور حریم درخت کا جوانب سوات مین بوے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہی حدیث مین اخراج کیا اوسکا ابوداؤد نے

فصل شرب کے مسائل مین ص

شرب بالکسر عبارت ہی پانی کے حصے سے ف یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت پینے کے لیے یا جانورون کے پلانے کے لیے درمختار ص اور شفہ کہتے ہین آدمی یا چارپایون کے پانی پینے کو بیون سے تو ہر شخص کو حق شفہ ہوتا ہی ہر پانی مین جو کسی برتن کے اندر رکھا گیا ہو ف اسلیے کہ جب پانی کسی برتن مین رکھا گیا تو وہ رکھنے والے کا ملک ہو گیا اب کوئی شخص بے اجازت اوسکے اوسمین سے نہین پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ مین ہی جیسے کنوان یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کو اوس سے پینا یا جانورون کو پلانا ہو پہنچتا ہی اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی شریک ہین تین چیزون مین ایک پانی دوسری گھاس تیسری آگ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ص اور مطلع ہر شخص کو ہونا چاہیے کہ دریا یا نہر عظیم جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہرین ہین ف دجلہ نام ہی نہر بغداد کا اور مانند دجلہ کے اور نہار

عظام ہین مثل گوبر جو ناگھاگھرہ وغیرہ **ص** اپنی زمین کو سینچے یا اوسمین سے ایک نہر اپنی زمین کیطرف نکالے سینچنے کے لیے یا چکی کے لیے اگر عامۂ خلق کو اوس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کوئین سے جائز نہین کہ اپنے جانور کو پانی پلاوے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانورون کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت مین پانی ڈالے مگر اوسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ گھڑے مین پانی بھر کر اپنے گھر مین لاکر درخت یا سبزہ مین ڈالے صحیح تر قول مین **ف** اور بعضون کے نزدیک یہ بھی درست نہین مگر مالک کے اذن سے اور خانیہ اور وجیز مین اسی قول کو اصح کہا ہے **ط** **ص** جو نہر کسیکی ملوک نہین ہے اوسکی کھدوائی بیت المال مین سے دیجاویگی اور اگر بیت المال مین روپیہ نہووے تو رعایا سے کی جاویگی **ف** اور اگر وہ نہرین تو امام اونسے جنگ کریگا جیسے تمہاری لشکر اسلام کیواسطے حکم ہی **ص** اور جو وہ نہر مملوک ہے تو نہر والون سے لی جاویگی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ صرف پانی پینے والون سے **ف** یعنی جو اوس نہر مین پانی پیتے ہین اونسے کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیے کہ وہ نہر والے نہین ہین **ص** اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاوینگے تو اوسپر باقی نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی **ف** امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سب شریکون پر انکی اوس آخر تک کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لی جاویگی **ص** صحیح ہے دعوی شرکا بغیر دعوی زمین کے **ف** یہ استحسان ہے اسلیے کہ کبھی پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہے ارنا اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہے اور شرب بائع کے لیے رہتا ہے کذا فی الاصل **ص** ایک جماعت نے شرب مین جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کردینگے اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہین سکتا اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہین ہوتی ہو بغیر رد کے ہوئے مگر اور شرکا کی رضامندی سے اور کوئی اوس نہر مین سے دوسری نہر نکال نہین سکتا یا اوسپر چکی کھڑی نہین کرسکتا یا دولاب یا پن چکی نہین بنا سکتا مگر شرکا کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک مین رکھے **ف** اسطرح سے کہ بطن نہر اور دونون کنارے اوسکے مملوک ہون اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذا فی الاصل **ص** اور نہر اور پانی کو اوس سے ضرر نہ پہونچے تو ہوسکتا ہے اسی طرح نہر کے منہ کو چوڑا نہین کرسکتا یا اگر نہر کا پانی بطور سوراخون کے منقسم تھا اور وہ دونون کے حساب سے بانٹے تو یہ نہین ہوسکتا یا اوس زمین مین پانی لیجاوے جہان کی باری مقرر تھی حق شرب موروث ہوتا ہے اور اوس سے نفع اوٹھانیکے لیے وصیت بھی ہوسکتی ہے اور اوسکی بیع یا اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہین ہوسکتا اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا **ف** موافق عادت کے ورنہ ضامن ہوگا **مختار** **ص** اور اوس سے دوسرے کی زمین مین تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان نہ دیگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دیگا **ف** اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہے اور یہی قول ہے امام خواہر زادہ کا اور جامع صغیر برزدوی مین ہے کہ ضامن ہوگا در مختار مین ہے کہ فتوی قول اول پر ہے واللہ اعلم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہے شرابون کے احکام کے بیان مین حرام ہے خمر اور وہ کچا پانی ہے انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اوٹھاوے اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو **ف** یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اوسکا حرام ہے اسلیے کہ وہ نجس مین ہے مثل پیشاب کے فرمایا اللہ تعالی نے خمر کے حق مین اِنَّهٗ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ یعنی وہ پلید ہے شیطان کا کام ہے اور احادیث اوسکی

حرمت میں بکثرت وارد ہوئی ہیں روایت کی حاکم اور ابوداؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ نے لعنت کی خمر پر اور اوسکے پینے والے پر اور اوسکے بیچنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور اوسکے اوٹھانے والے پر اور اوسکی قیمت کھانے والے پر اور اوسکے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابوحنیفہ اور نسائی اور دارقطنی نے ابن عباسؓ سے کہ خمر حرام ہے قلیل اور کثیر اوسکا اور ہر شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہ رح کا ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جو چیز عقل کو زائل کردیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہے دلیل اونکی حدیث ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے خمر ان دو درختوں سے ہوتا ہے یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہے کہ خمر باتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہیں اور حدیث اول میں یحیی بن معین نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیث نے اسکو رد کیا ہے باسطلاح کہ حدیث ابن عمر کو اخراج کیا شیخان اور ائمہ اربعہ نے پس یہ اعلی مراتب صحیح میں ہوئی اور طعن یحیی بن معین کا اوس حدیث میں ثابت نہیں ہے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ میں نے اس طعن کو کسی کتاب حدیث میں نہیں دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہیں خمر کی حقیقت میں بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام رکھا ہے اور قاموس میں قول ثانی کو صحیح کہا ہے اور دلائل اوسکی صحت کے بہت ہیں ایک قول حضرت عمرؓ کا بر منبر پیغمبر و بروجماعت صحابہ کے کہ خمر پانچ چیزوں سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو رواہ البخاری نے اوسکو بخاری نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عرباء اور اعلم باللسان تھے دوسرے روایت کی بخاری نے انسؓ سے کہ جسوقت خمر حرام ہوا سو خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسرے روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہوں سے خمر ہوتا ہے اور جو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور اون لوگوں میں سے جنہوں نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابوموسیٰؓ اور ابوہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہیں صحابہ سے اور تابعین سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر ہیں اور لوگ ہیں کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا احادیث ابوہریرہ اور حدیث نعمان اور حدیث ابن عمر میں کہ جب خمر حرام ہوا مدینے میں تو ان خموں میں سے کوئی خم وہاں نہ تھا روایت کیا اوسکو بخاری نے اور صحابہ اوسکی تعریف اور ماہیت میں مختلف ہوگئے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہمنے درمیان ائمہ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب شدید ہوجاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اسی کو اختیار کیا ہمنے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اوسکی حرمت کا کافر ہے برخلاف اوسکے جو اوسکے شربہ کی حرمت کا منکر ہووے اسلیے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اوسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا اور سوا اوسکے اور مسکرات بھی حرام ہیں لیکن حرمت اونکی فہمی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ دینا شرط ہے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہوگیا تو مسکر ہوگیا اب جھاگ اوٹھانا ضرور نہیں ہے پھر خمر کا عین

حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ بقدر سکر اوس مین سے حرام ہے ف لیکن یہ قول مردود ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہے جیسا کہ گذرا اور اوسپر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا کافر ہے ف اسلیے کہ منکر ہے نص قطعی کا ھدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہے نہ مالیت لہذا اگر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی خمر کے بائع اور اوسکی ثمن کھانے والے پر اور روایت کی مسلم نے اور محمد نے آثار مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسنے حرام کیا خمر کو سو اوسنے حرام کیا اوسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہے مسلمان کو نفع اوٹھانا خمر سے ف اسلیے کہ انتفاع نجس سے حرام ہے درمختار مین ہے کہ خمر کا جانوروں کو پلانا یا اوس سے مٹی تر کرکے دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تاکے کے واسطے یا دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا مسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا پیاس کے خوف سے پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پیے گا تو اوسپر حد مارا جاویگی ص اور جو کوئی خمر کو پیے گا اگرچہ اوسکو نشہ نہووے لیکن حد مارا جاویگا ف چنانچہ دلیل اوسکی کتاب الحدود مین گذری اور سوا خمر کے اور شرابون کے پینے سے حد نہ پڑیگی جب تک نشہ نہووے لیکن محمد کے نزدیک پڑیگی اور اوسی پر فتوی ہے اس زمانے مین عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اوسکی حرمت نہ جاویگی ف اسلیے کہ بعد خمر ہو جانیکے پکانا مؤثر نہیں ہے ھدایہ ص اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہے وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک جائز نہین دلیل شافعی کی حدیث ہے انس کی ابی طلحہ سے کہ پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیمون کا خمر میرے پاس ہے تو آپنے فرمایا کہ بہا دے اوسکو تو کہا مینے کہ سرکہ بنالون اوسکا کہا آپنے نہین ہمکو یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث قریب تر ہے اوس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل مین آپنے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنون کا استعمال بھی منع کر دیا تھا بعد اوسکے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعی نے بھی ایک قول مین یہ سرکہ جائز رکھا ہے دوسرے یہ کہ حضرت نے فرمایا کیا اچھا سالن سرکہ ہے روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور سرکہ اس حدیث مین مطلق ہے تیسرے یہ کہ علت حرمت خمر کی سکر ہے تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہان تک سرکہ ہے وہان تک تین پاک ہو گیا اور اوسکے اوپر کی جانب جہان سے خمر گھٹ گیا ہے بعینہ پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ ہے اور ایک روایت مین پاک نہوگا مگر جب وہ سرکہ وہان ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ھدایہ ص اسطرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی سے کم طلا یا جاوے ف طلا اوسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اونٹ کی طلا کے اور صحیح یہ ہے کہ اسکا نام باذق ہے اور جو اوسمین نصف جل جاوے تو اوسکا نام منصف ہے یہ دونون امام شافعی کے نزدیک مباح ہین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہین ص اور سکر یعنی کچی کھجور کا پانی اوشنگ کا پانی جب بغیر جوش وشدت پیدا ہو جاوے ف یعنی طلا اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہین کہ اون مین جوش اور نشہ پیدا ہووے اور شریک بن عبداللہ کے نزدیک سکر درست ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہ کا ہے اوسکی حرمت پر اور یہ آیت ابتدائے اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا اور بعضون نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو

ترک کرتے ہو ھدایہ ص اور بخاست انکی غلیظہ ہے ف اور ایک روایت میں خفیفہ ہے ھدایہ ص لیکن بہت حرام انکی ظنی ہے تو منکر اوسکا کافر نہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہے تو منکر اوسکا کافر ہوگا اور درست ہے شلث انگور کا اگرچہ اوسمیں شدت ہوجاوے ف یعنی سکر پیدا ہوجاوے شلث انگور کا اوسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہان تک کہ اوسکی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی رہ جاوے پھر اوسکو رکھ چھوڑین یہان تک کہ اوسمین شدت ہوجاوے اور جھاگ اوٹھنے لگے اسی طرح اگر اوسمین بعد جلانے کے پتلا کرنے کے لیے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکاوین اور اوسکو رکھ چھوڑین اور درست ہے یہ مثلث امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک بالکل حرام ہے اور علما در حقیقت اسی کو نام خمر کا مختارین ہے کہ پینا مثلث کا کیا صحابہ سے ثابت ہے ص اسیطرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جاوے اگرچہ اوسمین شدت ہوجاوے لیکن ان تینون کا اس قدر تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ ہو اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پیئے بلکہ قوت کے لیے استعمال کرے ف ورنہ امام کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظم کی حدیث ہے علی رضی کی کہ فرمایا حضرت نے حرام کیا اللہ نے خمر کو بالکل اور اور مسکرات کو بقدر مسکر روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسناد مین اوسکی عبدالرحمن مجہول ہے اور حدیث اوسکی غیر محفوظ ہے البتہ یہ ابن عباس سے موقوفا مروی ہے روایت کیا اوسکو ابو حنیفہ اور دارقطنی نے جیسا گذرا اور روایت کی نسائی نے حلت کو مثلث کی حضرت عمر سے تو حرام امام کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہوا اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل اور کثیر ان کا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو اوسکا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے عایشہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہو تو اوسکا ایک کف بھر بھی حرام ہے اور بہت سے علما نے فتوی دیا ہے محمد کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال کرتے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم کو یہ حدیثین نہین پہونچین واللہ اعلم ص اسیطرح درست ہے خلیطان یعنی کھجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دین اور تھوڑا سا پکا کر اوسکو چھوڑ دین یہان تک کہ جوش مارے اور شدید ہوجاوے جب اوسکو پیئے بغیر لہو اور طرب کے ف دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عایشہ صدیقہ سے کہ ہم بھی بھر مٹھی بھر انگور خشک بھگوتے رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے واسطے سو جب بھیج کو تیار کرتے تھے تو اشام کو اوسکو پیتے تھے اور جو شام کو تیار کرتے تھے تو آپ صبح کو اوسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین پلانا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہے اور وہ جو حدیث جابر مین جسکو روایت کیا ایمہ ستہ نے ممانعت اسکی منقول ہے تو محمول ہے اوپر ابتدائے اسلام کے ھدایہ ص اسی طرح درست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو اور طرب کے ف امام کے نزدیک ہدایہ تین ہے کہ اسکے پینے والے کو حد نہ پڑیگی اگرچہ مست ہوجاوے اور محمد کے نزدیک حرام ہین اور یہی مفتی بہ ہے اور اوسکے پینے والے کو حد پڑیگی کذا فی الدر المختار ص اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اوسمین ڈالکر بنائے اور نبیذ دانا تونبون اور سبز گھڑے اور روغن قیر مالش کیے ہوئے برتنون اور لکڑی کے برتنون مین ف اسواسطے کہ محمد نے کتاب الآثار مین بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے

مین نے تکو دبا دا دختم اور مزفت مین نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سو اب ہیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہین کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباس مین ہی صحیحین مین کہ آپ نے وفد عبد القیس کو دبا اور ختم اور مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہی اس حدیث سے ص اور مکروہ ہی خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اوسکو گنگھی مین ملکر بالون کو لگانا ف مراد کراہت سے حرمت ہی کذا فی الاصل ص لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہووے تو اوسکو حد نہ پڑیگی ف اور خمر مین ضرب قلیل سے حد ہی اسلیے کہ قلیل اوسکا داعی ہوتا ہی طرف کثیر کے اور ایسا تلچھٹ مین نہین ہی تو اوسمین حقیقت سکر معتبر ہوگا کذا فی الاصل **مسائل ملحقہ** درمختار مین ہی کہ بھنگ اور افیون اور اجوائن خراسانی اور جائفل حرام ہی لیکن حرمت خمر سے ان کی حرمت کمتر ہی سو اگر کوئی شخص ان مین سے کھاوے تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہوجاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اور افیون کی حلت مفہوم ہوتی ہی اگر قلیل ہو جس سے سکر نہووے اور تنباکو کے باب مین علما مختلف ہوگئے بعض کے بیان سے حلت اور بعضون کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضون کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہی لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجوح ہی اور کراہت تنزیہی اقرب ہی طرف حلت کے پس حلت کا قول راجح ہی اور یہی مستفاد ہی کتب شافعیہ سے اور موافق ہی اس اصل کے کہ اعیان مین اباحت اصل ہی اور وہ جو حدیث مین وارد ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر سے اور مفتر سے روایت کیا اوسکو احمد رحمہ اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تو اوس سے ممانعت تنباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہووے اور قلیل ہو کہ اوس سے فتور پیدا نہووے نہین بمکلتی اور یہی حکم ہی حقے کا واللہ اعلم بالصواب اور ان پانچسین خمر خالص ہووے حرام ہی اور جو اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام درست ہی اور موافق مذہب امام محمد کے ناپاک ہی اور اسی پر فتوی ہی

کتاب الصید

یہ کتاب ہی شکار کے بیان مین صید وہ حیوان متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین بی بسیالہ اور حلت صید کی غیر محرم کے لیے کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کیا تمپر شکار خشکی کا جب تم احرام مین ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ رکھے تو کھا اور جو وہ اوسمین سے کھالیوے تو نہ کھا روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اوسکی حلت پر اجماع ص حلال ہی شکار ہر درندہ والے جانور سے اور ہر پنجہ والے پرند سے جیسے کتا باز وغیرہ ف پھر جان لو کہ سور مستثنی ہی اس سے اسلیے کہ وہ نجس العین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے استثنا کیا شیر کا بسبب اوسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہی خساست مین اور ظاہر یہ ہی کہ کچھ حاجت استثنا کی نہین ہی اسلیے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہین ہوسکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہی وہ کسیکا کام نہین کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہی وہ بھی کسیکا کام نہین کرتا تو حلت صید کی شرط نہین پائی جاتی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ یعنی حلال ہی تمھارے واسطے شکار جانورون کا جو زخمی کرتے ہین جنکو تمنے تعلیم کیا اور یہ مطلق ہی شامل ہی ہر جانور کو درندہ

حدیث عدی بن حاتم میں لفظ کلب کا وارد ہوا اور کلب کا اطلاق زبان عرب میں ہر درندے پر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیر پر بھی
ھدایہ **ص** بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہو **ف** اسلیئے کہ کلام اللہ میں وما علمتم کی قید ہے دوسرے یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے
کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہیں اپنے کتے معلم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے
کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کھا اور سکھا اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اوس جانور کو ذبح کرلے تو کھا اور سکو یعنی اپنے
ذکات سو کا شکار درست نہیں ہے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے **ص** اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگا دیں **ف**
اسواسطے کہ کلام اللہ میں جوارح کا لفظ وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جراحت ضرور ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی
فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہیں ہے **ص** اور اونکو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے **ف**
اسواسطے کہ حدیث عدی میں بسم اللہ کہنے کا امر ہے اور راوی حدیث میں ہے کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ میں اپنا کتا بسم اللہ کہکر
چھوڑتا ہوں اور اوسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہے اب میں نہیں جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا آپ نے کہ نہ کھا
اوسکو اسلیئے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہے نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن
عمداً بسم اللہ ترک کردیوے تو درست نہیں ہے **ص** اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو
پانوں سے یا پروں سے اور وحشی ہو حلال ہو **ف** ذکات اختیاری اوسمیں نہ ہو سکے تو جو جانور لوگوں سے
اُنس پکڑ گیا ہے ممتنع ہے لیکن متوحش نہیں ہے اور جو شکار جال میں پھنس گیا یا کوئیں میں گر گیا یا سست ہو گیا
تو وہ متوحش ہے لیکن غیر ممتنع ہے تو ایسے جانوروں میں ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لیے ضرور ہے صرف ارسال
اور زخم سے حلال نہ ہونگے **ص** اور اوس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جسکا شکار نہیں درست ہے **ف** جیسے
وہ کلب غیر معلم ہو یا مجوسی کا ہو یا شکار کے لیے چھوڑا نہ گیا ہو یا بسم اللہ عمداً ترک کرکے چھوڑا گیا ہو
کذا فی الاصل **ص** شریک نہ ہو **ف** بسبب اوسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری **ص** اور وہ
کلب معلم قبضہ نکرے بعد ارسال کے **ف** تاکہ اوسکا شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال
کے آرام کے لیے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرنے پھر شکار کرے تو شکار درست نہیں بخلاف اوسکے کہ پیتے کو
شکار کے لیے چھوڑا اور وہ چھپ رہا بطریق حیلہ اور گھات کے شکار کی فکر میں نہ بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار
کو پکڑا کہ یہ درست ہے اور اگر کتا بھی ایسی عادت پیتے کی کرلے تو بھی درست ہے درمختار و طحطاوی **ص** اور کتا تعلیم
یافتہ ہو جاتا ہے اگر تین بار شکار کرے اور اوسمیں سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے
ف یہی مضمون ماثور ہے ابن عباس سے کہا زیلعی نے تخریج میں کہ یہ اثر غریب ہے میں کہتا ہوں روایت کی امام محمد
نے آثار میں بسند صحیح ابن عباس سے کہ کہا انھوں نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو اگر معلم ہے تو کھا اوسکو اور جو وہ
اوسمیں سے کھا لیوے تو نہ کھا اوسکو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اوسمیں سے کھا لیوے اسلیئے کہ تعلیم
اوسکی یہ ہے کہ پکارنے سے چلا آوے اور تو اوسکو مار نہیں سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمد نے کہ ہم اسی قول
سے اخذ کرتے ہیں اور یہی قول ہے ابو حنیفہ کا **ص** تو اگر باز شکار میں سے کھا لیوے تو وہ شکار کھانا درست ہے

نہ جب کتا اوسمین سے کھا لیوے اسی طرح اگر کتے نے تین بار کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار مین سے کھایا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا اور اوسکے بعد جتنے جانور شکار کرے گا سب حرام ہونگے یہان تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہوجاوے اسی طرح قبل از اس جانور کے جتنے جانور شکار کیے ہین اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہین حرام ہونگے ف اور جو صیاد اونکو کھا گیا ہے تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہے ص اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اوس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ بسم اللہ کہکر تیر مارے ف اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا ص اور وہ تیر اوس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہین غائب ہوجاوے تو اوسکی جستجو سے بیٹھ نہ رہے ف یعنی اوسنے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب ہوگیا بعد اوسکے شکاری نے اوسکو مردہ پایا تو اگر اوسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اوسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شکار مین جو غائب ہوجاوے شکاری سے کہ شکاری نے قتل کیا اوسکو یا زمین نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی رزین سے اور روایت کی مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اوسکو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہین ہوا ص اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہے کہ اوسکو ذبح کرے ف یعنی جب اوسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اوسمین حیات ہووے تو زکات ضرور ہے ص تو اگر ترک کریگا عمداً زکات کو حرام ہوجاویگا ف یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر زکات نہ کریگا تو حرام ہوجاویگا اور جو قادر نہو زکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے اور یہی قول ہے شافعی کا اور ظاہر الروایۃ مین ہے (شاید بجری ہوا وقت تنگ ہو رہے) کہ حرام ہوجاویگا اور جو اوسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اوسکا اعتبار نہوگا پس تذکیہ واجب نہوگا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اوسکے اور جو بکری بیمار ہو تو فتوی اس پر ہے کہ اوسمین جبتک حیات قلیل بھی ہے ذبح کریگا یہان تک کہ اگر اوسکو ذبح کریگا اور اوسمین تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہوجاویگا بسبب قول اللہ تعالے الا ما ذکیتم کذا فی الاصل ص اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اوس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کرکے سو وہ تیز ہوا اور اوسنے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہے ف اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا ص اسیطرح اگر وے معراض اوس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کیجانب سے جدھر دھار ہے ف تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اوس تیر کو کہتے ہین جسکے پر کا ہووے اور نام اوسکا معراض اسلیے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اوسکے نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب سے لگے تو شکار حلال ہے کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بن حاتم کی حدیث مین کہ پوچھا میںنے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپنے جب لگے وہ نوک کیطرف سے جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض کیجانب سے لگے تو نہ کھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہے روایت کیا اوسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہے نص کلام اللہ سے موقوذہ اوس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلا یا پتھر سے پھینک کر مارین ص یا قتل کیا اوسکو بھاری

غلے نے اگرچہ وہ غلہ دھاردار ہووے ف تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اوس غلے کے بوجھ سے مرگیا ہووے یہان تک کہ اگر غلہ ہلکا ہووے اور دھاردار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت جراحت سے ہوگی ہدایہ مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقینًا تو شکار حلال ہوگا اور جو اوسکے بوجھ اور وزن سے ہووے یقینًا تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے

ص یا اوس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا ف تب بھی شکار حرام ہوگا اسلیے کہ شک ہے کہ وہ تیر سے مرا یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدی بن حاتم مین ہے کہ اگر شکار تیر پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اوسکو اسواسطے کہ تو نہین جانتا کہ پانی نے قتل کیا اوسکو یا تیر نے تیر نے روایت کیا اوسکو مسلم نے ص یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر پھر وہان سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے اسیطرح حلال ہے اگر مسلمان نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسینے اوسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہو گیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہے ف جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال اور زجر دونون پائے جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے لکذا فی الاصل ص اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اوسنے دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے ف یہ ہمارے نزدیک ہے اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہوسکتی کہ جس جانور کو معین کر دیوین اوسی کو پکڑے اور امام مالک کے نزدیک حلال نہین ہے اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور اوسنے جاکر اوسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگکے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونون حلال ہونگے اسیطرح اگر کتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکے اور اوسنے کئی جانورون کو مارا تو سب حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایک بار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی لکذا فی الاصل ص اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اوسکا کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا ف اور امام شافعی رح کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا کیا جاوے جانور سے اور وہ زندہ ہو تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ترمذی نے ابی واقد لیثی سے ص اور اگر وہ جانور اسطرح کٹ گیا کہ اوسکے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثًا یعنی دو حصہ چوتھائی طرف اور ایک حصہ سر کیطرف یا اوسکا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے جائینگے ف اسواسطے کہ ان صورتون مین حیوٰۃ اوسکی ممکن نہین زیادہ حیوٰۃ مذبوح سے اور اوسکا اعتبار نہین تو حدیث اسکو شامل ہوگی برخلاف اوس صورت کے کہ دو حصہ اوسکے سر کی جانب مین ہووے اور ایک حصہ سرین کیجانب مین کیونکہ یہان حیوٰۃ ممکن ہے تو سرین والا حصہ حرام ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اوس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی حیوٰۃ کا احتمال ہے زیادہ حیوٰۃ مذبوح سے ص تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا تو اگر اول کے

تیر مارنے سے وہ جانور سست ہو گیا تھا تو جانور پہلے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حرام ہو جاویگا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے شخص کو ضمان دیگا اوسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونیکے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حلال ہو گا **ف** اول صورت مین حرام اسواسطے ہو گا کہ جب پہلے تیر سے وہ سست ہو گیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہو گئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہو گی اور دوسری صورت مین حلال رہیگا اسلیے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہین ہوئی تھی **ص** اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اوسکا حلال ہووے یا حلال نہووے **ف** جیسے لومڑی بھیڑیا ریچھ سور وغیرہ تو سوا سور کے اور جانورون کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہو جاویگی کذا فی الاصل

کتاب الرھن

یہ کتاب رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان مین رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر ہو تم سفر مین اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے عایشہ رضہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کر دی اوسکے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اسپر **ص** رہن کے معنی شرع مین یہ ہین کہ چیز کو روک دینا بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کر لینا ممکن ہو اوس شے مرہون سے مثل دین کے **ف** پس دین کا وصول کر لینا شے مرہون سے ممکن ہے اوسکو بجایہ خلاف عین کے کہ وہان صورت مطلوب ہوتی ہے اور تعیین صورت دوسری شے سے نہین ہو سکتی جاننا چاہیے کہ شے مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہین یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اوسکو مرتہن کہتے ہین اور جس چیز کو رہن رکھتے ہین اوسکو مرہون اور رہن کہتے ہین **ص** اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہین ہوتی تو راہن کو شے مرہون کا تسلیم کر دینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے **ف** کیونکہ ابھی رہن تمام نہین ہوئی اسلیے کہ تمام اوسکا قبض سے ہے اور امام مالک رح کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہو جاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گذری اور مین قبضہ کی قید ہے **ص** پھر جسوقت راہن نے شے مرہون کو تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کر لیا اور وہ شے مرہون مقسوم تھی شائع تھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نہ تھی فارغ تھی **ف** یہان تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہو گی تو رہن جائز نہو گی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے جو اوسمین ہین یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلون کے جو اوسپر ہین یا رہن کرنا اوس گھر کا جسمین اسباب راہن کا ہے بدون اسباب کے کذا فی الاصل **ص** اور متمیز تھی **ف** یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اوسکو جدا کر دیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہو جب حال مرہون نہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کی خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور متمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جدا ہو اوس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نہ رکھتا ہووے یہان تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہو گا تو وہ مضر نہین ہے جیسے رہن اوس اسباب کا جو راہن کے مکان مین ہے درست ہے اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان مین

اور سکان اوسکا محل مرہون نہیں ہے اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہیں ہے کذا فی الاصل مع تفصیل **ص** تو اب رہن لازم ہوگئی اور تخلیہ رہن میں قبض ہے بمنزلہ بیع کے **ف** تخلیہ یہ ہے کہ راہن شے مرہون کو ایسے مقام میں رکھ دیوے کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہوجاوے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ شے منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہے واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے **ص** تو جب شے مرہون مرتہن کے قبضے میں آگئی تو اب مرتہن اوسکا ضامن ہوگیا **ف** اور شافعی رح کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہیں ہے بلکہ شے مرہون اوسکے پاس امانت ہے اور شے مرہون کے تلف ہوجانے سے دین ساقط نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روکی جاویگی رہن جسنے اوسکو رہن رکھا اوسی کے لیے ہیں منافع اوسکے اور اوسی پر ہے تاوان اوسکا روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ رضہ سے اور کہا ابوداؤد نے کہ نہیں روکی جاویگی رہن اسی قدر ہے کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیب کا ہے نقل کیا اسکو زہری نے اوسسے اور کہا کہ یہی صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو شافعی رح نے مرسلاً سعید بن المسیب سے کہا شافعی نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہے اور دین اوسکے ہلاک سے ساقط نہوگا اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اوسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہوگیا روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل میں عطاء سے اور بھی روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں اوزاعی سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض اوس چیز کے ہے جسمیں وہ رہن ہے کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور نکالا طحاوی نے ابوالزناد سے بسند صحیح کہ کہا انھوں نے پایا میں نے اون فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہے اون میں سے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر اور قاسم ہیں کہ کہا ان سبھوں نے رہن بعوض اوس چیز کے ہے جسمیں وہ رہن ہے یعنی جب مرہون ہلاک ہوجاوے اور قیمت اوسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ اجماع کیا سب صحابہ اور تابعین نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھوں نے کیفیت ضمان میں تو قول شافعی رح کا مخالف ہے اجماع کے اور مراد اوس حدیث سے یہ ہے کہ رہن کو مرتہن روک نہیں سکتا اسطرح پر کہ راہن اوسکو چھوڑ دے اسکے یہی منقول ہے سلف سے جیسے طاؤس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالک نے موطا میں اس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیب سے اور کہا کہ تفسیر اوسکی یہ ہے کہ راہن ایک شے کو رہن کرے اور قیمت اوسکی دین سے زیادہ ہو تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نکرے گا تو وہ چیز میری ہوجاویگی یا راہن یوں کہدیوے کہ اگر میں دین فلاں مدت تک ادا نکروں گا تو وہ شے تیری ہوجاویگی تو منع کردیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اوسیکو ملیگی **ص** پس اگر تلف ہوجاویگی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت میں سے **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین سے ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونوں برابر ہونگے تو بھی دین سے جیسا بیان اوسکا ہوا **ص** تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونوں برابر ہیں تو دین ساقط ہوجاویگا اور اگر قیمت مرہون کی

ل اور نقطاس حدیث کا ہے کہ اوزاعی کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل اور یہ حدیث موصول اور مرسل اور موصول دونوں صحیح ہوتی ہیں جبکہ ثقہ راوی نے موصول روایت کی ہو اور ثقہ نے مرسل روایت کی ہو اور یہاں بھی ایسا ہی ہے اسل مرسل کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور موصول کو دارقطنی نے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے اسل حدیث کو حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسل حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسل حدیث کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسل حدیث کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسل حدیث کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے

زیادہ ہو اور دین کہ ہو تو بقدر دین سے زیادہ ہو وہ مرتہن کے پاس امانت ہو ف پس ضمان اوسکا مرتہن
کو درصورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا ص اور جو دین زیادہ ہو اور قیمت کہ ہو تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاویگا اور بقدر
دین اوسکی قیمت پر زائد ہو اوسنام مرتہن راہن سے اور لیگا ف مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا
سو روپیہ پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپیہ تھی تو برابر برابر
دونوں چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھ لیگا نہ عمرو کچھ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سو روپیہ
تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہونگے اور پچیس زید کے گویا امانت تھی عمرو پاس تو اوسکا بھی تاوان عمرو نہ دیگا اور
جو قیمت اوسکی پچیس روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لیگا اور پچھتر ساقط ہو جاوینگے ص اور مرتہن کو جائز ہے اپنا
دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے میں اور محبوس رکھنا شئے مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد
رہن کے یہاں تک کہ اپنا دین وصول کرلے یا معاف کردیوے اور نہیں جائز ہے مرتہن کو نفع اوٹھانا مرہون سے مثلاً علام
لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون میں سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا ف
اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیب میں ہے کہ شئے مرہون کے منافع راہن کے ہیں روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم
نے مستدرک میں مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اوٹھانے کی تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت
سے بھی راہن کی درست نہیں اسلیے کہ یہ ربوا ہے در مختار اور طحطاوی میں ہے کہ قول اول مفتی بہ ہے اور قول ثانی محمول ہے تقوی پر ص
پھر اگر مرتہن نے اوسسے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہوگیا لیکن رہن باطل نہ ہوگا اس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا
دین طلب کرے تو راہن کو شئے مرہون کے حاضر کرنیکا حکم ہوگا ف مگر جب شئے مرہون کے حاضر کرنے میں وقت ہو بوجہ بوجھ کے
یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے در مختار ص پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کردیا تو اوسکو پورا دین اوسکو دیا جاویگا
پہلے پھر شئے مرہون راہن کو دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر میں سوا اوس شہر کے جہاں عقد رہن
ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہ ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دین اوسکو
دینا ہوگا بغیر حاضر کرنے مرہون کے ف اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر
قادر نہ ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہو جانے مرہون کا
کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اوسکے عدم تلف پر لے سکتا ہے اور اگر اوسکے بدل رہن باقساط ٹھہرا ہو تو ہر قسط کے وقت مرہون کا
حاضر کرنا بعضوں کے نزدیک ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر راہن دعوی ہلاک مرہون کا کرتا ہے تو احضار ضرور ہے
ورنہ نہ ہے فائدہ ہے در مختار و طحطاوی ص اور مرتہن کو حکم نہ ہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے اور صورت
میں کہ اوسنے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہو اسی طرح حکم نہ ہوگا احضار شئے رہن کا اگر مرتہن نے شئے مرہون کو راہن
کے حکم سے بیچا ہو یا ہبہ کیا ہو جب تک وہ کل دین اپنا وصول نکرے اسی طرح مرتہن کو حکم نہ ہوگا کہ راہن کو شئے مرہون نہ بیچنے دیوے
جب تک اپنا دین وصول نکرلے اسی طرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہ ہوگا کہ بقدر ادا سکے اسباب مرہون
بیچنے دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہے کہ حفاظت شئے مرہون کی آپ کرے یا اپنے

اہل و عیال سے کرایہ مثل جورو اور لڑکے اور اوس خادم کے جو اوسی کے پاس رہتے ہین اور جو ان کے سوا اور اون سے حفاظت کرا ویگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا **ف** یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا **در مختار** یا اوسپر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا **ف** درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا **در مختار** اگر انگشتری رہن کو اپنی چھنگلیا مین پہنا اور وہ تلف ہوگئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی انگلی مین پہنے تو ضمان نہوگا **ف** اسلئے کہ چھنگلیا مین پہننا استعمال ہی اور دوسری انگلی مین رکھنا استعمال نہین ہی بلکہ حفاظت کے واسطے ہی کذا فی الاصل حاصل ان مسائل کا یہ ہی کہ اگر شی مرہون کو اسطرح اپنے پاس رکھے کہ عرف مین استعمال اوسکو نکہین تو تلف سے ضمان نہوگا اور جو عرف مین استعمال کہلاوے جیسے دو تلوارین مرہون باندھنا تین تلوارین تو ضمان لازم ہوگا **ص** اخراجات حفاظت شی مرہون جیسے مویشی کا لحاظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہوگی اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اوسکے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر ہو وے یا کم ہو وے یا مرہون کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر یا کم ہو وے اور جو دونون صورتون مین قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہو وے تو اوسکی تقسیم کریگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہی اوسقدر خرچ مرتہن پر آوے اور جسقدر امانت ہی اوسقدر خرچ راہن پر ہی **ف** مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہون کی قیمت سو درم ہین اور اوسکے علاج مین یا پکڑ لانے مین دس درم صرف ہوئے تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر **ص** بر خلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمین حفاظت شی مرہون کی کی جاتی ہی کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہو وے اور اخراجات ذات مرہون کی اور اوسکی اصلاح منافع کی جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا آیا کی اجرت یا دایہ کی اجرت یا سیچائی باغ کی اور مثل اسکے اور امور راہن پر ہونگے **ف** راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہی ہی جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا **در مختار**

باب بیان مین اون چیزونکے جنکا رہن رکھنا درست ہی اور جنکا درست نہین

صحیح نہین ہی رہن مشاع **کا** مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس اور غیر شریک پاس **ص** تمت پذیر ہو یا نہو **در مختار** اور پھلون کا اور پرورخت کے بدون درخت کے اور درختون کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اسی طرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلون کے اور کرایہ اور مدبر اور ام ولد کا **ف** اور وقف کا **در مختار** **ص** اسیطرح صحیح نہین ہی رہن بدلے مین امانت کے **ف** جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اسکی یون ہی کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اوسکے عوض مین کوئی شی اپنی عمرو پاس گروی کردے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہین ہی **ص** اور رہن بالدرک **ف** صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہی کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اوس وقت ممکن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کے تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گروی کردی تو یہ رہن باطل ہی اسیطرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اوس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہین جائز ہی لیکن کفالت

اسطرح درست ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اوس عین کے جو مضمون بغیر ہا ہی یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین ہی جیسے رہن بعوض اوس مبیع کے جو بائع کے قبضے مین ہی ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن اوسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کے لیے کوئی چیز بدلے مین مبیع کے گرو کر دیوے تو یہ رہن ناجائز ہی اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہوجاوے تو بائع اوسکا ضمان نہ دیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہوجاویگی اور وہ بائع کا حق ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اور جو مالضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کے لیے کوئی چیز اوسکے پاس گرو کرنے تو درست ہی کذا فی الخلاصہ ص اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا دون النفس ف یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کردیوے اسلیے کہ قصاص سے نہین روکیگا ص اور شفعہ کے ف مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شی گرو کردی شفیع پاس تا امکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہی اسلیے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری پر نہین ہی ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والی کی اجرت کے بدلے مین ف اسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہی ص اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدبرون کے بدلے مین ف اسواسطے کہ مولی پر اوسکا ضمان نہین ہی کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہوجاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہی اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہوجاوے تو مفت تلف ہوجاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہی تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذا فی الاصل ص اور نہین صحیح ہو رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان پر ضمان آویگا ف اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہی نہ مسلمان کے حق مین کذا فی الاصل ص اور صحیح ہی رہن عوض مین اوس عین کے جسکا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہی جیسے عوض مین مغصوب کے یا بدل خلع کے یا صلح عن دم عمد سے ف اسلیے کہ یہ چیزین اگر بعینہا قائم ہوتی رہن تو بعین واجب ہوتا ہی اور جو تلف ہوجاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتا ہی تو رہن انکے عوض مین صحیح ہوگا ص اور بدلے مین دین کے اگرچہ دین موعود ہو ف یعنی مرتہن اوسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کردے عمرو پاس تا عمرو اوسکو اسقدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اسصورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جسقدر روپے کا اوسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہو اور اگر جو کم ہووے تو قیمت دینا لازم آویگا درمختار ص اور بدلے مین رأس المال در مسلم فیہ کے عقد سلم مین اور ثمن کے عقد صرف مین تو جب رأس المال یا ثمن صرف کے بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہوگئی اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئی قبل ادا کرنے رأس المال یا ثمن صرف کے اور مرہون کے ہلاک ہونے کی تو صرف اور سلم باطل ہوگئی ف اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہی تو مطلقاً صحیح ہی تو جب رہن

تلف ہوجاویگا تو وہ عوض ہوجاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل **ص** اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اوسکے عقد سلم فسخ ہوگیا تو رب السلم شئی مرہون کو روک سکتا ہی جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ شئی مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم شل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے **ف** اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اوسکو پہونچ گئی اور عقد فسخ ہوچکا ہی تو اوسپر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہی اسلیے مسلم فیہ کا شل مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے **ص** باپ کو اپنے دین کے عوض مین صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہی **ف** اسی طرح وصی کو بھی اگر مرہون تلف ہوجاوے تو بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لیے ضمان ہوگی نہ زیادہ کے درمختار **ص** اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور یا روح خریدا اور اوسکے ثمن کے عوض مین بائع پاس کوئی چیز گروکرکے بعد اوسکے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شئی مرہون بائع پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اوسکا ضمان لازم آویگا **ف** تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہی یا اوس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اوس سے کم ہی تو بقدر قیمت **ص** ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اوسنے صلح کرلی مدعی سے اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گروکردی پھر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تھا تو شئی مرہون راہن کو پھروادیجاویگی اور جو وہ شئی مرہون پاس تلف ہوگئی تو اوسکا ضمان راہن پر آویگا اور صحیح ہی رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزون کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہوگیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اوسکے دین مین سے ازروے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے **ف** یعنی جودت اور رداءت کا اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین کے نزدیک جودت و رداءت کا اعتبار ہی تو قیمت مرہون کی لگاکر خلاف جنس سے اوسکو رہن کردینگے بعوض مرہون کے مثلاً ایک بریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین رہن رکھی اب وہ بریق تلف ہوگئی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک دین کے مقابلہ مین ہلاک ہوگئی یعنی دین ساقط ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر قیمت بریق کی دس درم یا زیادہ ہی تو ایسا ہی حکم ہی اور جو قیمت اوسکی دس درم سے کم ہو مثلاً آٹھ درم ہی تو اون آٹھ درم کے بدلے مین سونا خریدکر کے بعوض اون دس درم کے رہن کردینگے کذا فی الاصل **ص** جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اوسکی ثمن کے بدلے مین رہن کردیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہی استحساناً **ف** اور جو مرہون یا کفیل مین نہ ہووے تو عقد فاسد ہی کذا فی الاصل **ص** لیکن مشتری پر جبر نہ کیا جاویگا رہن رکھنے پر **ف** اسواسطے کہ ثمن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہین ہی اور زفر رح کے نزدیک جبر ہوگا **ص** البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کی نقد نہ دیوے یا اوس شئی کی قیمت جسکی رہن کرنیکا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر بیسنے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اس کو تیرے پاس رہنے دے جب تک مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شئی ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہوجاویگی **ف** اسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ رہن کے نہ آوین پھر اگر مشتری اوسکو نہ چھڑاوے اور اوس شئی کے بگڑ جانے کا خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہووے تو بائع کو درست ہی کہ کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اوس سے

زیادہ پہنچے تو زیادتی خیارت کردیوے درمختار ص اگر زید عمرو اور بکر یہ تینوں تحالف یا بیع سے دونوں کے قبضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کردیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شے رہن ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصوں کو عام کے نزدیک درست ہے ص تو اگر عمرو اور بکر نے اوس شے کے رکھنے کی باری مقرر کرلی یعنی مثلاً ایک دن وہ شے عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر یا پس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شے ہلاک ہوجاویگی تو ہر ایک پر ضمان اوسکا بقدر حصۂ دین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کردیا تو وہ شے پوری کی پوری بکر یا پس رہیگی جب تک اوس کا قرضہ ادا نہوویوے اور جو عمرو بکر زید کے مقروض تھے اون دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک شے زید کے پاس گرو کردی تو صحیح ہے وہ چیز کل دین کے عوض میں گرو رہیگی جب زید پورا قرضہ اپنا دونوں سے نہ پالیگا جب تک وہ شے نہ دیگا اگر دو شخصوں نے دعوی کیا زید پر بسطرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو اب بالفعل زید کے قبضے میں ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کرکے پھیر لے گیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے ف اور تاریخ رہن کسینے بیان نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہوگا درمختار ص تو دونوں گواہیاں لغو اور باطل ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہاں نہیں ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہووے اور آدھا اوسکے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اون دونوں میں سے اوس غلام پر قابض ہے تا قبضہ سے ترجیح ہو اوسکے رہن کو ص اور جو راہن مرگیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اسطرح سے اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا ف یہ قول ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے **مسائل ملحقہ** میعاد مقرر کرنا رہن میں مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہوجاوے کہ اوسکا پتہ نہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شے مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اوسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کرسکتا ہے درمختار

باب شے مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان میں

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شے مرہون پر قبضہ کرلیا تو رہن تمام ہوجاویگی اور راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو اوسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر عدل شے مرہون کو حوالے راہن یا مرہون کے کریگا تو تاوان دیگا ف اسلیے کہ دونوں کا حق اوس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حقیں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حقیں اور شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دیدیوے کذا فی الدرر ص اور اگر وہ شے مرہون عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی ف یعنی حکم اوسکا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شے مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہوجاتی ص اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو ف جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار ص مرہون کے فروخت کرنیکے لیے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے

یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہ ہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی **ف** اور اوسکا وارث یا وصی قائم مقام نہ ہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی اوسکا بیع کرسکتا ہے کذا فی الاصل درمختار مین ہے کہ وکیل بالبیع اس مقام مین جبر کیا جاویگا اور بیع کے یعنی حاکم اوسکو قید کریگا تین روز اگر اسپر بھی نہ بیچے تو حاکم اوسکو بیچ ڈالیگا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اسکا بھی حکم یہی ہے **ص** تو اگر راہن مرگیا تو اوس وکیل کو شی مرہون کی بیع درشہ کی غیبت مین بھی درست ہے **ف** اسلیے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی وہلی کے بیع درست تھی درمختار **ص** راہن اور مرتہن مین سے کسیکو شی مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہین ہوسکتا اگر مدت قرضے کے وعدے کی پوری ہوجاوے اور راہن غائب ہو تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے مشروط ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب موکل غائب ہو واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شی مرہون کو عدل نے بیچ ڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا اب اگر ثمن عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو حکم اوسکا ایسا ہوگا جیسے شی مرہون تلف ہوجاوے سوا اگر عدل نے ثمن مرہون کا مرتہن کو دیدیا اب وہ شی مرہون سوا راہن کے اور کسیکی نکلی اور مرتہن مشتری پاکر تلف ہوگیا ہی تو شخص مستحق کو اختیار ہے اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ غاصب ہی تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے واسطے اسکے کہ راہن شی مرہون کا مالک گیا بوجہ ادائے ضمان کے اور جو وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ متعدی ہے بسبب تسلیم کے اوسکو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن عدل کی ہوجاویگی اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کرلیوے اور جو شی مرہون مشتری پاس موجود ہی تو مستحق اپنی شی اوسکے لیوے اور مشتری عدل سے اپنی ثمن وصول کرلیوے پھر عدل کو اختیار ہے خواہ وہ راہن سے ثمن بھر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوجاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین بھر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اوس صورت مین ہے کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا ہو اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو **ف** صورت اوسکی یہ ہے کہ عدل نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور ثمن عدل پاس جاتی رہے بغیر اوسکے تعدی کے بعد اوسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہوگا عدل اوسکا رجوع راہن پر کریگا کذا فی الاصل **ص** اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن پاس بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اوس شخص مستحق نے قیمت اوسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے **ف** یعنی راہن ادائے ضمان سے مالک ہوگیا اوس شی مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پاچکا **ص** اور جو مستحق نے قیمت اوسکی مرتہن سے بھری تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کرلیوے

باب بیان مین تصرف اور جنایت کے مرہون مین

اگر راہن نے شی مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے اجازت دیدی مرہون کے بیع کی تو ثمن مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت ندی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہ ہوگا صحیح تر قول مین پس مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہان تک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اس امر کا مرتفع کرے قاضی تک

تا وہ بیع کو فسخ کردیوے **ف** جاننا چاہیے کہ مرتہن جب فسخ کردے بیع راہن کو تو ایک روایت مین بیع فسخ ہوجاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہوگی **کذا فی الاصل** **ص** اور صحیح ہے راہن کو آزاد کردینا اور مدبر کردینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا میعاد ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اوسکو میعاد تک رکھہ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنیکی صورت مین غلام سعی کرے کسب مال سے ادا کرنے مین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کرکے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپیہ والا ہوجاوے تو غلام اوس سے پھر لیوے اور تدبیر اور استیلاد کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے مین اور مولی پر رجوع نہین کرسکتا اور راہن اگر مرہون کو تلف کرڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اوسی وقت مرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اوسکی قیمت لیکر رکھہ چھوڑیگا میعاد تک **ص** اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کرڈالے تو مرتہن قیمت اوسکی اوس شخص سے وصول کرکے رکھہ چھوڑے اور یہ قیمت رہن رہیگی دین کے وصول تک بجای مرہون کے اگر مرتہن شی مرہون کو عاریتاً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شی تلف ہوجاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریتاً دیوے تو ضمان شی مرہون کا ساقط ہوجاویگا **ف** یعنی اوسکی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہوگا **ص** اور جو مستعیر پاس وہ شی تلف ہوگئی تو دونون تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھر بیع تو رسا بق اوس شی کو لیکر رہن کردیوے تو اگر راہن نے شی مرہون کو رد نہین کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اوس شی مرہون کا اور قرضخواہون سے راہن کے **ف** اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مرجاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اوس شی کو بیچکر دینگے بعد اسکے جو بچیگا وہ اور قرضخواہون کو راہن کے یا لیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے **کذا فی الاصل** **ص** اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریتاً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہوجاوے تو مرتہن اوسکا ضامن ہوگا **ف** یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا **ص** اور جو حالت استعمال مین ہلاک ہوجاوے تو ضمان نہوگا **ف** اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضہ عاریت کے **در مختار** **ص** صحیح ہے عاریت لینا شی کا واسطے گروررکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہے کہ اوسکو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہوا اور اگر معیر نے مقید کردیا ہو اوس رہن کو ساتھہ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اوسی قید کے ساتھہ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اوسکے خلاف کرے اور معیر اوس سے تاوان لیوے تو عقد رہن درمیان مین مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہوجاویگا **ف** اسلیے کہ مستعیر ادا کرنے ضمان سے اوس شی کا مالک ہوگیا **ص** اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہے دونون راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر قیمت اوسکی مثل دین کی ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اوس دین کے جتنا اوسنے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا یہ قیمت اوس شی کی اگر جو قیمت اوس شی کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے اوسکا لیگا **ف** یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہوگئی تو اگر قیمت اوسکی دین کے برابر تھی

اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ قیمت اوسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اور جو قیمت اوسکی دس درم ہے اور دین پندرہ درم ہین تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دو درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی ہے لیکن سہ صورتین بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شے سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل ص اور جو اس صورت مین مستعیر نے روپیہ دین کا لاکر مرتہن کو دیا اور شے مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جائیگا واسطے قبول کرنے کے اور شے مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اوسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا اوسنے دیا ہے مستعیر سے بھریگا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار سے خدمت یا سواری لے چکا ہووے ف اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ دین سے تو قول معیر کا مقبول ہے اور جو شے مرہون ہلاک ہوگئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کیا دین مین اور قیمت مین بھی شے مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے قدر دین اور قدر قیمت مین درمختار ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شے مرہون پر کرے تو اوسپر تاوان ہوگا جیسے جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اوسکا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اون دونون کے مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اوسکا کچھ عوض نہین ہے اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپیہ کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپیہ عادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اوسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اوس غلام کو کسیسے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن اوسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اوسکا ساقط ہوگیا ف یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرہون مرتہن پاس ودیعۃ تھا درمختار ص اور جو مرتہن نے اوسکو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا اب اوسکا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور شے پر اوسکی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اوس غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن اوس غلام کو کل دین ادا کرکے چھوڑا لویگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اوسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اوس غلام کو دیدیگا یا اوسکے طرف سے فدیہ دیدیگا اور دونون صورتون مین دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اوسکا راہن کو بجا پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اوسکا کوئی وصی نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے ف یہ جب ہے کہ اوسپر میت کے عشر کبار نہون ورنہ فک رہن اون کے ذمے ہے اور رہن باطل نہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے درمختار

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین ص

ایک شخص نے شیرۂ انگور گرو رکھا کہ قیمت اوسکی دس درم ہے دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہے تو وہ سرکہ اوس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اوسکی قیمت بھی دس درم تھے پھر وہ مرگئی اور اوسکی کھال باغت کی گئی بعد باغت اوس کھال کی قیمت بکدرم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی اور شے مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد دودھ بال پھل یہ سب راہن نے مین اور یہ چیزین اصل شے مرہون کے ساتھ تبعاً رہن رہینگی اور

اور جو ہلاک ہو جاوین تو کچھ دین انکے بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شی ہلاک ہو جاوے اور یہ رہ جاوین تو دین کو ان چیزونکی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شی کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شی کے حصے کو ساقط کر دیوینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصۂ دین کے فک کی جاوینگی ف مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شی کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہے تو دو ثلث دس کے حصۂ اصل کا ہے وہ ساقط ہو جاویگا اور ایک ثلث دس کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ بقدر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کرینگے مرہون مین صحیح ف مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اوسکے ایک اور کپڑا دیا اب دونون دس درم پر رہن ہو گئے ص دین مین بیس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جب تک مرتہن اوسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین ہو گیا یعنی تک کہ اوسکو بجائے اول کے کر لیوے اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کر دیا یا وہ دین ہبہ کر دیا یا اوسی راہن کو اوس شی مرہون تلف ہو گئی مرتہن پاس تو وہ تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اور دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اوس دین سے اور پر ایک مال کے یا مرتہن نے اپنے دین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو راہن پر بعد اسکے وہ شی مرہون تلف ہو گئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو جاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ رہن پر دین نہین ہے پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی مقابلہ دین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اوسکو راہن ہی رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز نہ رکھے گا تو باطل نہوگا طحطاوی ودرمختار

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان مین ص قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچوین قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جدا گانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہے قصداً اوس چیز سے جو اجزائے بدن کو پھاڑ دے جیسے ہتھیار ف مثل تلوار بندوق چھری پیش قبض تیر برچھا نیزہ بھالا بم گولہ توپ وغیرہ ص یا ایسی چیز سے جو دھار دار ہے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہو اور دھار دار بھی نہو جیسے پتھر یا ٹھیکرا یا لوہے کے ہانٹ یا عود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹھ کلہاڑی کا یا گدا وغیرہ تو قتل اوس سے قتل عمد نہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتوی ہے اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اوسپر اطلاع ممکن نہ تھی تو اوسکو قائم مقام کیا اوسکے ص قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اوسکی جہنم ہی ہمیشہ رہیگا اوسمین اور غصہ ہوا اللہ اوسپر اور لعنت کی

اوسکو اور تیار کیا اوسکے واسطے یہ عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہے اوپر اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے عبداللہ بن عمرو سے اور وقف اسکا صحیح ہے اور روایت کی ترمذی نے ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر شریک ہون تمام آسمان اور زمین کے لوگ شریک ہون ایک مومن کے خون مین البتہ سرنگون کریگا اللہ اون سب کو آگ مین اور روایت کیا ابو داؤد و نسائی نے ابو الدرداء اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دیگا اوسکو مگر جو شخص مشرک مرے یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور شامل مومن کے قتل ذمی کا ہے اور جسکو امن دی گئی ہو اسلام مین روایت کی بخاری نے عبداللہ بن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اوس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے **ص** اور اوس پر قصاص واجب ہوتا ہے فقط **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعی رح کے نزدیک قصاص غیر عین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم کہتے ہین کہ دیت وارد ہے صرف قتل خطا مین نہ عمد مین تو عمد مین قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہے لیکن ولی جب قصاص کو چھوڑ دیتا ہے تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہے بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمھارے قصاص بیچ مقتولون کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولي المقتول یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کر دے کذا فی العینی شرح الہدایہ **ص** نہ کفارہ **ف** اور امام شافعی رح کے نزدیک کفارہ قتل عمد مین بھی واجب ہے اور ہم یہ کہتے ہین کہ کفارہ اوس گناہ کو محو کرتا ہے جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہے برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل **ص** قتل شبہ عمد **ف** اوسکو خطاے عمد بھی کہتے ہین چونکہ قتیل خطا اور عمد کے درمیان مین ہے **ص** مارنا ہے قصداً غیر سے اون چیزون کے جو قتل عمد مین مذکور ہوئین **ف** یعنی ہتھیار اور دھار دار تیز چیز نہ ہووے **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف** اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی عمد ہے اور دلیل امام اعظم کی حدیث ہے جس کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہے اور اوسمین سو اونٹ واجب ہین روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہے اور اوسپر کفارہ واجب ہوتا ہے اور دیت مغلظہ اوسکی عاقلہ پر لازم ہوتی ہے نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہین آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہون اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ **ص** اور جو شبہ عمد ما دون النفس مین ہووے تو وہ عمد ہے **ف** یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس مین ہے اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے مین شبہ عمد اور عمد یکسان ہے بلکہ وہان شبہ عمد کچھ نہین ہے سب عمد ہے **ص** قتل خطا اسکی دو صورتین ہین ایک خطا فی القصد **ف** جسکو خطا فی المحل بھی کہتے ہین **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد مین خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارا شکار یا حربی یا مرتد سمجھکر **ف** تو محل مین خطا ہوئی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان مین محل کو مباح سمجھکر

ل
اور نہم دیکھا
مباح تھا مین نے تیر
مارا یا کوئی مین
یا پہاڑ سے پتھر
سے گرا کر مارا یا
گلا گھونٹ کر مارا
یا لات اور گھونسون
سے مارا یہ سب
شبہ عمد مین داخل
ہین ۱۲ منہ ظفر

تیر مارا پھر وہ مقتول الدم نکلا **ص** دوسری خطا فی الفعل جیسے اوسنے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا **ف** یا گولی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہے کہ قتل خطا دو قسم ہے ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل تو خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اوس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطا فی القصد یہ ہے کہ خطا فعل میں نہووے مگر قصد میں ہووے مثلاً اوسنے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اوسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی الاصل **ص** صاحب درمختار نے صدر الشریعۃ پر خطا فی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قصد خطا فی الفعل میں ضرور نہیں مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسیکے ہاتھ سے سو اوسکے صدمے سے کوئی مر گیا تو یہ قتل خطا فی الفعل ہے حالانکہ مطلقاً اسمیں قصد نہیں ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ قتل خطا فی الفعل نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے اور اوسکا بیان آگے آویگا پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃ کے خطا فی الفعل ہے صاحب درمختار سے واللہ اعلم

ص قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اوسکے صدمے سے وہ مر جاوے **ف** مثلاً سونے والا آدمی چبوترہ یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہے وہاں سے وہ کروٹ لینے میں نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اوسکے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا یعنی قائم مقام خطا اور اوسکے مشابہ ہے ایسا ہی ہے اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اوسکے ہاتھ سے کوئی پتھر چھوٹ پڑے اور اوسکے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا جھگڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہیں علی الکل

ص قتل خطا اور جاری مجرای خطا میں قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہے اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کرڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہے ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہے سپرد کیجاوے اوسکے گھر والوں کو **ص** اور قاتل پر گناہ نہیں ہوتا قتل کا **ف** مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہے اسلیے کفارہ واجب ہوا ہدایہ **ص** قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنے زمین غیر ملوکہ میں **ف** بغیر اذن حاکم کے در رہنا **ص** کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اوسکو زمین میں گڑے یا پتھروں سے ٹھوکر کھاکے کوئی مر جاوے تو اسمیں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ نہیں لازم ہوتا **ف** اور شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہے **ص** جمیع اقسام قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے مقتول کی **ف** اور شافعی کے نزدیک قتل بالسبب میں بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل نہیں وارث ہوتا ہے اور نہیں ہے واسطے قاتل کی میراث میں سے کچھ روایت کیا اوسکو نسائی اور دارقطنی نے اور قوت دی اسکو ابن عبد البر نے اور علول کیا اوسکو نسائی نے اور صواب یہ ہے کہ موقوف ہوتا ہے اوسکا عمر پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان میں اوس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہے اور جس سے لازم نہیں آتا

واجب ہوتا ہے قصاص قتل سے اوس شخص کے جو محفوظ الدم ہے ہمیشہ جب قتل عمد ہووے **ف** اور محفوظ الدم وہ ہے **ص** جو مسلمان ہے یا ذمی ہے اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد سے کہ انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا **منح الغفار** **ص** تو قتل کیا جاویگا حر عوض میں حر کے اور عبد کے اور عبد عوض میں حر اور عبد کے **ف** بسبب اطلاق آیت

ع اور قاتل بخلاف یعنی قاتل برخلاف باغی کے جو مسلمان ہے اور جسکو قتل کرنا حلال ہے

النَّفْسُ بِالنَّفْسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے میں حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نہ کیا جاویگا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں حر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہو گیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عبد بدلے میں حر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ اسکے شافعی بھی قائل نہیں ہیں دوسری دلیل ہماری حدیث سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کریگا اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے ہم اوسکو اور اوسکو روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی اور نسائی نے سمرہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسرے جو شخص نکل جاوے اسلام سے روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے حضرت عایشہ رضی سے اور اسمیں قید حر کی نہیں ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور مسلمان بدلے میں ذمی کے ف اور ذمی بدلے میں مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے میں ذمی کے قتل نہ کرینگے اور دلیل شافعی کی حدیث ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے میں کافر کے روایت کیا اوسکو بخاری اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی رضی سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا عبدالرزاق نے عبدالرحمن بن بیلمانی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے میں ذمی کے اور فرمایا میں بہتر وہ ہوں جسنے پورا کیا ذمی کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہے اور عبدالرحمن یہ تابعی ثقہ ہے ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات میں اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے موصولاً ابن عمر رضی سے اور صحیح مرسل ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث علی میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تا دونوں روایتوں میں موافقت ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد اوسکے وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ ہے جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہے کہ کافر سے مراد حربی ہے اسلیے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ضروری وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے میں مستامن کے بلکہ مستامن بدلے میں مستامن کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے میں مجنون کے اور بالغ بدلے میں نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے میں اندھے اور کنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے میں عورت کے اور عورت بدلے میں مرد کے اور فروع ف یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی ص بدلے میں اصول ف یعنی باپ دادا اور نانا نانی مان دادی ص کے اور قتل نہ کیے جاوینگے اصول بدلے میں فروع کے ف یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو مار ڈالے تو باپ دادا اور نانا سے قصاص نہیں لیا جاویگا اسی طرح مان نانی دادی کا حکم ہے اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بدلے میں ولد کے روایت کیا اوسکو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رضی سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقی نے ص اور نہ قتل کیا جاویگا مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے ف اسواسطے کہ غلام اوسکا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہو گئی دفع قصاص میں

محمد الحسن عفی عنہ

جیسے باپ اور بیٹے مین **ص** اور مکاتب کے اور مدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اوس غلام کے بدلے مین جسکے ایک حصہ کا وہ مالک ہی اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جب تک راہن اور مرتہن جمیع نہ ہوین **ف** اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین تین باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہوجاوے **کذا فی الاصل ص** اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑے کہ بدل کتابت اوس سے پورا ادا ہوسکے اور وارث بھی اوسکے ہون اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا **ف** اسلیے کہ اختلاف کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا بارقیق تو اگر آزاد مرا ہی تو ولی اوسکا وارث ہی نہ مولی ہی تو صاحب حق مشتبہ ہوگیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون **ص** اور جو سوا مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال بقدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل سے لے سکتا ہی اور ساقط ہوجاویگا قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ پر ورثاً پاوے **ف** بسبب حرمت ابوت کے مشابہ اسکی بہت ہین مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اوس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اوس شخص کی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب اوسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہی قائم مقام ہوا اوسکا یا ایک شخص نے اپنے ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتول کی بیٹی تھی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا جو قاتل کے نطفے سے ہی وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کرڈالا اور اوسکا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہین ہی بعد اوسکے زوجہ قاتل قبل استیفاے قصاص کے مرگئے اب بیٹا اوسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین قصاص ساقط ہوگا **ص** اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے **ف** یعنی تلوار سے یا جو اوسکے مثل ہو اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو در مختار اور شافعی رح کے نزدیک قاتل کو اوسی طرح قتل کرینگے جسطرح اوسنے مقتول کو قتل کیا واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف یعنی نہین قصاص ہی مگر تلوار سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے سنن مین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور دارقطنی نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرھا الا بحدید یعنی قتل نفس وغیرہ مین قصاص نہین مگر لوہے سے **ص** معتوہ **ف** یا صغیر **ص** کے قریب کو اگر کسی نے مارڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پانون یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اوس معتوہ کے پہونچتا ہی کہ اوسکے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کرلیوے **ف** مقدار دیت پر اور اوس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر در مختار **ص** اور معاف نہین کرسکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہی اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہی اور قاضی مثل باپ کے ہی یہی صحیح ہی **ف** تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہی اور صلح کرسکتا ہی نہ عفو در مختار **ص** اگر مقتول کے چند ورثہ ہون بعض اونمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہی کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لیوین

ف یعنی اصول جیسے باپ دادا وغیرہ اور فروع جیسے بیٹا پوتا وغیرہ

ف یعنی بعض ورثہ بالغ ہون اور بعض نابالغ

ف اور صاحبین کے نزدیک نہیں پہونچتا اور فتوی امام کے مذہب پر ہی دلیل امام صاحب کی ہی کہ ان کے بموجب بعین قاتل حضرت علی مرتضیؓ کا قتل کیا گیا حالانکہ اونکے وارث بعض صغار بھی تھی اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا لیکن یہ شرط ہی کہ وارث کبیر جنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اوسکے ایک لڑکا ہی نابالغ زوجہ اولی سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہی تو زوجہ ثانیہ اوس لڑکے سے اجنبیہ ہی اوسکو استیفاے قصاص نہ پہنچے گا بلکہ انتظار کیا جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہی اور اوسکے ماں موجود ہی تو ماں کو استیفاے قصاص پہنچیگا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول میں بھی زوجہ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفاے قصاص حاصل ہی اسواسطے کہ قرابت سے مراد عام ہی جو شامل ہی زوجیت کو بھی تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیئے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہیں پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہو لیں کذا فی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہانتک کہ مرگیا ف اسواسطے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ میں اچھا نہوگیا ہو اور جو قاتل نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہوکر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے درمختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول کو چھاوڑی سے مارا اوسکی دھار کیطرف سے اور جو اوسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص نہ لیا جاویگا ف اسلیے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کرے یعنی ایکبار سے زیادہ اوسکا ارتکاب ہو تو اوسکا قتل سیاستاً حاکم کو پہونچتا ہی درمختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھکر تو اوسپر قصاص نہیں بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اوسکو زخمی کیا پھر بشیر نے اوسکو مجروح کیا پھر سانپ نے اوسکو کاٹ کھایا اور ان سب امور کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مرگیا تو زید پر بشیر احصہ دیت کا لازم آویگا اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو واجب ہی اوسکا قتل کرنا اور اوسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اوٹھایا اور دوسرے شخص پر رات کو یا دن کو شہر میں یا باہر شہر کے یا اٹھاوٹھایا مارنے کے لیے رات کو شہر میں یا رات یا دن کو بیرون شہر میں اور دوسرے شخص نے اس ہتھیار اوٹھانیوالے یا اٹھاوٹھانے والے کو مار ڈالا تو اوس پر کچھ نہیں ہی ف جاننا چاہیے کہ ہتھیار اوٹھانے والے کا تو قتل مطلقاً درست ہی اور لاٹھی اوٹھانے والے میں اگر رات کو اوٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر میں قتل اوسکا درست ہی اور جو دن کو اوٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہیں ہی اور جو دن کو اندر شہر کے اوٹھاوے تو اوسکا قتل درست نہیں اسلیے کہ شہر میں بہت سے لوگ فریادرس ہیں کہ وہ اوس سے بچالیوینگے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص اگر چور مال لیکر گھر سے چلا اور مالک مال نے اوسکا پیچھا لیکر اوسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہی ف یہ جب ہی کہ مالک مال اپنا مال نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کرتو اپنے مال کے لیے یہانتک کہ تو شہید آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا اوسکو نسائی نے مخارق سے اسی طرح جائز ہی مالک کو قتل کرنا

چور کا جب وہ اوسکے مال لینے کا قصد کرے اور اوسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اوسکے مکان مین مسلح گھس آوے اور اوسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لیے آیا ہے تو اوسکا قتل حلال ہے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کے لیے اوٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اوس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہین مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریاد رس پہونچ سکتا ہے شہر مین اور اسمین خلاف ہے صاحبین کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مارا بھی دی لیکن عمرو مرا نہین بعد اوسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جاکر اوسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار ماردی اور عمرو مقتول نہین ہوا اور زید لوٹ گیا تو اوسکی عصمت پھر آئی پھر جو اوسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹا نہین اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اوسکا مار ڈالنا درست ہے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اوٹھائی مارنے کے لیے اور اوس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اوسپر دیت لازم آویگی اوسکے مال مین اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اوسپر حملہ کیا اور اوس شخص نے اوس جانور کو مار ڈالا تو اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی **ف** اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی مین اور نہ قیمت جانور مین اسلیے کہ اوسنے قتل کیا دفع شر کے لیے اور دلیل ہماری اس کتاب مین مذکور ہے **مسائل ملحقہ** اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اوسپر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شرطون مین غور نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسرے یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسرے یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہون چوتھے یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہان ہوون اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہان ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہون یا بعض نابالغ ہون اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہون اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہونگے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہان ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹے یہ کہ قاتل مقتول کے اصول مین سے نہووے جیسے باپ دادا پردادا نانا پرنانا ماں دادی نانی پردادی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل مین شریک نہووے ورنہ قاتل کے فرع سے بھی قصاص ساقط ہو جاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اوسکے اصول مین سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمی سے بھی قصاص ساقط ہوگا نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل مین ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہے دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کے لیے اوسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہوگا گیارہوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اوسکا قتل مباح ہو جاوے جیسے مال قاتل کا چراتا ہو یا لوٹتا ہووے یا اوسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اوسکے گھر مین سے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہووے بارہوین یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول مین سے نہووے تیرہوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھوین یہ کہ وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھوین

یہ کہ قاتل ورثہ مقتول مین سے کسی کا وارث نہو جاوے قبل استیفاے قصاص کے سولھوین یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے ایسی حالت نزع مین نہووے جس سے اوسکی زندگی کی امید نہو سترھوین یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اوسکے طرف ولی کے واسطے استیفاے قصاص کے مجنون نہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنیکے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط نہ ہوگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر کسینے دوسرے کو زہر کھلایا یا تو قتل شبہ عمد ہے تو اسکی کئی صورتین ہین پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اوس چیز کے زہر ہونے کا علم نہو تو اس صورت مین زہر کھلانے والے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اوسکو علم ہو اوس چیز کے زہر ہونے کا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز مین ملا کر دیا اور اوسنے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ قید کیا جاویگا اور اوسکو تعزیر بجا لائیگی اور مدت قید کی امام کی رائے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اوسکے حلق مین ڈال دیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر المختار والانقروی **مسئلہ** اگر کوئی شخص کسیکو پانی مین ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبًا نہین مرتا اور نجات ممکن ہے وہان سے تیر کر اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اوس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اوسکے ہاتھ پانون کھلے ہین اور وہ تیرنا جانتا ہو اور مر گیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک شبہ عمد ہے عالمگیری **مسئلہ** اگر کسینے دوسرے کو حجرہ مین بند کر دیا اور وہ بھوک کے مارے وہان مر گیا یا اوسکے ہاتھ پانون باندھ کر اوسکو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندہ کے ڈال دیا اور اوسنے اوسکو مار ڈالا یا اوسکو اژدہا یا سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملا کر ایک حجرہ مین بند کر دیا اور اوس آدمی کو اوسنے قتل کیا تو ان سب صورتون مین قصاص اور دیت نہین ہے لیکن اوس شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس ما دام الحیات در مختار **مسئلہ** فتاوے عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اسطرح پر کہ اوسپر قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اوس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اوسکے عمرو نے اوسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید سمجھا جاویگا یہ جب ہے کہ دونون جراحتین آگے پیچھے ہون اور جو ایک ساتھ دونون نے زخم ہو پہنچائے تو دونون قاتل ہین اگرچہ ایک شخص نے زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصۃ **مسئلہ** اگر کسینے کسی کو زندہ در گور کر دیا اور وہ مر گیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوی ہے اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریہ **مسئلہ** اگر کسی کے گھر مین دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحب خانہ اوسکو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہین کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا در مختار **مسئلہ** کئی آدمی ایک کے بدلے مین قتل کیے جاوینگے اگر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے مارین پھر وہ مر جاوے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کسکا کاری ہے اور کسکا غیر کاری اور نہوگا یہ مگر قبل مر جانے مقتول کے تو قصاص اوس شخص پر ہوگا جسکا زخم کاری ہے اور جن لوگون کا کاری نہین ہے اونپر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نہ لیکن مقتول سب زخمون سے مر جاوے تو کسی پر قصاص نہوگا لیکن دیت اون پر آویگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل مین شریک نہوے لیکن تماشا مین

مسائل متفرقہ قصاص کا بیان

ہون یا قاتل کو ورغلاتے ہون یا قاتل کے مددگار ہون یا مقتول کو پکڑے ہوے ہون تو اونپر تعزیر ہی اور قصاص اور دیت نہین ہی کذا فی الشامی **مسئلہ** ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اوسکی مقبول نہین ہی اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ مینے فلان شخص کو دعا سے یا باطنی تیرون سے یا سورۂ انفال کی قرأت سے مار ڈالا تو اوسپر کچھ لازم نہ آویگا اسلیے کہ یہ محض جھوٹھ ہی اور مؤدی ہی طرف علم غیب کے شامی

باب قصاص مادون النفس کے بیان مین ص

قصاص مادون النفس اوسی جگہ ہی جہان رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسینے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جو اسکے تو اوسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالینگے اوسی جوڑ سے **ف** اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ یعنی زخمون مین قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایۃ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ یہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جب عضو جوڑ سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو قطع ہڈی کاٹ کی ہو تو اوسمین قصاص نہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اوسمین کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی **ص** اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہی پاؤن مین اور نرمۂ بینی مین **ف** ناک مین بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہی وہ نرمۂ بینی کہلاتا ہی اور عربی مین اوسکو مارن کہتے ہین تو مارن مین قصاص ہی اور بانسے مین نہین ہی اسواسطے کہ وہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل **ص** اور کان مین اور اوس آنکھ مین جسکی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہو اور آنکھ قائم ہو تو اوسکے قصاص کی یہ شکل ہی کہ مقابل کے منہ پر پھیکی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم آئینہ رکھا جاوے **ف** یہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضیٰ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام واقع ہوا روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف مین حکم بن عیینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے تھپڑ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی لپٹی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی **ص** اور اگر آنکھ حلقے مین سے نکالی جاوے تو اوسکا قصاص نہین **ف** بسبب متعذر ہونے مساوات کے **ص** اور قصاص ہوگا ہر اوس زخم مین جسمین مماثلت ہوسکتی ہی جیسے جراحت موضحہ **ف** موضحہ اوس جراحت کو کہتے ہین جسمین کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھل جاوے **ص** اور نہین قصاص ہر ہڈی مین سوا دانت کے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیہ **ص** تو دانت اوکھاڑا جاویگا اگر اوسنے اوکھیڑا ہی اور جو اوسنے توڑ ڈالا ہی تو اوسکا دانت رہنے دیا جاویگا اور نہین ہی قصاص مادون النفس درمیان مین عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلامون مین اور اوس ہاتھ مین جسسے کاٹا جاوے اور جائفہ مین جو اچھا ہو جاوے **ف** جائفہ وہ زخم ہی جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا ہو خواہ کیطرف سے پیٹ کی یا شکم یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے ناقص اور ظاہر ہی کہ اگر جارح سے قصاص لیوین جائفے کا تو وہ مرجاویگا پس جب جائفہ مجروح کا اچھا ہوا اور مجروح مرگیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہین مرا تو انتظار کرنا چاہیے اوسکی صحت یا موت کا کذا فی الاصل

ص اور نہیں قصاص ہڈی میں اور دانت میں اور ذکر میں مگر جب جسقدر کاٹا جاوے اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہیں اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا انگلیاں اوسکی کم ہوں یا سر اوسکا بڑا ہو اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیاں سالم ہیں اور سر اوسکا چھوٹا ہے تو مجروح کو اختیار ہے خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے اور اونکی صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الاصح دینا قاتل کو اگر اوسکی میعادی یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کریگا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی وارثوں کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مارڈالا بعد اوسکے اوس شخص آزاد نے اور اوس غلام کے مولی نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اوسنے صلح کرا دی تو مولی کو اور اوس شخص آزاد کو دونوں کو پان پان سو روپیہ دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیوں کے تو اگر اون مقتولوں کے وارثوں میں سے ایک مقتول کے وارث نے اگر قصاص لے لیا تو باقی مقتولوں کے ورثہ کو اب کچھ نہ ملیگا اور شافعی کے نزدیک اون کو مال دلایا جاویگا اگر دو شخصوں نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا سطرنج کہ ایک چھری دونوں نے لیکر اوسکے ہاتھ پر چلا دی تو اوسکے عوض میں اون دونوں کے ہاتھ کاٹے جاوینگے یا مع دیت اون دونوں سے دلائی جاویگی اور جو ایک شخص نے دو شخصوں کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اون دونوں کو پہنچتا ہے کہ اوسکا داہنا ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھوں آدھ بانٹ لیں اگر دونوں ساتھی حاضر ہوں اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اوسکے ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اوسکو دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اوسکو قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو تو وہ تیر اوس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کے لگ گیا اور دونوں مر گئے تو اول شخص کے بدلے میں قصاص لیا جاویگا کیونکہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے میں دیت آویگی اسلیے کہ وہ قتل خطا ہے ف ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن اتحاد اثر سے متعدد ہو گیا ذیلیے ص زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اوسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتیں ہیں اوسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہے اسی طرح قتل یا عمد ہے یا خطا ہے پھر چاروں صورتوں میں عمر و بیچ میں صحت ہو آئی یا نہیں تو اگر دونوں فعل عمداً کیے پس اگر بیچ میں عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونوں فعلوں کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہیں ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع دیدے کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا کہ قطع تو جزاے قطع قتل کی جز میں داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی دینا ہوگی اور جو قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اسطرح کہ پہلے نوے مارے اوس سے وہ اچھا ہو گیا بعد دس مارے اوس سے مر گیا تو ایک ہی دیت لازم آویگی ف اسوسطے کہ وہ جب اچھا ہو گیا نوے کوڑے سے تو اونکا مارنا معتبر نہ ہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے اور اسطرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر سا ہو

اور اوسکا نشان باقی نرہا ہو دے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مانند مین حکومت عدل ہے اور محمد رح سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا ثمن واجب ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو پہلے نے کوڑے مارے اوس سے وہ اچھا ہو گیا لیکن اثر اوسکا باقی رہا بعد اوسکے دس کوڑے مارے اوس سے مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونون واجب ہونگے **ف** باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالی کتاب الدیات مین آویگا **ص** ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اوسنے معاف کر دیا پھر اوس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی **ف** یہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور صاحبین کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ عفو قطع سے عفو ہے اوسکے موجب سے امام صاحب یہ کہتے ہین کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اسلیے کہ قصاص بسبب شبہ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل **ص** اور جو اوسنے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اوس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہے تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمد ہے تو کل مال سے یہی حکم سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اوسنے اوس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی دیت بدلے مین پھر وہ مر گیا تو مرد پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور اوسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین سے دیجاویگی اگر اوسنے عمدا ہاتھ کاٹا ہو اور اوسکے عاقلہ پر ہو اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اوس ہاتھ پر اور جو اوس سے پیدا ہوا یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد مین مہر مثل ہے اور خطا مین عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی اونکے لیے بطور وصیت کے سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اوسکے عوض مین عمرو کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی **ف** یہ جب ہے کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ اوسنے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اوسکے اختیار مین نہیں ہے اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لیے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جاوے تو اوسپر ضمان نہین البتہ اگر حد معروف سے زیادہ مارینگا اور لڑکا ہلاک ہو جاویگا تو دیگا تاوان دینا ہوگا در مختار **ص** اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اوسکو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی اور صاحبین کے نزدیک نہ دینا پڑیگی

باب قتل کی گواہی اور حالت قتل کے اعتبار مین

حق استیفائے قصاص وارثون کے لیے ثابت ہوتا ہے **ف** یعنی ورثہ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہے اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیوین اور یہ حق ثابت ہوتا ہے وارثون کے لیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکہ کا مستحق ہے اوسکو یہ حق بھی حاصل ہے اور جو ترکہ سے محروم ہے وہ اس حق سے بھی محروم ہے مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہے تو بھائی بھتیجے چچا ماموں محروم ہونگے اسی طرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور مان سے نانی محروم ہوگی وعلی ہذا القیاس **ص** ابتدا سے نہ بطور وراثت کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہین ہو سکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے ایک نہین

سے ایک حاضر اور موجود تھا اوسنے گواہون سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہون کی گواہی کا اعادہ ضرور ہی **ف** امام صاحب کے نزدیک صاحبین کے نزدیک **ص** اور جو قتل خطا ہو دیا دعوی دین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہین ہی پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیئے تو وارث حاضر اوسکا خصم ہو جاویگا اور قصاص ساقط ہو گا یہی حکم ہی اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثون نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہو گی لیکن یہ شہادت اون دونون کیطرف سے عفو قصاص ہو گی تو اگر قاتل نے ان دو وارثون کی تصدیق کی تو تینون وارثون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونون کی تکذیب کی تو ان دو وارثون کو کچھ نہ ملیگا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو اونکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اوسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا **ف** لیکن تیسرا حصہ اون دونون وارثون کو دیا جاویگا استحسانا مرغینانی اور ایک چوتھی صورت ہی اوسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہی کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونون نے تصدیق کی اون دونون وارثون کی تو اس صورت مین تیسرے وارث کو کچھ نہ ملیگا اور اون دونون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب مین اسکے دلائل تفصیل مذکور ہین **ص** اگر اختلاف کیا قتل کے گواہون نے زمان قتل مین یا مکان قتل مین یا آلہ قتل مین یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ نہین معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا **ف** یا ایک نے گواہی دی معاینہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر یا مختار **ص** تو ان سب صورتون مین شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہمکو معلوم نہین تو دیت واجب ہو گی **ف** اور قیاس یہ ہی کہ کچھ واجب نہو اسلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہی باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہی کہ گواہون نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق محمل نہین ہی تو ثابت ہو گا اقل موجب اوسکا اور وہ دیت ہی اور واجب ہو گی دیت مال مین قاتل کے اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہی اور عاقلہ نہین بار اوٹھاتے ہین عمد کا کذا فی الاصل **ص** اگر قتل مقتول کا دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونون نے اوسکو مارا ہی تو دونون قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہی اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو خالد نے مارا ہی اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونون نے مارا ہی تو دونون شہادتین لغو ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہی شہود کی اور وہ مبطل شہادت ہی **ص** اور اعتبار وجوب و عدم وجوب دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کا ہی نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہو گی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قبل عتق غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور وہ قبل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا عتق اور جزا اوس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہو گی جزا اوس حلال پر جسنے تیر مارا العبد اوسکے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جس نے تیر مارا اوسکو جسکے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین اور حلال ہی وہ شکار کہ تیر مارا اوسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے

کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے چار ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ ف اسواسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان والے نے فرمایا میں دیت سو اونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعی رحمہ سے کہ کہا شافعی رحمہ نے کہا محمد بن الحسن رحمہ نے پونچا ہمکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے مقرر کیا سونے والوں پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے صفیہ نبتی سے انھوں نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹوں سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہو گئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوئے اور روایت کی محمد ابن الحسن نے انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم وعلی اہل الذہب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطاب نے کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں اور شافعی رحمہ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اسواسطے کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اوسکو چار ون عالمون نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہے ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہے ترجیح دیا اوسکے ارسال کو نسائی نے اور ابو حاتم نے اور حدیث مرسل شافعی رحمہ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے دراہم ہیں جنکا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم جھ مثقال کے تھے بدلیل اوسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوا تھا تو کبھی آپ نے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص میں ہے اخراج کیا اوسکا ابوداؤد نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس میں صرف حکایت ہے ایک واقعہ کی اور قرار داد عمر مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہیں ہو سکتی اور تھی یہ حضر میں صحابہ کرام سے تو اخذ ساتھ اسکے اولیٰ ہوا واللہ اعلم ص اور دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہیں اسطرح کہ پچیس بنت مخاض ہوں اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد نے عقبہ اور اسود سے کہ کہا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ص اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہیں لیکن اسطرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض ف یعنی نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں ص اور کفارہ خطا اور شبہ عمد کا یہ ہے کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے

۴ دس ہزار درہم کی دیت سونے والوں سے ایک ہزار دینار کیسے ہوئی دس ہزار درہم کو ایک ہزار دینار سے کیا نسبت ہے دس ہزار درہم کی دیت ایک ہزار دینار کیسے ہوئی

۵ اسواسطے کہ اس حدیث میں غلطی ہوئی ہے راوی سے اور حضرت کا قول ہے کہ دیت سو اونٹ ہیں اونٹوں والوں پر

۶ اسواسطے کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہے ترجیح دیا اوسکے ارسال کو

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کفارۂ خطا مین فتحریر رقبۃ مؤمنۃ الآیہ ص تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین ص کفارۂ قتل مین کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہین ہی ف اسلیے کہ اطعام بیان نص کلام اللہ مین وارد نہین ہوا ص اور صحیح ہی آزاد کرنا اوس شیر خوار کا جسکے ماں یا باپ مسلمان ہون یا اوس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت نصف ہی مرد کی دیت کے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی ف یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک ما دون الثلث دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور ثلث سے زیادہ تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعی رح کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت کی برابر ہی مرد کی دیت کے یہان تک کہ پہنچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے معاذ بن جبل سے مرفوعا دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو ما دون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کے اور روایت کی شافعی رح نے ابراہیم سے انھون نے عمر بن الخطاب اور علی بن ابی طالب سے کہ دونون نے کہا دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی ص اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی ف ہمارے نزدیک اور امام شافعی رح کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالک کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی انکے نزدیک بارہ ہزار درم ہین دلیل امام شافعی کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے اوپر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اوسنے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور تمسک کرنا مجوسی کا نہین ہی اور روایت کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انھون نے ثابت بن الحداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ عمر بن خطاب رض نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالک کی حدیث ہی عمرو بن شعیب کی عن ابیہ عن جدہ کہ فرمایا حضرت نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان کے اور ایک روایت مین ہی کہ دیت دیہود کی نصف ہی دیت اہل اسلام کے روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اوسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابو ہریرہ رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اوسکو امام اعظم رح نے مسند مین زہری سے انھون نے سعید ابن المسیب سے انھون نے ابو ہریرہ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین ابن عمر سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کا حسن ہی اور اسی سے اخذ کیا ابو حنیفہ اور جماعت علما نے اور روایت کی ابو داود نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیت ہر عہد والے کافر کی اوسکے عہد مین ہزار دینار ہین اور نقل کیے ابن عبد البر نے تمہید مین بہت سے آثار ایک جماعت سے اونمین سے ہین ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان

کے ہی اور روایت کی طحاوی نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابوداؤد کے پس یہ روایت ابن المسیب معارض ہی اوس روایت ابن المسیب کے جس سے تمسک کیا شافعی رحمہ نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہی اور یہ مرفوع ہی اور روایت کیے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کئی آثار اس باب مین ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن عتبہ اور اسمٰعیل اور صالح اور عطاء اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہی کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھون نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور عطا زہری سے کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد مین یہان تک کہ ہوئی معاویہؓ کی سو انھون نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال مین رکھا اور ولی مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمرؓ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان رضؓ مین سو حضرت عثمان نے نہین قتل کیا اوس مسلمان کو لیکن دیت اوسپر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکم سے کہ رفاعہ بن مہول یہودی قتل کیا گیا شام مین تو حضرت عمرؓ نے دیت اوسکی ہزار دینار مقرر کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہی سوا ابن منقذ کی اور وہ ثقہ ہی روایت کی اوس سے حاکم نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت کی عبدالرزاق نے بسند صحیح انس بن مالکؓ سے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اوسمین حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعی اور بیہقی کی ثابت حداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت مین چار ہزار درم کا قابل الثقات کے نہین ہی کئی وجہون سے ایک تو اسوجہ سے جو ہمنے بیان کیا کہ اوس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمرؓ سے دوسرے وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہین سنا عمرؓ سے تیسرے ثابت الحداد مجہول ہی نہین پہچانا جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبی نے اپنے مختصر مین اور کون ہی ثابت الحداد اور ذکر کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تقریب مین کہ وہ ثابت مقبول ہی ہر مرتبہ کی کنیت اوسکی ابوالمقدام الحداد ہی مشہور ہی اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہی لیکن وہم کرتا ہی تو ضعیف کیا اوسکو بسبب علت وہم کے جو تھے ابن المسیب سے اوسکے خلاف اخراج کیا ابوداؤد نے اور طحاوی نے اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہین کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب مین کہ نہین خلاف ہی اس امر مین کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی مین یکسان ہی پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے اور رد کیا اوس شخص پر جسنے واجب کیا کم کو دیت سے ہذا خلاصۃ مافی شرح المسند للامام **ص** اور قتل نفس مین اور ناک اور ذکر اور خشفہ کاٹنے مین پوری دیت ہی **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک مارنے مین جان کے دیت ہی اور ناک مین جب پوری کٹے پوری دیت ہی اور ذکر مین پوری دیت ہی الحدیث روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل مین اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہی اوسکی صحت مین **ص** اور جو ایسی مارے کہ مضروب کی عقل اوس سے جاتی رہے تو ضارب پر پوری دیت ہی **ف** بسبب فوت ہوجانے منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہی معاش اور معاد مین ہدایہ **ص** اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ

ابن منقذ

ثابت الحداد

یا سامعہ یا ماضرہ جاتی رہی تب بھی پوری دیت لازم ہوگی **ف** اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے
ابن ابی شیبہ نے مصنف مین روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے تھپڑ مارا دوسرے شخص کے زمانے مین
حضرت عمر بن الخطاب رض کے تو مضروب کی سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتی رہی تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتون کے
تو حکم کیا حضرت عمر رض نے اوسمین چار دیتون کا ہدایہ مین اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل
فوت ہو جاوے یا جمال و حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی **ص** اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اسقدر
کہ گویائی اوس سے جاتی رہے یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اسواسطے
کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ زبان مین پوری دیت ہے **ص** اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے
بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حکومت
عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** جو عضو انسان کے بدن مین دو دو ہین **ف** جیسے ہاتھ اور آنکھ اور
کان اور پانون اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ **ص** تو اگر دونون کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر
ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی **ف** مثلاً اگر دونون آنکھین پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو
ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب ہے کی حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ دونون آنکھون مین پوری دیت ہے اور دونون ہونٹون مین پوری دیت ہے اور دونون
خصیون مین پوری دیت ہے اور ایک آنکھ مین اور ایک پیر مین نصف دیت ہے کذا فی شرح النقایہ **ص** اور پلکون مین اگر چاروں تلف ہو جاوین تو پوری
دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے **ف** اسلیے کہ پلکین چار ہین ہدایہ **ص** اور ہر ہر انگلی مین خواہ ہاتھ کی ہووین یا پانون کی دسوان
حصہ دیت کا ہے **ف** اسلیے کہ انگلیان بھی نس مین اور حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ ہر ایک انگلی مین خواہ ہاتھ کی ہووے یا پانون کی دس اونٹ ہین
اور روایت کی ترمذی اور ابن حبان نے ابن عباس رض سے مرفوعاً مثل اسکے **ص** اور جس انگلی مین تین جوڑ ہین
سو اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا ثلث ہے اور جس مین دو جوڑ ہین اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے
دسوین حصہ کا نصف ہے **ف** اسواسطے کہ انگلی کی دیت جوڑون پر تقسیم کر دی گئی ہدایہ **ص** جیسے ہر ہر دانت
مین بیسوان حصہ دیت کا ہے **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ دانت مین پانچ اونٹ ہین اور
روایت کی ابو داؤد نے ابو موسی اشعری سے مثل اسکے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہین پھر ہر دانت
مین بیسوین حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہیے تھا کہ تیسوان حصہ لازم آتا جواب اوسکا یہ ہے کہ دانتون کا عدد
اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی داڑھین تو بعض آدمیون کے نہین نکلتین اور بعض آدمیون مین چار دون
ہوتی ہین اور بعضون مین کم تو عدد متوسط دانتون کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہین ایک زینت اور خوبصورتی
دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اوسکی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا
بھی گیا اور اوسکے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد
متوسط دانتون کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسوان حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی
جاتی رہی اوسکی نصف دیت ساٹھوان حصہ ہوا اور تیسوان اور ساٹھوان حصہ ملا کر بیسوان حصہ ہوا اسلیے ایک

فصل در بیان دیت اعضاء انسان کے

ف

دانت کے تلف ہونے میں بیسواں حصہ واجب ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں جو اسکی بیان کی ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہیں کبھی تیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت بکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محل جتھی طرف غور و خوض کے حساب میں تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع جانے سے جاتا رہے تو اوسمیں دیت اوس عضو کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرہ کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت موضحہ میں جب عمداً ہو ف موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ خطاء سے ہووے تو اوسمیں بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسواں حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے ص دسواں حصہ اور پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ میں ف یعنی جو زخم چھیدے کھال تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ میں ف یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کیطرف سے یا پشت کیطرف سے یا گردن کیطرف سے یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اوسمیں دو ثلث دیتے ہیں ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اوسمیں ذکر ہاشمہ کا نہیں ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں زید بن ثابت رضی سے کہ ہاشمہ میں دسواں حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنی کھرونچا جس سے کھال قطع چھل جاوے ص اور دامعہ ف یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے ص اور دامیہ ف جو خون کو بہاوے ص اور باضعہ ف یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت میں پہونچ جاوے ص اور سمحاق ف یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے ص میں حکومت عدل ہے یعنی مجروح کو غلام فرض کر کے بلا جراحت اوسکے قیمت لگاوینگے بعد اوسکے بجراحت تو جسقدر تفاوت دونوں قیمتوں میں ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتوی ہے ف یہ اختراز ہے قول سے کرخی کے کہ مقدار اس زخم کا جراحت موضحہ سے دیکھکر بقدر اوسکے بیسویں حصے میں سے واجب ہوگا ص اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتیلی کے یا ہتیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اوس ہتیلی کو کاٹا جسمیں ایک ہی انگلی تھی تو دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو انگلیاں تھیں تو پانچواں حصہ اور کف کا بدلا کچھ واجب نہوگا اگر کسیسے زاید انگشت کو قطع کر ڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی صحت و سلامتی معلوم نہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اوسنے ایسا فعل ابھی نہیں کیا تھا جس سے دیکھا اوسکا سمجھا جاتا یا ذکر نے اوسکے جنبش نکی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی اگر جراحت موضحہ سے اوسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اوسکی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی الگ نہ دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال وسکی جاتی رہی تو داخل نہوگی اور جو موضحہ سے اوسکی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو موضحہ اور آنکھوں کی دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھوں کی

دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہی اور قصاص نہین اوس انگلی کے قطع سے جسکے پاس کی انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون
کی دیت واجب ہوگی **ف** یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین اور زفر کے نزدیک پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت
واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور قصاص نہین اوس دانت مین جسکا اوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی دانت بھی خشک ہوگئی
بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور اوس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر
رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اوسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح
اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اوکھاڑا اوسنے اوٹھا کر رکھ لیا اور گوشت اوسپر جم آیا تو دیت اوکھیڑنے والے پر سے ساقط نہوگی البتہ اگر دوسرا
دانت اوسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسی طرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے
جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر اوسکا باقی نرہا **ف** اور امام محمد رح کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا
پڑیگی **ص** اور کسی زخم کا قصاص نہ لیا جاویگا جب تک وہ تندرست نہو لی **ف** اسلیے کہ احتمال ہی مجروح کی موت کا
زخم کے صدمے سے پس اوسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمد اور
دارقطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک
اچھا نہو زخمی اوسکا اور شافعی کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے اور حجت ہی اوون پر یہ حدیث **ص** اور صبی اور
مجنون کا عمد مثل خطا کے ہی تو دیت اوسکی عاقلہ پر واجب ہوگی **ف** اور شافعی رح کے نزدیک اوسکے مال مین واجب ہوگی
اور ہماری دلیل روایت ہی بیہقی کی حضرت علی رض سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہی **ص** اور کفارہ دونون پر
نہوگا اور محروم نہونگے میراث سے **ف** اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

فصل جنین کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا یا سو
درہم لازم آوینگے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا
جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اوسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہی البتہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین
زید بن اسلم سے کہ عمر بن الخطاب رض نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درہم کا اور روایت کی بزار نے بسند جید
سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے پیٹ مین پان سو کا اور روایت
کی ابوداؤد نے سنن مین ابراہیم نخعی سے کہ غرہ پانسو درہم ہین کذا فی شرح النقایہ **ص** ایک سال کے عرصے
مین **ف** اور امام مالک رح کے نزدیک غرہ قاتل کے مال مین سے واجب ہوگا اور شافعی کے نزدیک تین سال مین ادا
کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی
اوپر عاقلہ کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود نے اور مروی ہی صحیحین مین مانند اوسکے اور ہدایہ مین ہی کہ کہا محمد بن الحسن نے
پونہچا ہکو یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال مین **ص** اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا
پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اوسکی مر گئی تو غرہ اور دیت دونون واجب ہونگے

ف غرہ جنین کے لیے اور دیت اوسکی ماں کی روایت کی بخاری مسلم نے ابو ہریرہ سے کہ ہذیل کی دو عورتین آپس مین لڑین تو ایک نے دوسری کے پتھرا مارا اور مرگئی وہ اور جو اوسکے پیٹ مین تھا مرگیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اوسکی عاقلہ پر ص اور جو جان مرگئی پھر بچہ مردہ اوسکے پیٹ مین سے گرا تو ایک دیت واجب ہوگی ف یعنی صرف دیت ماں کی اسلیے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی ضرب سے نہوئی ہو بلکہ دم گھٹنے سے اور شافعی کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ص اور جو جان مرگئی پھر بچہ اوسکا زندہ پیٹ سے گر کر مرگیا تو دو دیتین نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اوسکے پاوینگے سوا ضارب کے ف اسلیے کہ ضارب قاتل اوسکا ہے اور قاتل کو میراث نہین ملتی ص اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اوسکی قیمت حالت حیات کی لگا کر بیسوان حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسوان حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر (یعنی اگر زندہ رہتا تو اوسکی قیمت کیا ہوتی اوس لگائی جاوینگی) ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولی نے اوسکے حمل کو آزاد کردیا بعد اوسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہوکر مرگیا تو قیمت اوسکی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت ف اسلیے کہ موت اوس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اوس وقت مین وہ غلام تھا آزاد نہین ہوا تھا ص اور جنین کے قتل مین کفارہ قاتل پر نہین ہے اور جو جنین ایسا ہو کہ اوسکے بعض اعضا بن گئے ہون تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جس عورت نے عمدًا جنین کو مردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اوسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہووے تو اوسکی ذات پر لازم آویگا ایک سال مین اور جو خاوند کے اذن سے گرایا تو غرہ واجب نہوگا ف جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر ہوئے ہون تو اوسکے اسقاط سے عورت گنہگار نہوگی ورنہ گنہگار ہوگی درمختار

باب راہ مین کوئی امر جدید کرنے کے بیان مین ص

جو شخص شارع عام مین سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا مہری یا چبوترہ یا دوکان بناوے تو ہوسکتا ہے اگر لوگون کو ضرر نکرے ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہین کذا فی الاصل اسواسطے کہ روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین کہ فرمایا حضرت نے نہین ضرر پہونچانا ہی اسلام مین ص باوصف اسکے ہر شخص کو ف اگرچہ ذمی ہو دور نکرنا ص اوسکا توڑ ڈالنا پہونچتا ہے ف کیونکہ شارع عام مین ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر نکرے یا کرے ہر حال مین اوسکا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ص اور کوچہ غیر نافذہ مین ایسا کرنا درست نہین ہے اگرچہ ضرر نکرے مگر اور شرکا کی اجازت سے درست ہے پس اگر ان چیزون کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مرجاوے تو بنانے والے کے عاقلہ پر اوسکی دیت لازم آویگی جیسے کوئی پتھر راہ مین رکھدیوے یا کنوان راہ مین کھودے اور اوسمین کوئی گر کر مرجاوے اور جو کوئی جانور مرجاوے تو اوسکا ضمان بنانے والے پر آویگا یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسنے بغیر اذن امام کے ان چیزون کو بنایا ہووے ف اپنے نفس کے لیے اور جو مسلمانون کے نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نجاویگا درمختار ص اور جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کونے مین کرنے والا گرنے سے نہ مرے بلکہ بھوکھ سے یا دم کے گھٹنے سے مرجاوے تو ضامن نہ آویگا ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے درمختار ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اوٹھا کر دوسری جگہ رکھا اوسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اوٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا جیسے ضامن ہوگا وہ

شخص جسنے بوجھ لاد اپنے سر یا پیٹھ پر اوٹھا یا ہو اور وہ کسی پر گر پڑا یا بور یا یا قندیل یا پتھر یا ان غیر کی مسجد مین لے گیا یا مسجد مین سوا نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان امورات سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا ف مثلاً اوس بوجھ کے گرنے سے یا بور یا یا قندیل یا پتھر یون کے ظرف گرنے سے کوئی مر گیا یا سوا نماز کے اور کام کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا اسپر ایک اندھا آیا اور اوسپر گر پڑا اور مر گیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوے تھا اوسکی چادر کے سبب سے کوئی مر گیا یا قندیل بور یا پتھر یان وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا یا نماز کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا سو اوسکے سبب سے کوئی مر گیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل مین ص

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کیطرف ف یا کسیکے مکان کیطرف لیکن ہمسایہ مین حق طلب اون مکان والون کا ہوگا ص اور اوسکے توڑنے کے لیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اوس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ تنگ رہن کرکے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا نائب حاکم سے کذا فی الملتقی ص اور وہ اوسکو نہ توڑے اوس زمانے تک جسمین توڑ ڈالنا اوسکا ممکن ہو تو ضامن ہوگا اوس نفس کا یا مال کا جو اوس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان اوسکا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اوسکے اور بعض کتابون مین یہ مذکور ہے کہ گواہ کردینا بھی ضرور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہین ہے بلکہ اسوسطے چاہیے نا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اوس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہے ص اور ضامن نہ ہوگا اگر بعد اشہاد کے اوسنے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اوس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہین ہے جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مضوع اور گھر مین رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہے تو اوس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہے اور اوسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کردینے کا اختیار ہے اور جو اوسنے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین ف یا پاخانہ یا پرنالہ مین کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک تھی ہر ایک شریک سے درخواست اوسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اوسکی عاقلہ پر پانچوان حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آوینگے جب تین شریکون مین سے ایک نے مکان مشترک مین کنوان کھدوایا یا دیوار اوٹھائی اور اوسکے سبب سے کوئی ہلاک ہوگیا

باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان مین

اگر سوار کی سواری کا جانور کسیکو روندڈالے یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے تلف کرے یا منہ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جولات یا دم سے مارے تو سوار اوسکا ضامن نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعی کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اوس سے

کچھ تلف ہوگیا یا اوسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کے لیے تو ضمان نہوگا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور نے چلنے مین ہاتھ یا پانون سے کنکری یا ٹھیلی اوڑائی یا غبار اوڑایا یا چھوٹا پتھر اور اوس کے سبب سے کسیکی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہوگا اور جو بڑا پتھر اوڑایا تو ضامن ہوگا **ف** اسلیے کہ بڑے پتھر کے اوڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھری کے اوڑانے سے **کذا فی الاصل ص** جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہین ضمان اور عدم ضمان مین لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آویگا نہ اون دونون پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونون اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کی دھکے سے مرجاوین تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اوسکا زین کسی پر گرا وہ مر گیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اوسمین سے ایک اونٹ نے کسیکو روندڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونون پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے اوسکے اطلاع کے ایک اونٹ باندھدیا اور اوس اونٹ نے کسی کو روندکر تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا اگر کسیننے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اوسکو ہانکا سو اوس کتے نے اوسی وقت جاکر کچھ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور جو اوس کتے کو ہانکا نہین یا پر چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اوسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہوگا **ف** اسواسطے کہ روایت کیا بخاری ابوداود ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **العجماء جرحها جبار** یعنی نے زبان کا زخمی کرنا رائگان ہے **ص** اگر کسی شخص نے اوس جانور کو مارا جسپر زید سوار ہے یا لکڑی سے اوسکو کونچا تو اوسنے ہاتھ یا پانون سے کسیکو مارا یا بھڑک کر کسیکو صدمہ دیا اور بگڑا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونون پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے فعل کیا ہو اور جو اوسکے اذن سے ہوا تو ضمان نہوگا اور جو وہ جانور اوسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اوسکا رائگان ہوگا یعنی کسی پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا **مختار ص** اگر قصاب کی بکری کی آنکھ پھوڑی تو بسقدر قیمت مین اوسکی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اونٹ بیل اونٹ کی اگر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہو دین یا اوسکے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے مین

باب لونڈی غلام کی جنایت اور اوسپر جنایت کرنے کے بیان مین

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اوس غلام کو حوالہ کردیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اوسکا مالک ہوجاویگا یا دیت اوس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اوسکے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کردے البتہ اگر غلام نے دو جنایتین یا زیادہ کین تو مولی کو اختیار ہے خواہ اون سب جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدیوے یا ہر ایک کی دیت جداگانہ دیوے پس اگر مولی نے اوسکو ہبہ کردیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا اور اوسکو جنایت کی خبر تھی تو دیت اور قیمت غلام مین سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت دیوے جیسے مولی نے اوس غلام کی آزادی کو معلق کردیا زید کے قتل یا جرح پر اور اوس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو دیت دینا ہوگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے آزاد کردیا پھر ہاتھ کے

زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اوسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو غلام پھیر دیا جاویگا مولی کو سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور مالک کو اسکا علم نہو وہ اوسکو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین مین سے قرضخواہون کو اور کمتر کا قیمت اور دیت مین سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچیجنے تو قرضہ مین اوسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت مین بچہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اوسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ پاویگا نہ غلام سے نہ اوسکے مولی سے اگر غلام نے کہا کہ مجھے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید سے اپنی لونڈی کو آزاد کیا پھر کہا کہ مجھے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ ہمین قول مولی کا مقبول ہوگا اگر غلام مجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسیکے قتل کے لیے کہا اور اوس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کی عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اوس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لینگے نہ صبی آمر سے اور جو غلام مجور نے غلام مجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اوس غلام کو حوالے کردیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا مین اور کمر پر رجوع اب نہین ہوسکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصاً قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصداً مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اونمین سے عفو کردیا تو باقی دو وارثون کو چاہے مالک نصف غلام زید کو پھیر دیوے یا ہے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کردیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون کو اور نصف دیت قتل عمد کے اوس وارث کو جسنے عفو نہین کیا یا غلام کو اون تینون کے حوالے کردیوے تو اوس غلام کے تین حصے کرکے بانٹ دینگے تینون مین امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک چھ حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثون کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک تھا اوسنے اون دونون کے ایک شریک وارث کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کردیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اوسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اوسکی آزاد شخص کی دیت تک پہونچ جاویگی تو اوسمین سے دس درم کم کرلینگے **ف** امام ابوحنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسف اور شافعیؒ کے نزدیک جہان تک قیمت اوسکی ہوگی دینا پڑیگی **ص** اور غصب مین کم نہ کرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علما کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایت مین مقرر ہے غلام مین وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اوسکی لازم آویگی **ف** پس اگر اوسکی قیمت دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ ہزار درم دینا ہونگے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اسکے اوس زخم سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر دونون غلام مجور ہوئے

بعد اوسکے مولی نے مقر کیا کہ مدبر میری غلانا غلام تھا تو دونون کی دیت مولی کو ملیگی اور جو اون دونون غلامون کو کسینے مارڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مارڈالا تو قیمت اون دونون کی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ ڈالین تو مولی کو اختیار ہی خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اور اوس سے پوری قیمت اوسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہین لے سکتا **ف** اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعی کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی کہ چھوڑ دیگا کذا فی الاصل **فصل** اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیوے دیت اور قیمت مین سے تو اگر مولی نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دیدیا بعد اوسکے پھر انھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک ہوجاویگا اوس قیمت مین جو اوسکو قاضی کے حکم سے ملی ہی اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولی کا **ف** لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کریگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہی درمختار **ص** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اوسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کے سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب پر تمام قیمت ان دونون کے ہاتھ غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے ہاتھ کاٹا اپنے غلام کا اور وہ غلام غاصب پاس تھا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام مجبور نے غلام مجبور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آویگا **ف** اسلیے کہ مجبور سے مواخذہ کیا جاتا ہی افعال مین پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اوسمین بیع کیا جاویگا اور جو غصب صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اوس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل **ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آکر دوسری جنایت کی یا اسکا اولٹا ہوا تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیوے دونون ولی جنایت کو اور نصف قیمت پھر لیوے غاصب سے اور جو لے کر اوسکو پہلی جنایت والون کے پھر رجوع کر لیوے اوسکا غاصب پر صورت اولی مین نہ ثانی مین اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہی دونون صورتون مین لیکن مولی یہان خود غلام کو حوالے کرے جیسے مدبر مین اوسکی قیمت دیتا ہی اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اوسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کر دیا اوسکو طرف زید کے بعد اوسکے پھر غصب کیا پھر اوسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اوس مدبر کی دونون اولیاے جنایت کے لیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھرلے گا اور اوس مین سے نصف پہلی جنایت والون کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھرلے گا اگر زید نے کسیکا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر نا گہان یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہی اوسکے لے جانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد مین متصور نہین ہی درمختار مین ہی کبیر کا حکم بھی اسصورت مین مثل صغیر کے ہی اگر غاصب اوسکو ایسے مکانات کی طرف خبر لے گیا کہ اوسکو حفاظت اپنی ممکن نہین ہی اور اگر کسینے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اوسکے پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہان تک کہ اوس صغیر کو لاوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے اگر خصان کے

صغیر کا ختنہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مرگیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور جو اب ہے چھیتان کا کہ وہ کون سا جانی ہے کہ اگر وہ سکی جنایت سے مجنی علیہ مرجاوے تو نصف دیت ہے اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہے **ص** جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اوس لڑکے نے اوس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی ہوگی اور اگر لڑکے نے اسکا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اوسپر ضمان ہے اور جو اوسکے پاس امانت ہو یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اوسنے اسکو تلف کیا تو ضمان نہین ہے **ف** یہ حکم جب ہے کہ جسکی عاقل ہو اور غیر عاقل پر بطریق اولیٰ ضمان نہین ہے (مختار)

باب قسامت کے بیان مین

وہ مصدر ہے بمعنے اثر ضرب کا یا جراحت کا ہو یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اسکے کان یا آنکھ سے کسی محلہ مین پایا گیا یا اوسکا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا ہوا ہو اسکا قاتل معلوم نہین ہے اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہے کل اہل محلہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیون کو محلہ والون مین سے چھانٹے اور اونسے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ اسنے اسکو قتل نہین کیا اور نہ اوسکے قاتل کو ہم جانتے ہین **ف** یعنی ہر ہر شخص اون مین سے اسطرح قسم کھاوے کہ میںنے اسکو قتل نہین کیا اور نہ مین قاتل کو اسکے جانتا ہون اور امام شافعی کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اونمین سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اسکا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اونکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات کی کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے تو اولیاء مقتول کو پچاس حلفین دیجاوینگے اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاویگا دیت کا مدعی علیہ پر برابر ہے کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالک نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا ہو اور یہ بھی ایک قول ہے شافعی کا اگرچہ لوث نہو تو مذہب مالک کا مثل مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ ایمان کو مکرر نہین کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہین اونکو اولیاء مقتول پر پس اگر حلف کرلیوین اہل محلہ تو وہ دیت نہین دلاتے اونسے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر روایت کیا اوسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور صحاح ستہ والون نے مانند اوسکے تو قسمین اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئین تا اگر انھون نے قتل کیا ہے تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کرین قتل کا پس واجب ہو قصاص اور جو حلف کرلیوین تو قصاص سے برات ہوجاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اون پر اسواسطے کہ مقتول اونکے بیچ مین ہے **ص** پس جب اہل محلہ حلف کرلیوین تو اونپر دیت کا حکم کیا جاویگا **ف** اسواسطے کہ روایت مالک مین ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اونکے دروازہ پر مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی اونپر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے اور شافعی نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ انھون نے پچاس آدمیون سے حلفت کا حکم کیا قسامت مین پس حلف دلائی اونکو اور مقرر کی اونپر دیت **ص** تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اوس شخص پر جو اہل محلہ مین سے نہین ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہوجاویگی پس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہون تو مکرر اون سے قسم لیجاوے یہان تک کہ پچاس قسمین پوری ہوجاوین **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابی ملیح سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مکرر کین قسمین یہان تک کہ پوری ہوگئین اور روایت کیا عبد الرزاق نے کہ حضرت

حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمین دلائین جب اوسکا مولی مارا گیا تھا پھر اوسپر دیت مقرر کی اور روایت کی
ابن ابی شیبہ نے شریح سے اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے **ص** اور جو شخص اہل محلہ مین سے انکار کرے
قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہان تک کہ قسم کھاوے اور قسامت مین صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہونگے
اور نہین ہی قسامت اور نہ دیت اوس نقش مین جسپر اثر زخم کا نہین ہی یا خون اوسکے منہ یا دبر یا ذکر سے نکلا ہی
ف اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہی خود بخود بھی بر خلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اونمین سے
نہین نکلتا کذا فی الاصل **ص** اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اوسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہی یا کھینچنے والا ہی یا
سوار ہی تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینون ہون تو اون سب کو دیت دینا ہوگا اور اگر ایک جانور
پایا گیا دو قریون کے درمیان مین اور اوسپر ایک مقتول ہی تو جو گانون وہان سے قریب تر ہوگا اوسپر قسامت اور دیت ہی
ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت
کیا اوسکو ابو داؤد طیالسی اور اسحٰق بن راہویہ اور بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمرؓ نے
بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ذیلعی **ص** اور جو مقتول کسیکے گھر
مین ملا تو گھر والے پر قسامت ہی اور اوسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ کہ گھر اوسی کا مملوک ہی حجت سے اور جو مقتول
اپنے ہی گھر مین ملے تو دیت اوسکی وارثون کے عاقلہ پر ہوگی **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک
کچھ اس صورت مین لازم نہ آویگا اور یہی حق ہی کذا فی الاصل **ص** اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہی **ف** جناب امام نے
سند لکھدی ملکیت کی ابتدا فتح اسلام کے وقت اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی ہو درمختار **ص** نہ رہنے والون
اور خریدارون پر پھر اگر سب مالکون نے اوسکو بیچ کر ڈالا ہو تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہی **ف** باجماع سب علما
ہمارے درمختار **ص** اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو قسامت اور دیت شرکا کی تمام کے
موافق ہوگی **ف** نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت مین برابر ہونگے **ص**
اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے مین نہین آیا تھا کہ اوسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہی اور بیع
باخیار مین قابض کی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی جو اوسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ مین اہل محلہ پر اور دو گانون کے
بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسیکی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قید خانہ
اور جامع مسجد **ف** اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہو درمختار **ص** مین اگر مقتول ملے تو قسامت نہین ہی
اور دیت اوسکی بیت المال مین سے یگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو
اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمے ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اون مین سے
کسی شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور خون رائگان ہوگا اوسکی دیت وغیرہ کچھ نہ یگی اگر مقتول
جنگل مین یا آب جاری مین بہتا ہوا ملے اگر جن لوگون سے حلف طلب ہو در قسامت مین اونمین سے ایک نے کہا کہ مقتول
کو زید نے مارا ہی تو اوس سے یون حلف لیجاویگی واللہ میںنے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو سوا زید کے

اور کسیکو جانتا ہون لیکن یہ اظہار اوسکا زید پر قبول نہ کیا جاویگا اور باطل ہی شہادت اہل محلہ کی اور لوگون پر بابت قتل کے یا اپنے مین سے کسی پر اور جو شخص کسی محلہ مین مجروح ہوا پھر وہان سے اوٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہ کر مر گیا تو دیت اور قسامت اونمین محلہ والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان مین صرف دو ہی شخص تھے ایک اونمین سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف رح کے نہ محمد رح کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانون مین ملا تو اوس عورت پر قسمین مکرر کی جاوینگی اور دیت اوسکی عاقلہ پر ہوگی **ف** یہ مذہب طرفین کا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اون لوگون پر ہی جنسے نصرت متصور ہی اور عورت اسکی اہل نہین ہی

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہی اون لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہی یعنی عواقل کے بیان مین جو جمع ہی عاقلہ کی **ص** جو شخص لشکری ہی تو اوسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکا نام دیوان مین مرقوم ہین **ف** دیوان عبارت ہی اون اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہی یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کا عاقلہ بھی لشکری لوگ ہین **ص** اور یہ ہمارے نزدیک ہی اور شافعی رح کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اوسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر **ص** اور نسخ نہین ہو سکتا بعد زمانۂ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ عمر رض نے ہنگامہ وفاتر مرتب کیے محضر مین صحابۂ کرام کے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی **ف** روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطاب رض ہین اور مقرر کی دیت اوسی عطا مین تین سال مین اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین عمر رض سے کہ انھون نے دیت مقرر کی عطاؤن مین تمیز سال کے اندر اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت عمر رض نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اور اہل دیوان کے اونکی عطاؤن مین **ص** اور یہ فعل حضرت عمر رض کا نسخ نہین ہی بلکہ تقریر ہی اس معنی کر کہ دیت اوپر مددگارون کے ہی اور مددگاری کی صورتین مختلف ہین مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمر رض کے زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری ہی طرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اوسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اونکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین **ف** اسی طرح جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعی کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل **ص** پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے نکلین تو اوسی طرح دیت لیجاویگی **ف** مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین پیشگی مل گئی تو کل دیت اوس سے لیجاویگی اور جو چار برس مین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی **ص** اور جو شخص لشکری نہین ہی تو اوسکا عاقلہ اوسکے کنبے والے ہین اور دیت اون پر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لیے جاوینگے یا تین سال مین چار درم اس سے زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہی پس اگر کنبے والے اسقدر نہون کہ دیت پوری اون سے وصول ہو سکے تو اوسکے قریب دوسرے کنبے والون کو پھر تیسرے کنبے والون کو اسی طرح ملاتے جاوینگے یہان تک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل عاقلہ مین سے

ایک شخص کے مانند ہی ف یعنی دیت نیسے مین وہ بھی شریک ہوگا اور اوسی قدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ مین سے دیتا ہی اور جو کوئی شخص عمدی قاتل ہو تو اوسکا عاقلہ نہین ہی اگر اوسکے مددگار نہون اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہہ وغیرہ جسکے اہل حرفہ مددگار ہون تو عاقلہ اوسکا اوسکے حرفہ والے ہین تو جسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ مسلمان ہی تو دیت اوسکی بیت المال مین ہی اور اگر وہ ذمی ہی تو دیت اوسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اوسکا عاقلہ نہو تو دیت اوسکی مال مین ہی تین برس کے اندر اوس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اوسکے مالک کا قبیلہ ہی اور مولی الموالاۃ کا اوسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہی ف جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسیون حصے سے دیت کے کم نہین ہی بلکہ بیسوان حصہ یا زائد ہی ف اسواسطے کہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے از ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے نہین دیت دیگی عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگی عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے اور ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہی کہ عاقلہ قتل دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسوین حصے سے کما زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اس حدیث کو موقوفا تو امام محمد نے روایت کیا ہی اور مرفوعا غریب ہی ص اور نہ وہ دین جو صلح سے یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اوسکے اقرار کی تصدیق کرین اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہوئی بسبب ساقط ہوجانے قصاص کے کسی شبہ سے یا اقرار سے اولیا جنایت عبد سے یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ تین جانی کے مال مین واجب ہونگی

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہی وصیتون کے بیان مین ص وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہی وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہون یا جسقدر نصف مال تک وصیت کے ملے اوس سے غنی ہو جاوین ورنہ ترک وصیت اولی ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو پیچھے نکلتے محتاج ہوکر روایت کیا اوسکو امام احمد نے ابی ایوب انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے ص حمل کے لیے وصیت کرنی مثلاً یون کہا کہ یہ اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کی وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی عاریہ کی وصیت کرنا اور اوسکے حمل کو مستثنی کرنا درست ہی ف مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اوسکا لے لینا ص مسلمان اگر ذمی کے لیے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیے تو درست ہی ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانون کے ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ یعنی نہین منع کرتا تمکو اللہ تعالی اس بات سے کہ جن لوگون نے تم سے قتال نہین کیا دین مین اور نہ تمکو نکالا تمہارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اونکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اونسے ص وصیت درست ہی اجنبی کے لیے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدین ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ مینے یا رسول اللہ مین مال والا ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹے کے کوئی نہین ہی تو مین صدقہ

دون دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہین پھر کہا مینے صدقہ دون مین نصف مال کا فرمایا نہین کہا مینے تصدق کرون مین تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہی بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثون کو غنی بہتر ہی اس سے کہ چھوڑ جاوے تو انکو مفلس بالتھ پھیلاوین لوگون کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے تمھارے تم پر تہائی مال کا تمھارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیون کے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور امام احمد نے اور بزار نے ابو الدرداء کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضہ سے لیکن یہ سب روایتین ضعیف ہین اور قوی کرتی ہی ایک روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام **ص** اور درست نہین ہی وصیت وارث کے لیے **ف** یعنی جو شخص میت کے ترکہ مین سے حصہ کا مستحق ہو اوسکے لیے وصیت درست نہین ہی اور جو وہ محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہی دلیل اس باب مین حدیث ہی ابی امامہ باہلی رضہ کی کہا کہ سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے دیدیا ہر حقدار کو اوسکا حق پس لا وصیت نہین ہی وارث کے لیے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اوسکو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اوسکو ابن الجارود نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اوسکے آخر مین مگر یہ کہ چاہین سب وارث اور اسناد اوسکا حسن ہی بلوغ المرام اور کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین منسوخ ہی اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا اول ہی **ص** اور قاتل کے لیے جو مباشر ہو قتل کا **ف** اسواسطے کہ ہدایہ مین ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی وصیت قاتل کے لیے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج بن ارطاۃ سے انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی بن ابی طالب رضہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین درست ہی قاتل کے لیے وصیت کہا دارقطنی نے کہ مبشر بن عبید متروک ہی بنا تاہی حدیث کو ساتھ مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہی اور اسی خلاف پر ہی اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اوسنے موصی کو مارڈالا کذا فی الاصل **ص** وصیت نہین درست ہی اگر موصی صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادا دین وصیت پر **ف** اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری اور فرض ہی اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہی اور قرآن شریف مین اگرچہ وصیت ذکر مین مقدم ہی دین پر لیکن حکم مین مؤخر ہی یا جماع مفسرین **ص** اور وصیت قبول کیجاتی ہی بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہی قبول اور رد اوسکا حیات مین موصی کے اور موصی مالک نہین ہوتا وصیت کا جب تک اوسکو قبول نکرے مگر ایک صورت مین وہ یہ ہی کہ موصی لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصی لہ کے وارثون کو ملیگی اور موصی کو جائز ہی پھر جانا وصیت سے بصریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو منصوب سے **ف** مثلاً موصی موصی بہ مین ایسا تصرف کرے کہ اوسکے نام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہین **ص** یا ایسے فعل سے کہ موصی مین ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر ادا اوسکے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہو سکے مثلاً موصی پستو کو گیہون بنا لے یا موصی بہ گھر مین عمارت بنا لے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کر دیوے مثلاً موصی بہ کو بیچ یا ہبہ کر دیوے اور پکڑے موصی بہ کا ڈھلانا رجوع نہوگا وصیت سے اسی طرح انکار کرنا وصیت سے

عبد الرحمن بن عبید

ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہی اور دونون قول مفتی بہ ہین دُرِّ مُختار
ص اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہی اوس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے
اسی طرح باطل ہی اقرار اور وصیت اور ہبہ اوسکا اپنے کافر بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے کہ اوسکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کردیا
بعد اسکے اور جائز ہی ہبہ اوس شخص کا جسکے پاؤن رہ گئے یا اوسکو فالج نے مارا یا اوسکے ہاتھ رہ گئے یا اوسکو سِل ہوگئی
تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ مراض ممتد ہوئے اور موت کا خوف نرہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی
وصیتین جمع ہوئین اور تہائی مال اون سب کو کافی نہین ہی تو جو وصیت فرض ہی اوسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب
وصیتین یکسان ہوین تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاویگی تو اگر اوسنے وصیت کی حج کی تو اوسکی طرف
سے ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج کراوینگے اور جو خرچ اسقدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے کراوینگے
اور جو حج کرنے والا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اوسنے حج کی تو اوسکے شہر سے حج کرایا جاویگا ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک
اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور صاحبین کے نزدیک جہان پر مرا ہی وہان سے کراوینگے اگر خرچ اسقدر کو
کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور قول امام معتمد ہی اور وہی پر متون ہین کذا فی الدر المختار

باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے
اجازت نہ دی تو تہائی مال دونون شخصون مین نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لیے اور
سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کے
لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحب کے نزدیک ثلث مال کو نصف نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے اور
صاحبین کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے ف امام صاحب نے کہا
کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اوسکو ورثہ نے جائز نرکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی
ثلث کی بکر اور خالد کے لیے تو ثلث کو نصف نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہی
اس معنی کر کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہی بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہوئی باب مین کہ موصی ثلث مین سے بقدر اوسکے
حصہ لیگا اسلیے کہ اسکے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہین ہی تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار ہوے
تو اسی طرح ثلث مال چار حصون پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل ص امام اعظم کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ ٹھہرایا
جاویگا ف یعنی ثلث سے زیادہ مین ضرب نہوگی پس جب وصیت ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ایک کے لیے
تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث مین تو نصف ثلث
یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگی اور چار کا ایک ربع ہی تو ربع کو ثلث
مال مین ضرب کرینگے حاصل ہوگا ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہین چار مین سے یعنی تین
ارباع ثلث کے وہ اوسکو ملینگے جی معنی ہین ضرب کے اسمین بہت سے علما حیران ہوگئے ہین کذا فی الاصل ص مکاتب

مقاموں میں محاباۃ اور سعایت اور دراہم مرسلہ میں **ف** محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک قیمت میں دوسرے سے بہت ہی بڑھا ہوا تھا (محاباۃ سے مراد یہی ہے کہ کسی کو فرض بڑھا دینے) تیس روپے کا ایک ساٹھ روپے کا سو اوسنے وصیت کی کہ تیس روپے کا غلام زید کے ہاتھ دس روپے کو بیچا جاوے اور ساٹھ والا عمرو کے ہاتھ بیس کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلاموں کے اور کوئی جائداد موصی کی نہ تھی تو زید کے حقیق بیس درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حقیق چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی تقسیم ہوگا پس بیس والا غلام زید کو بیس میں دیا جاویگا اور دس درم اوسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس میں ملیگا اور بیس درم اوسکی وصیت میں ٹھہرے تو عمرو نے ثلث میں سے بقدر اپنے وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہاں پر امام اعظم رح نے زید اور عمرو کو برابر فائدہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصوں کے تقسیم ہوا اور اگر اوسطرح پر یہاں عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلاموں کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال اوسکے پاس نہیں ہے تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونوں غلاموں کے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح اوپر تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم میں اوثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہے تو وہ سعی کرے چالیس درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنے وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسی قدر ہے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہیں اول میں قید نصف اور ثلث کی نہیں ہے کذا فی الاصل مع اختصار **ص** اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنی بیٹی کے حصے کی **ف** اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے برخلاف اوسکے مثل کے **ص** تو اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو ثلث مال موصی کا کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز کی تو اوسکا بیان وارثوں کی طرف سے ہے **ف** تو وارثوں سے کہا جاویگا کہ جتنا جز تمہارا جی چاہے اوسکو دیدو اسواسطے کہ جز و مال مجہول ہے اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہیں ہے تو بیان اوسکا وارثوں کی طرف ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال میں سے تو مراد اوس سے سدس مال ہوگا عرف میں عرب کے اور سہم مثل جز کے ہے ہمارے عرف میں پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سدس فلاں شخص کے لیے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے لیے ہے اور وارثوں نے اجازت دی تو موصی کو ثلث ملیگا **ف** یعنی سدس داخل ہو جاویگا ثلث میں **ص** اور جو سدس مال کی دو بار وصیت کی تو اوسکو سدس ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیوں کی یا تہائی بکریوں کی یا تہائی کپڑوں کی جو مختلف ہیں یا تہائی غلاموں کی پھر دو ثلث تلف ہو گئے تو باقی کل روپے اور بکریاں اوسکو مل جاوینگی اور کپڑوں اور غلاموں میں ثلث باقی کا ثلث ملیگا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے لوگوں پر تو اگر ہزار درم عین مال کے ثلث میں سے نکل سکینگے تو دیئے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دین میں سے وصول کر کے دیا جاوے گا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مر دہ ہے تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان میں زید اور عمرو کے ہے

تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اوسوقت محتاج ہی تو موصی کو ثلث اوس مال کا ملیگا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریون کی اور موصی کے پاس بکریاں نہین ہین یا تھین لیکن قبل موت کے مرگئین تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال مین سے تو قیمت اوسکی اوسکے مال مین سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریون مین سے اور اوسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہی اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیرون اور مسکینون کے لیے حال آنکہ ام ولد اوسکے تین ہین تو ثلث مال کے پانچ حصے کرکے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپی کی وصیت کی زید کے لیے اور سو روپی کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو اون دونون کا شریک کردیا تو تیسرے کو ہر ایک سے تہائی ملیگی **ف** اوسواسطے کہ پہلے دو مردونکا حصہ برابر ہی اور ایک تیسرا اونکے ساتھ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی تینون کی ہڑبری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیان ملینگی **ص** اور جو سو کی وصیت کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اونکا شریک کردیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا **ف** یعنی پچہتر روپے **ص** اگر اپنے ورثہ کہا کہ فلانے کا مجھپر قرض ہی تم اوسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دین مین ثلث مال تک اور جو اوسکے سوا وصیتین بھی کین تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت کے لیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارث سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو پھر جسقدر کا اہل وصایا اقرار کرین اوسکا ثلث اونکے حصے مین سے لیا جاوے اور جو بچے وہ اونکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کرین اوسکے دو ثلث ورثہ کے حصے مین سے لیے جاوین جو بچے اونکو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اونسے حلف لیجاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا ہووے اونکے علم اور دانست پر **ف** یعنی اپنے علم پر قسم کھاوین کہ واللہ ہم اسیقدر دین کو جانتے ہین **ص** اگر وصیت کی کسی شی عین کی وارث اور اجنبی کے لیے تو نصف اوس شی کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھ نہ ملیگا **ف** اجنبی کے واسطے نصف اس صورت مین ملا اسلیے کہ وارث قابل ہی وصیت کے برخلاف اوس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت اہل نہین ہی وصیت کے

کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانون کے کپڑے کی اوسمین ایک عمدہ ہی دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصون کے لیے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہی اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہوگیا اور معلوم نہین کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہین کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی لیکن اگر وارث درگذر کرکے باقی دو تھانون کو تینون کے حوالے کردین تو زید اون دونون تھانون مین سے جو عمدہ ہی اوسکے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان مین سے جو اوسکے اور بکر کے درمیان مین مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اوس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری زید کے حصے مین آوے تو عمرو لیگا اور جو بکر کے حصے مین آوے تو اوسقدر جگہ گزون سے ناپکر زید کے حصے مین سے عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار مین ہی **ف** یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے مین ہوا تو مقر لہ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے مین نہ آیا تو اوسکے برابر زمین مقر سے

دیجاویگی ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہین وصیت کی تو اوس غیر کو جائز ہی کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کرسکتا ہی اگر مترو کہ تقسیم ہوگیا وصیت کا اوسکے دو لڑکون مین پھر ایک قرز ند نے اپنے باپ کی وصیت باثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے مین سے ثلث ادا کریگا اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اوسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اوسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہونگے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اوسکے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا جسکا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے برابر حصہ لیگا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اوسکا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہان تک کہ مال اوسکا بارہ سو کا ہوگیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی سکا اور ڈیڑھ سو لڑکے کے لیگا کذا فی الاصل

باب بیماری مین آزاد کرنے کے بیان مین

اگر تصرف منجز یعنی فی الحال ہووے سو اوسمین اعتبار حالت عقد کا ہی پس اگر صحت مین ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال مین سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت مین ہووے ف تصرف منجز وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہوجاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہی کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہی بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہی بعد میری موت کے پس منجز مین حالت تصرف کا اعتبار ہی تو اگر اوسوقت صحیح اور تندرست ہی نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہی نافذ ہوگا ثلث سے پس مرد تصرف سے وہ تصرف ہی جسمین انشا اور احداث ہی ایک عقد کا اور اوسمین معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہین یہان تک کہ اگر اقرار کیا کسیکے دین کا مرض مین تو وہ نافذ ہوگا کل مال سے اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض مین مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت مین کرے یا مرض مین کذا فی الاصل ص جو بیماری کہ اوسکے بعد صحت ہوجاوے وہ مثل صحت کے ہی اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ ف یعنی قیمت وہبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہین تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہی اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونون برابر ہین ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہی کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال نہین رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کرینگے اور جس غلام کو آزاد کیا ہی وہ اپنی کل قیمت مین سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونون مین نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہی نصف اوسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو مین لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتون کے بیچ مین ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کی طرف اور باقی دونون کی طرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقون کے بیچ مین ہوئی تو نصف محاباۃ مین اور نصف دو عتقون مین صرف

کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک ان دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہوگی لیکن حج نافذ ہوجاویگا اگر غلام کو آزادی کی وصیت کی پھر اوسنے جنایت کی اور اوسمین دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہوگی اگر وصیت کی زید کے لیے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام آزاد کیا بعد اوسکے زید نے یہ دعوی کیا کہ میت نے یہ غلام صحت مین آزاد کیا تھا تو اوسکی وصیت ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہین کہ اوس غلام کو مرض مین آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہی وصیت پر تو قول وارثون کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جسقدر زائد ہی وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت مین ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا میت پر اور اوسکے غلام نے دعوی کیا عتق کا صحت مین اور وارث نے دونون کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت مین سعی کر کے آزاد ہوجاوے گا

باب وصیت مین اقارب وغیرہ کے بیان مین

ہمسایہ وہ شخص ہی جسکا مکان ملا ہوا ہی **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلے مین رہتے ہین اور ایک مسجد والے کو جامع ہو **قول** امام صاحب کا موافق قیاس کے ہی اسلیے کہ شفعہ مین وہی جار مستحق ہی جو ملاصق ہو **ص** صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو اوسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہین **ف** جیسے باپ دادا چچا ماموں اوسکی بہنین وغیرہ ہدایہ مین اسکی دلیل یہ لکھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ رضہ سے تو اوسکے محرم قرابت دارون کو اونکے مالکون سے آزاد کر دیا واسطے اکرام اونکے کے اور وہ اصحار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہ حدیث ہوا ہی صاحب ہدایہ سے بجائے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اوسکو ابوداود نے سنن مین **ص** ختن یعنی داماد وہ لوگ ہین جو اوسکے محرم عورتون کے خاوند ہین **ف** یہ سب اونکے عرف مین ہی اور ہمارے عرف مین صہر خسر کو کہتے ہین اور ختن بیٹی کے شوہر کو دیکھو **ص** اور اہل عبارت ہی اوسکی زوجہ سے **ف** اور صاحبین کے نزدیک شامل ہی اوسکے عیال کو دلیل امام صاحب کی آیات ہین کلام اللہ کے جیسے وَسَارَ بِاَهْلِهٖ اور عرف اہل عرب کا **ص** اور آل عبارت ہی اوسکے اہل بیت سے اور اوسکے باپ دادا بھی اوسمین داخل ہین اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اوسکے دو یا تین یا زیادہ ذوی رحم محرم ہین قریب تر پھر قریب تر سو والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اوسکے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونو چچا کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہین تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون ماموں کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہی تو اوسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہین اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے تو لڑکا لڑکی اوسکے برابر ہونگے حصے مین اور جو وصیت کی اوسکے درثے کے لیے تو فرزند کو دو فا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندون کے لیے یا اونکے اندھون کے یا لنگڑون کے یا اونکے بیکسون محتاجون کے لیے تو اگر وہ لوگ معصور و معدوم ہون تو فقیر و غنی مرد و عورت اونکے داخل ہونگے ورنہ اونکے فقیرون کو ملیگا اور جو کسی شخص کے فرزندون کے لیے وصیت کی تو اوسمین عورتین داخل نہونگی **ف** جب فلان عبارت نہ قبیلے یا خدمتی سے یا نہ ایا بھی داخل ہونگے **ص** وصیت کی کسی شخص کے موالی

سو درہم صاحبین کے نزدیک

کے لیے اور اوسکے آزاد کرنے والے بھی ہین اور آزاد کیے ہوئے بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی ف اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہی معتق بالکسر اور معتق بالفتح مین اور بعض کتب شافعیہ مین ہی کہ وصیت کل کے لیے ہو جاوے گی

باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہی وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محامل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر کی ذات ثلثی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوین واسطے اجرائے وصیت کے اور ثلث سے نہ نکل سکین تو گھر کی تقصیر کیجاوے ف یعنی موصی لہ کو گھر مین سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیوین کہ اوسمین اجرائے وصیت ہووے ص اور غلام مین مہایاۃ کرلین ف یعنی باری باری نفع مین تو موصی لہ مدت معینہ یعنی اوسقدر غلام سے جس مین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اوس مقدار مین جسمین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل ص اگر موصی لہ موصی کے زندگی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثون کو پھر آویگی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہی تو موصی لہ کو صرف یہی پھل ملینگے نہ آیندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اوسکو یہ پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی ملا کرینگے جیسے غلہ باغ کی وصیت مین خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نکہے پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور اونکے بچون اور دودھ کی وصیت مین یہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے ف ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہی کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجودہ کو کہینگے مگر جب اوسنے ابدا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدومہ پر عقد صحیح ہی جیسے مساقاۃ مین نہ صوف معدوم اور ولد معدوم مین کذا فی الاصل ص کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اوسکے اوسکے وارثون کو ملیگی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ کے بنانے کے لیے خواہ معین لوگون کے لیے یا غیر معین لوگون کے لیے تو صحیح ہی جیسے وصیت مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین ہی ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہے

باب وصی کے بیان مین

عرب کہتے ہین اوصی الی فلان جب اوسکو اپنے مال مین اختیار دیا تصرف کا بعد موت کے اور اوسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین ص زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوگئی ورنہ رد نہوگی ف یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے پھر وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ وصی نے اوسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اوسنے غیبت مین رد کرے تو فریب دینا ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو زید نے سکوت کیا یہان تک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونون جائز ہین پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو وصایت لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہو پھر اگر وصی نے

قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جب کہ قاضی نے
اسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اونکے بدلے مین اور کسیکو کرے اور جو اپنے
غلام کو وصی کیا تو صحیح ہی اگر وارث موصی کے نابالغ ہین ورنہ نہین اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو
تو قاضی اوسکے ساتھ دوسرے کو ملا دیوے پس اگر وصی امین ہی اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہی تو قاضی اوسکو معزول
نکرے بلکہ واجب ہی وصی رکھنا اوسکا **ف** اور جو قاضی نے بالذمہ اوسکو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہی لیکن قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا درمختار **ص** اگر وصی میت کے دو شخص ہین تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہین
کر سکتا مگر میت کے واسطے کفن خرید کر سکتا ہی اور اوسکی تجہیز کر سکتا ہی اور اوسکے حقوق کی خصومت اور اوسکے قرضے کا تقاضا اور عالیہ اور اوسکے
لطفل کیواسطے خرید حوائج اور اوسکے لیے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہووے
اور دیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جسکے تلف ہونیکا خوف ہی
اوسکا بیچنا یہ کام بھی کر سکتا ہی **ف** امام ابو حنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہی اور ابو یوسف کے نزدیک سب کام کر سکتا ہی
کذا فی الاصل **ص** وصی کو وہی خواہ وہی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہووے بہرصورت دونون ترکون مین وصی ہی
اور صحیح ہی تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار کی طرف سے جب غائب ہون یا صغار کیطرف سے پھر جب وصی نے
موصی لہ کا حصہ ترکے مین سے بیکر وارثون کا حصہ لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہین سکتے
ف اسواسطے کہ قسمت صحیح ہوگئی **ص** اور وصی کی قسمت موصی لہ کیطرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہین ہی تو اگر وصی
نے موصی لہ کا حصہ لے لیا اور وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو وصی رہا باقی مال مین سے پس ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ
کیطرف سے تقسیر کر کے حصہ اوسکا لے سکتا ہی اگر وصی نے وارثون کے ساتھ قسمت کی اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا
اب وہ مال تلف ہوگیا خواہ وصی کے پاس سے یا جسکو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے باقی مال کے ثلث مین سے
اور وصی کو درست ہی کہ ایک غلام کو ترکے مین سے بیع کر دوے اگرچہ میت کے قرضخواہ حاضر نہووین **ف** اسلیے کہ قرضخواہونیکا
حق مالیت سے متعلق ہی نہ عین ترکے سے درمختار **ص** اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچکر اسکی قیمت تصدق
کرنا پس وصی نے اوس غلام کو بیچا اور ثمن اوسکے لی بعد اوسکے وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی
اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے مین سے لے لیوے اسیطرح اگر ترکہ تقسیم ہوا
اور نابالغ کو ایک غلام حصے مین پہونچا اور اوسکو وصی نے بیچکر ثمن اوسکے لی پھر وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد
اوسکے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال مین سے اور نابالغ اور وارثون سے
حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہین ہی مگر اوسی قدر غبن سے جو لوگون کو خرید و فروخت
مین ہوا کرتی ہی نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہی اور حوالہ
قبول کر سکتا ہی اوسپر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہین دیسکتا اور وصی وارث کبیر کا مال
جو غائب ہی اوسکی بیچ کر سکتا ہی مگر عقار کی کہ اوسکی حفاظت ضرور نہین ہی اور اوسکے مال مین تجارت نہین کر سکتا

اور باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حصہ مین مال ترکہ مین سے اسکے سوا اور جگہہ درست ہی جیسے صحیح ہی گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور ادا کرین دونون شخصون کی پہلے دونون مردون کے لیے ہزار درم دین ہونے کی میت پر ف یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہین اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہین تو دونون شہادتین صحیح ہین ص اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لیے اس بات کی کہ میت نے انکے لیے ہزار درم کی وصیت کی ہی تو یہ شہادت باطل ہی یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لیے ایک غلام کی وصیت کی ہی اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہی تب بھی باطل ہی

کتاب الخنثی

یہ کتاب ہی خنثی کے احکام مین ص خنثی وہ ہی جو فرج اور ذکر دونون رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہی ف اسلیے کہ روایت کیا ابن عدی نے کامل مین ابن عباس رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اوسکی میراث سے تب فرمایا آپنے کہ جہان سے پیشاب کرتا ہی اوسکا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف مین حضرت علی رض مثل اسکے کذا فی تخریج الھدایۃ ص اور جو دونون جگہہ سے پیشاب کرتا ہی تو جہان سے اول پیشاب نکلتا ہی اوسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونون جگہہ سے ساتھی پیشاب نکلتا ہوے تو وہ خنثای مشکل ہی ف اور صاحبین کے نزدیک بکثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاویگا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہی ص یہ سب باتین قبل بلوغ کے ہین پھر جب بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اوسنے جماع کیا تو وہ مرد ہی اور جو اوسکی چوچیان اور بھر آئین یا دودھ اتر آیا یا حیض آگیا یا حمل رہ گیا یا اوس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہی اور جو کوئی علامت ان مین سے ظاہر نہین ہوئی یا دونون قسم کی علامتین پائی گئین مثلاً داڑھی بھی نکلی اور چوچیان بھی اُبھر آئین تو وہ خنثای مشکل ہی ف آگے اوسی کے احکام مذکور ہوتے ہین وہ احکام یہ ہین ص اگر عورتون کی صف مین کھڑا ہوے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردون کی صف مین کھڑا ہوا تو اسکے داہنے بائین اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے مٹر جانپ کا اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اوس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اوسکا ختنہ کرانا مکروہ ہی بلکہ اوسکو ایک لونڈی خرید دین کہ وہ اوسکا ختنہ کرے اگر اوسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دین پھر پیکر روپیہ اوسکا بیت المال مین داخل کر لین اور جو قبل اوسکے حال کھلنے کے کہ مرد ہی یا عورت مر جاوے تو اوسکو غسل نہ دیوین بلکہ تیمم کرا دیوین ف اور یہان پر اوسکے غسل کرانے کے لیے لونڈی خرید نہین سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہین ہو سکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت درست نہین ہی اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہی اوسکی قبر پر پردہ کرنا

اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لیے آوے تو امام کے قریب پہلے مرد کو رکھین پھر خنثی کو پھر عورت کو ف واسطے رعایت ترتیب کے تا کہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگون کی آنکھ سے پھر خنثی کا کذا فی الاصل ص اگر خنثای مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے اور خنثی کو ایک حصہ ملیگا ف یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ خنثی کو اونکے نزدیک اقل النصیبین ملیگا اسی پر فتوی ہی در مختار اور اصل کتاب مین اسمقام پر تفصیل کی ہی جسکا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائل متفرقہ** گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اوسطرح پر کہ اوس سے نکاح یا طلاق یا بیع اوسکی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہی ف لیکن کتابت تین قسم ہی ایک غیر مستبین یعنی جو معلوم نہین ہوتی جیسے کتابت صفحہ ہوا پر یا پانی پر تو اسکا اعتبار نہین ہی دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے تیسرے مستبین مرسوم ہین بطور کہ کاغذ پر ہووے اور مضمون ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہی خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے کذا فی الاصل ص لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑیگی اور جسکی زبان بند ہوگئی ہو تو اگر یہ مریض ایک مدت تک رہے اور اوسکے اشارے معلوم ہونے لگین تو مثل گونگے کے اوسکا حکم ہی ورنہ نہین ف اور مقدار امتداد بعضون کے نزدیک ایک سال ہی اور بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ زمانہ موت تک رہے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الاصل ص چند بکریان ذبح کی ہوئی ہین اور اونمین بکریان مردار بھی ہین لیکن مردار کم ہین تو سوچ کر کھاوے اگر اضطرار نہووے ف اسواسطے کہ حالت اضطرار مین تو مردار بھی کھانا حلال ہی اور اس مین امام شافعی کا خلاف ہی اور دلیل ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی فقط

الحمد للہ والمنہ کہ اب عای دلی حاصل ہوا یعنی ترجمہ شرح وقایہ مع چارون جلدون کے چھپکر کامل ہوا کہ یہ چوتھی جلد اوسکی باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور مطبع نظامی واقع کانپور سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین چھپی فقط

وجہ مہر و دستخط	محمد روشن حنفی سنہ ۱۲۷۳ محمد عبد الرحمن بن حا
واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہی مہر و دستخط مہتمم کے آخر مین ثبت کیے گئے	